جلد 8

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

افادات

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

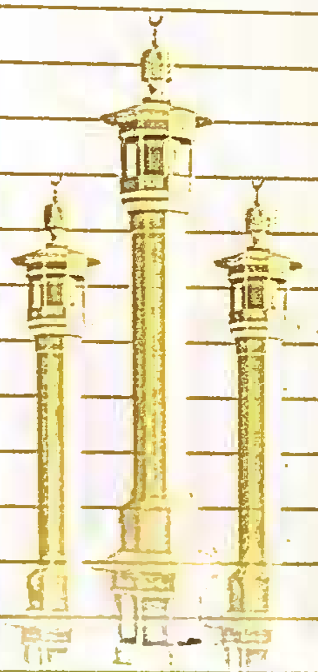
شیخ الحدیث

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد





مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

ایک عظیم علمی شاہکار

جدید موضوعات پر مشتمل علمی، فکری، اصلاحی خطبات کا نادر مجموعہ

خطباتِ شیخوپوری

جلد 8

افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ

تقریظ

شیخ الحدیث

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم العالیہ

صدر وفاق المدارس پاکستان

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34604566 Cell: 0334-3432345

نام کتاب .... خطباتِ شیخوپوری
ازافادات .... حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمہ اللہ
اشاعتِ اوّل .... نومبر 2015ء
تعداد 1100
طابع .... القادر پرنٹنگ پریس کراچی
ناشر .... مکتبہ عمر فاروق 4/491 شاہ فیصل کالونی کراچی
021-34604566 Cell: 0334-3432345
ای میل .... Mfarooq12317@yahoo.com
maktabaumarfarooq@gmail.com

قارئین کی خدمت میں

کتاب ہذا کی تیاری میں تصحیح کتابت کا خاص اہتمام کیا گیا ہے، تاہم اگر پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو التماس ہے کہ ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں ان اغلاط کا تدارک کیا جا سکے۔ جزاکم اللہ

ملنے کے پتے

مکتبہ معارف القرآن ۔ احاطہ دارالعلوم کورنگی کراچی 021-35031565
دارالاشاعت، اردو بازار کراچی 021-32631834
سعدی اسلامی کتب خانہ گلشن اقبال نمبر 2 کراچی 0333-2305791
اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-34927159
مکتبہ لدھیانوی علامہ بنوری ٹاؤن کراچی 021-34130020
قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی 021-32212220
مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ کوئٹہ 081-2662263
کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار راولپنڈی
مکتبہ اسلامیہ امین پور بازار فیصل آباد 041-2631204
مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار لاہور 042-37224228
مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار لاہور
مکتبہ علمیہ، جی ٹی روڈ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ 092-3630594
مکتبہ عمر فاروق محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور
دارالاخلاص محلہ جنگی قصہ خوانی بازار پشاور

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده ونصلي على رسوله الكريم

JAMIA FAROOQIA KARACHI
جامعہ فاروقیہ کراچی

باسمہ سبحانہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ خصوصاً علی سید الاولین والآخرین احمد المجتبیٰ ومحمد المصطفیٰ ومن والاہ۔

مولانا اشتیاق احمد امام خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد کراچی نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن مجید کے سلسلے میں کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے "آسان درسِ قرآن" کے نام سے مولانا شہید کے دروسِ قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رح کی حیات ہی میں منظرِ عام پر آ گئے تھے۔

پھر دوسرا سلسلہ ~~شروع کیا~~ "درس کیوں اور کیسے" کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رح "القرآن کورسز سینٹر" بہادر آباد میں ہر مہینے کے ہر ہفتے کے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ۴۰ دروس کمپوز ہو چکے ہیں۔ ان کی اشاعت کا مرحلہ

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رح بالکل معذور تھے چلنے پھرنے سے قاصر تھے لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے (وہ بہترین مدرس بھی تھے)۔ اللہ جل وعلا نے ان سے تفسیر قرآن کریم کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لیے بہت کام لیا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات کو صدقہ جاریہ بنا کر ان کو اور ان کے والدین اور اقرباء اور اساتذہ اور معاونین و محبین کو اجرِ جزیل عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشتیاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے مولانا شہید رح کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور نشر کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے۔

ان کی اس سعی کو اللہ پاک حسنِ قبول عطا فرمائیں، ان کے لیے، ان کے والدین، اعزہ و اقرباء، اساتذہ اور معاونین کے لیے بطور صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان خادم جامعہ فاروقیہ کراچی
۲۷ ذی القعدہ ۱۴۳۶ھ
۱۲ ستمبر ۲۰۱۵ء

تقــریظ

استاذ المحدثین، یادگارِ اسلاف، مخدوم العلماء صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان
شیخ الحدیث و مہتمم جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی کراچی

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب ادام اللہ ظلہم وفیوضہم



باسمہٖ تعالیٰ

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علی سید الاولین
والآخرین احمد مجتبیٰ ومحمد المصطفیٰ ومن والاہ

مولانا اشفاق احمد امام خطیب جامع مسجد بلال ناظم آباد ۲ نے حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن مجید کے سلسلے پر کام کا اہتمام اور اشاعت کا نظم قائم کر رکھا ہے۔

پہلے انہوں نے ''آسان درسِ قرآن'' کے نام سے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کے دروسِ قرآن کو شائع کیا جو حضرت شہید رحمۃ اللہ علیہ کی حیات ہی میں منظر عام پر آ گئے تھے۔ پھر دوسرا سلسلہ ''درسِ قرآن کیوں اور کیسے'' کو شائع کیا۔

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ ''القرآن کورسز سینٹر'' بہادر آباد میں ہر مہینے کے دوسرے اتوار کو درس دیا کرتے تھے جو جدید اور انتہائی فکری موضوعات پر مشتمل ہیں۔

ان دروس میں ۶۰ درس کمپوز ہو چکے ہیں ان کی اشاعت کا مرحلہ درپیش ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مرحلہ کو آسان فرمادیں۔ آمین

مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ بالکل معذور تھے، چلنے پھرنے سے قاصر تھے، لیکن وہ آیۃ من آیات اللہ تھے اللہ جل وعلا نے اُن کے تفسیر قرآن کی عظیم خدمت کے ساتھ مخلوق کی ہدایت کے لئے بہت کام لیا، وہ بہترین مدرّس بھی تھے۔ مولانا مرحوم اس معذوری کے باوجود اپنی اصلاحی تربیتی خدمات انجام دینے کے لئے بیرونِ پاکستان مختلف دور دراز ملکوں کے سفر پر جاتے رہتے تھے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُن کی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنا کر اُن کو، اُن کے والدین کو، اعزاء، اقرباء، اساتذہ اور معاونین ومحبین کو ابدالاباد تک اجر وثواب عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

مولانا اشفاق احمد انتہائی خوش نصیب اور قابلِ رشک ہیں جن کو اللہ بزرگ وبرتر نے مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی قرآنی خدمات کو مرتب کرنے اور نشر کرنے کی توفیق سے سرفراز فرمایا ہے ان کی مساعی کو اللہ پاک حُسن قبول عطا فرمائیں اُن کے لئے اُن کے والدین، اعزاء، اساتذہ اور معاونین کے لئے بطورِ صدقہ جاریہ قبول فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

سلیم اللہ خان

سلیم اللہ خان

خادم جامعہ فاروقیہ کراچی

۲۹ ذی قعدہ ۱۴۳۶ھ

۱۲ ستمبر ۲۰۱۵ء

تقریظ

حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب دامت برکاتہم

نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراچی

محمد عبدالمنان
نائب مفتی واستاذ جامعہ دارالعلوم کراتشی
التاریخ ۲۸.۱۱.۱۴۳۶ھ

Muhammad Abdul Mannan
Naib Mufti & Ustad Jamia Darul-Uloom Karachi
Date:13.9.2015.

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی سورۃ العصر میں ایمان والوں کے اوصاف میں یہ بات ارشاد فرمائی ہے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو حق بات کی تلقین کرتے ہیں، اور صبر کی تعلیم دیتے ہیں۔

ارشادِ ربانی ہے: وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ○ (سورۃ العصر)

اسی طرح حدیثِ مُبارکہ ہے "الدین النصیحۃ" کہ دین سراسر خیرخواہی کا نام ہے ایک اور حدیثِ مبارکہ ہے: "بلغوا عنی ولو آیۃ" میری طرف سے اگر دین کی ایک بات بھی تمہیں معلوم ہو تو آگے دوسروں تک پہنچاؤ"۔

مندرجہ بالا ارشادات سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دین کی نشرو اشاعت تمام مسلمانوں کی اجتماعی اور انفرادی ذمہ داری ہے، اور اسی ذمہ داری کے مختلف شعبے درس وتدریس، تصنیف تالف، وعظ اور تبلیغ وغیرہ کو مسلمانوں نے بحسن وخوبی سنبھالا ہے، اور

اپنی اس ذمہ داری سے توفیق اور اپنی استطاعت کے مطابق عہدہ برآ ہونے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔

عوامی سطح پر سب سے زیادہ نافع ترین سلسلہ وعظ وتقریر، بیانات وخطبات کا ہے۔اوراصلاح معاشرہ میں یہ بیانات وخطبات ایک کلیدی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ عام مسلمان جو دینی مدارس میں داخلہ لے کر باقاعدہ علم دین حاصل نہیں کرسکتے وہ زیادہ تر علماء کے بیانات ہی سے فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے مستند علماء کے خطبات ایک مؤثر ذریعہ تبلیغ ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی ''خطبات شیخوپوری'' ہے، جو کہ داعی قرآن حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے سالہا سال کے خطبات کا قیمتی مجموعہ ہے جو مولانا موصوف کے علمی، فکری، اور اصلاحی کاوشوں کا بہترین نمونہ ہیں۔

مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ نے مختلف صلاحیتوں سے نوازا تھا، وہ بیک وقت مفسرِ قرآن، کہنہ مشق مدرس اور عوامی سطح کے بہترین خطیب بھی تھے، جن کے اصلاحی، فکری بیانات اور درس قرآن سے بلاشبہ لاکھوں لوگوں نے استفادہ کیا۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ (سورۃ الجمعہ)

مولانا اشفاق احمد صاحب حفظہ اللہ، فاضل جامعہ دارالعلوم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ انہوں نے انتھک کوششوں کے ذریعہ خطبات کے اس مجموعہ کو مرتب کیا، مولانا موصوف کا نام علماء کے حلقے میں محتاج تعارف نہیں ہے، وہ اس سے پہلے بھی مولانا شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے درسِ قرآن پر کام کر چکے ہیں اور آسان درسِ قرآن کے نام سے ''عَمَّ پارہ'' کی تفسیر اور ''درس قرآن کیوں اور کیسے؟'' شائع کرچکے

ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکتیں عطاء فرمائے اور مزید علمی کاموں کی توفیق بخشے، آمین۔

مذکورہ خطبات کے حوالے سے یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ یہ درحقیقت عوامی بیانات کا مجموعہ ہے، کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں، لہٰذا اس میں تقریری رنگ غالب اور نمایاں نظر آتا ہے، تاہم مجموعی طور پر یہ ایک فکر انگیز خطبات کا مجموعہ ہے جس سے کوئی خطیب مستغنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اسے طلبہ، طالبات علماء اور عام مسلمانوں کے لئے نافع بنائے اور مولانا شہید رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت کا ذریعہ بنائے، اور مرتب موصوف کے والدین اور اساتذہ کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین۔۔۔۔ واللہ المستعان

محمد عبد المنان
نائب مفتی: جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۴
13/09/2015

عرضِ مرتب

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَ كَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى: امّا بعد!

اِنَّ الدِّيۡنَ عِنۡدَ اللّٰهِ الۡاِسۡلَامُ

(بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اسلام ہی سچا دین ہے)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کی حیات ابدیہ اپنے مبارک دین اسلام میں رکھی ہے۔خوش قسمت ہے وہ انسان جو دین کی آغوش میں اپنی دنیا کی چندروزہ حیاتِ مستعار گزار کر ہمیشہ کی کامیابیاں پالیتا ہے،صدیوں سے اسلام کا یہ ابدی پیغام پہنچانے کے لئے ہر دور کے پاسبان دین وملت تحریر وتقریر دونوں انداز سے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دیتے چلے آرہے ہیں۔

دورِ حاضر میں امت مسلمہ جس جدیدیت کے فتنہ کا شکار ہے، ان کا یہ اعتراض زبانِ زدعام ہے کہ اکیسویں صدی کے جدید مسائل پر برسوں پرانے اسلام کی تعلیمات کی تطبیق ناممکن ہے امت کے ایسے ہی سوالات نیز دورِ حاضر کے دوسرے اہم مسائل کا جواب دینے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی رحمت واسعہ سے داعیِ قرآن،مفسر قرآن، واعظ شیریں بیان حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری شہید نَوَّرَ اللہ مَرْقَدَہٗ، جیسی عظیم علمی شخصیت کا انتخاب فرمایا اور ''القرآن کورسز نیٹ ورک'' بہادرآباد، کراچی پاکستان کے اسٹیج سے بھائی محمد الطاف موتی صاحب اوران کی ٹیم کی معاونت سے دورِ حاضر کے نت نئے

جدید موضوعات پر سیر حاصل بیانات کا سلسلہ شروع فرمایا۔ جو 2006ء تا 2012ء تک ہر ماہ کے دوسرے اتوار نہایت تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہوتے رہے۔ انہی بیانات کو محترم جناب بھائی محمد الطاف موتی صاحب معیاری سی ڈیز پر ریکارڈ کر کے افادۂ عام کے لئے پیش فرماتے رہے۔ داعی قرآن حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کا آخری یادگار بیان ''مسلمانوں کے زوال سے دنیا کو کیا نقصان پہنچا'' مورخہ 13 مئی، 2012ء کو فرمایا اس کے بعد وہ جامِ شہادت نوش فرما کر داعیٔ اَجل کو لبیک کہتے ہوئے اُمت کو سوگوار چھوڑ گئے۔

حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مخلص اور باوفا دوست برادرِ مکرم جناب محمد شفیق اجمل صاحب حفظہ اللہ جہاں اہل حق کی ترجمان ایک معیاری ویب سائٹ درس قرآن ڈاٹ کام www.darsequran.com پر حضرت کے دروسِ قرآن کریم نشر کرتے رہے، وہیں ان نت نئے موضوعات پر مشتمل بیانات کو بھی نشر کرتے چلے آرہے ہیں اور امت کے نفع کا سامان مہیا کرتے چلے آرہے ہیں۔

تاہم بندہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے اس علمی ذخیرہ کو تقریر سے تحریر کی شکل میں لانے کا کام حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش کو سامنے رکھ کر کرنے کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔ بندہ نے جب کام شروع کیا تو اس وقت بنیادی طور پر پیش نظر ''القرآن کورسز سینٹر'' میں ہونے والے بیانات کا مجموعہ تھا، جس میں سے کچھ بیانات ''ندائے منبر و محراب'' جلد ۷ میں شائع ہو گئے۔ افادۂ عام کے لئے انہیں بھی شامل کر لیا گیا۔

بعد میں حضرت شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ کے کچھ اہم موضوعات پر مشتمل چند دیگر

بیانات دستیاب ہوئے، اکابر اساتذہ اور اپنے رفقاء کی مشاورت سے انہیں بھی خطباتِ شیخوپوری کا حصہ بنادیا گیا۔ اللہ کے فضل وکرم سے ۸۰ بیانات کا مسودہ تیار ہونے کے بعد کمپوزنگ کے مراحل سے بحمد اللہ گزر چکا ہے حضراتِ اکابر اور اساتذۂ کرام زید مجدہم کے مشورہ سے تقریباً ۱۰ جلدوں پر مشتمل خطباتِ شیخوپوری کے نام سے ایک عظیم علمی شاہکار وجود میں آرہا ہے۔

بلاشبہ تمام تر لوازمات کی کماحقہٗ رعایت کرتے ہوئے تقریر سے تحریر کا اسلوب اختیار کرنا مجھ جیسے عاجز انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ تاہم بندہ عاجز نے چند امور کا لحاظ رکھا ہے۔

① ۔حتی الوسع حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا حقیقی مواد تحریر میں لایا گیا ہے۔

② ۔مکررات کو حذف کر کے تحریر کو آسان اسلوب میں رکھا گیا ہے۔

③ ۔ہر موضوع پر اٹھنے والے سوالات کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے۔

④ ۔انہی اجمالی سوالات کو حل کرتے ہوئے اس میں عام فہم ضروری عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

یہ خطباتِ شیخوپوری تقاریر کا مجموعہ ہے جنہیں قلم بند کر کے زیور طبع سے آراستہ کرنے میں میرے جن معاونین کا خلوص اور محنت میرے ساتھ رہی ان کا میں تہہ دل سے بے حد ممنون وشکر گزار ہوں جن میں برادر مکرم جناب محمد الطاف موتی صاحب، جناب مولانا خالد محمود صاحب اور جناب بھائی محمد فیاض صاحب (مالک مکتبہ عمر فاروق شاہ فیصل کالونی کراچی) وغیرہ کے نام سرِ فہرست ہیں۔

قابلِ ذکر بھائی محمد فیاض صاحب علم اور علماء کے وہ قدردان شخص ہیں جو میرے حوصلے ''آسان درسِ قرآن'' سے لے کر ''خطبات شیخوپوری'' تک مسلسل بڑھاتے رہے اور میرے اس کام پر بھرپور توجہ اور لگن کا اظہار فرماتے رہے۔ یقیناً ان خطبات کو منظر عام پر لانے کا پہلا سہرا بھی پھر انہی کے سر سجا ہوا اچھا لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تمام مساعیٔ جمیلہ میں ان کا حامی و ناصر ہو۔ آمین

اور میں بے حد ممنون ہوں اپنے شفیق و مہربان استاذ محترم جناب حضرت مولانا مفتی عبدالمنان صاحب زید مجدہم (نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی) کا جنہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود نظر ثانی فرما کر بعض جگہ تصحیح فرمائی اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت شیخوپوری شہید رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے تمام متوسلین حضرات اساتذۂ کرام، والدین اور میرے تمام معاونین کے لئے اس کتاب کو ذریعہ نجات اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

تقبل اللہ منّا و ممّن سعٰی فیہ۔ آمین

دعا گو و دعا جو

بندہ مولانا اشفاق احمد عفا اللہ عنہ

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی
امام وخطیب جامع مسجد بلال
ناظم آباد نمبر ۲ کراچی
0321-2343648

اجمالی فہرست

برائے

خطباتِ شیخوپوری

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

قرآن وحدیث کی روشنی میں بڑے بڑے گناہ

- ......گناہ کی تعریف اور اس کی مختلف قسمیں کون کون سی ہیں؟
- ......انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟
- ......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احتیاط اور ہماری سنگ دلی
- ......گناہ صغیرہ وگناہ کبیرہ کی چند مثالوں کے ذریعے وضاحت
- ......گناہوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟
- ......گناہ کے نقصانات اور اثرات

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

خیانت ایک گناہ کبیرہ

- ......امانت کی حقیقت اور اس کا وسیع مفہوم
- ......آقا ﷺ کی ہر خطبہ میں اہم بات کیا ہوتی تھی؟
- ......ہر چیز کا حقیقی مالک کون ہے اور اس کا کیا حق ہے؟
- ......ہمارے پاس کیا کیا چیزیں امانت ہیں؟
- ......امانتوں کا حق کیا ہے؟ اور کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟
- ......امانت دار لوگوں کے حیرت انگیز واقعات

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

جھوٹ
ایک گناہ کبیرہ

- ......جھوٹ کی کتنی صورتیں ہیں؟
- ......سب سے بڑا جھوٹ کیا ہے؟
- ......جھوٹ کی مختلف صورتوں پر وعیدیں۔
- ......من گھڑت روایات کا رواج اور اس سے بچنے کی ترغیب۔
- ......جھوٹ سے بچنے کے لیے محتاط اور بہتر طریقہ کیا ہے؟
- ......سچ کی برکتیں اور سچے لوگوں کا مقام کیا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

جھوٹ کی نحوست

- ......کذب اور تکذیب کی حقیقت۔
- ......کذب کی صورتیں اور اُن کا حکم۔
- ......منافق کی نشانیاں
- ......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح مبارک۔
- ......جھوٹ کے نقصانات۔
- ......کن مواقع پر جھوٹ کی اجازت ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

زنا
ایک گناہ کبیرہ

- ......زمانۂ جاہلیت میں زنا کا کیا تصور تھا؟
- ......زنا کی گندگی قرآن کریم کی روشنی میں۔
- ......زنا سے بچنے کے بارے میں اسلام اور آقا ﷺ کی تعلیمات۔
- ......زنا اور اسباب زنا دونوں سے بچنا ضروری ہے۔
- ......بدکاری کے اثرات۔

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

عہد شکنی
کبیرہ گناہ

- ......ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے کون سے دو اہم کام سرانجام دیئے؟
- ......دنیا کا سب سے پہلا دستوری وتحریری معاہدہ کونسا ہے؟
- ......کفار کے بارے میں لوگوں کی سوچ اور قرآن و حدیث کا نظریہ۔
- ......ایفائے عہد سے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟
- ......قرآن و حدیث کی روشنی میں عہد شکنی کی مذمّت۔

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

چھ خطرناک معاشرتی بیماریاں

غیبت ایک گناہ کبیرہ

- ......غیبت کی حقیقت کیا ہے؟
- ......غیبت اور چغلی میں کیا فرق ہے
- ......غیبت کے دینی اور دنیاوی نقصانات کیا ہیں؟
- ......غیبت کے جواز کے مواقع کون کون سے ہیں؟
- ......غیبت سے بچنے کا علاج کیا ہے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

طعنہ زنی اور نام بگاڑنا ایک گناہ کبیرہ

- ......معاشرہ کیا ہے؟
- ......معاشرہ کی اصلاح کیوں نہیں ہوتی؟
- ......مسلمانوں کو عیب لگانے کا گناہ۔
- ......اسلامی تعلیمات کی نزاکت۔
- ......توبہ کی ترغیب۔

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

بدگمانی اور عیب جوئی ایک گناہ کبیرہ

- ......اصلاح قلب کی اہمیت
- ......اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کا وجوب
- ......مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کا گناہ
- ......عیب جوئی کا نقصان
- ......اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر اور اپنا اپنا محاسبہ

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

مسلمانوں کے درمیان مضبوط رشتہ

- ......قرآن کریم کی روشنی میں ایمانی اخوت کا تذکرہ
- ......اسلام کی نظر میں معیار فضیلت کیا ہے؟
- ......اسلامی بھائی چارہ اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟
- ......اسلام کی نظر میں ایک مسلمان کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟
- ......ظلم وستم کے پہاڑ اور ہماری ذمے داری۔

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

موجودہ حالات
اور اسلامی اخوت

- ......مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
- ......ایمانی اخوت کی اہمیت اور فضیلت
- ......مسلمانوں کے افرادی اور مالی وسائل
- ......افتراق و انتشار کی نحوست اور اس سے بچنے کا راستہ
- ......موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

قومیت کا اسلامی تصور

- ...... پہلے کے بادشاہوں میں قومیت کا تصور۔
- ...... اسلام کی آمد سے قبل لوگوں کی حالتِ زار۔
- ...... قرآن و حدیث کی روشنی میں عصبیت کی کیا حیثیت ہے؟
- ...... اسلام کی نظر میں معیارِ فضیلت کیا ہے؟
- ...... کیا خاندانی محبت، عصبیت میں داخل ہے؟
- ...... رشتہ داری کا مقام اور اسکے حقوق۔
- ...... دشمن کی سازشیں اور ان سے بچاؤ کے کیا طریقے ہیں؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

قیامت کا زلزلہ اور اس کی ہولناکی

۞ ......قیامت کے مناظر کی جھلکیاں احادیث طیبہ کی روشنی میں۔

۞ ......وہ تین مقامات کون سے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا؟

۞ ......اعضاء انسانی انسان کے اعمال کی گواہی کیسے دیں گے؟

۞ ......قیامت کے دن انسانوں کی کتنی قسمیں ہوں گی؟

۞ ......آخرت میں انسان کی کیا چیز کام آئے گی؟

۞ ......سورۂ زلزال سن کر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیوں روئے؟

اجمالی عنوانات برائے موضوعات

ایک نفسیاتی بیماری اور اس کا علاج

- ......انسان کو کون سی نفسیاتی بیماری لاحق ہوتی ہے؟
- ......کیا مال و دولت کمانے سے اسلام نے منع کیا ہے؟
- ......کیا مال و دولت کمانا بھی عبادت بن سکتا ہے؟
- ......دل کی سختی کیسے دور ہو سکتی ہے؟
- ......علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کیا ہے؟
- ......کیا انعامات الہیہ کے متعلق باز پرس ہوگی؟
- ......ایک حیرت انگیز سوچ اور اس کی اصلاح کی ضرورت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ
عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝
اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی
اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی
اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ۝

تفصیلی فہرست
خطبات شیخوپوری جلد ہشتم

صفحہ نمبر	عنوان

خیانت ایک گناہ کبیرہ ۶۹

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

صفحہ نمبر	عنوان

عنوان	صفحہ نمبر

ایک نفسیاتی بیماری اور اس کا علاج ۳۲۹

عنوان	صفحہ نمبر

ختم شد

قرآن وحدیث کی روشنی میں بڑے بڑے گناہ

ازافادات
داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن
حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب
مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞......گناہ کی تعریف اور اس کی مختلف قسمیں کون کون سی ہیں؟

۞......انبیاء علیہم السلام اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں اہلسنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے؟

۞......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی احتیاط اور ہماری سنگ دلی

۞......گناہ صغیرہ و گناہ کبیرہ کی چند مثالوں کے ذریعے وضاحت

۞......گناہوں سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟

۞......گناہ کے نقصانات اور اثرات

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَحۡدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنۡ لَّا نَبِيَّ بَعۡدَهٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَذَرُوۡا ظَاهِرَ الۡاِثۡمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَكۡسِبُوۡنَ الۡاِثۡمَ سَيُجۡزَوۡنَ بِمَا كَانُوۡا يَقۡتَرِفُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾

ظاہری اور باطنی گناہ چھوڑ دو، جو گناہ کرتے ہیں عنقریب اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔

(سورۃ الانعام آیت ۱۲۰، پ ۸)

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَلِيُّ الۡعَظِيۡمُ

میرے بزرگو اور دوستو!

آج کی نشست میں ہم بڑے بڑے گناہ سلسلہ وار کتاب وسنت کی روشنی میں بیان کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے اور آپ سب کو اور ہمارے اہل وعیال کو ہر طرح کے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔

گناہ کی اقسام

بنیادی طور پر گناہوں کی دو قسمیں ہیں عربی زبان میں ہم کہیں تو یوں کہہ سکتے ہیں ترک مامور و فعل محظور جن کاموں کو اللہ نے کرنے کا حکم دیا ہے اس کو چھوڑ دینا اور جس سے بچنے کا حکم دیا ہے اس کو کر دینا یہ ہے گناہ ترک مامور و فعل محظور۔

ہمارے مالک ورزاق نے، ہمارے سب سے بڑے محسن نے، ہمارے حقیقی معبود نے، ہم سے محبت کرنے والے اللہ نے، ماں سے زیادہ محبت کرنے والے، باپ سے زیادہ محبت کرنے والے، قبیلے سے زیادہ محبت کرنے والے، دوستوں سے زیادہ محبت کرنے والے، ان حکمرانوں سے زیادہ محبت کرنے والے، ہمارے سارے محسنوں سے محبت کرنے والے اللہ نے ہمیں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا ہے ان کو نہ کرنا اور جن سے بچنے کا حکم دیا ہے ان کو کرنا یہ ہے گناہ یہ گناہ دل سے بھی ہوسکتا ہے اور جسم سے بھی ہوسکتا ہے۔

گناہ دل سے بھی ہوتے ہیں

بعض گناہ ایسے ہیں کہ ان کا تعلق دل کے ساتھ ہے جیسے کفر اور شرک، منافقت ان کا تعلق دل کے ساتھ ہے۔ تکبر، حسد، حرص، بغض، کینہ، طمع، حب جاہ، حب مال اس طرح کے بہت سے گناہ ہیں جن کا تعلق دل کے

ساتھ ہے۔

یہ مت سمجھیں کہ گناہ صرف ہاتھوں سے ہوتے ہیں اور پیروں سے ہوتے ہیں بہت سارے گناہ جو دل سے بھی ہوتے ہیں اور بعض گناہ ایسے ہیں جو جسم سے بھی ہوتے ہیں مثلاً آنکھوں سے گناہ ہوتے ہیں، کانوں سے گناہ ہوتے ہیں، زبانوں سے گناہ ہوتے ہیں، ہاتھوں سے گناہ ہوتے ہیں ،ٹانگوں سے گناہ ہوتے ہیں تو یہ ایسے گناہ ہیں بہت سارے گناہ ایسے ہیں جن کا تعلق ہمارے ظاہری اعضاء کے ساتھ ہے۔

گناہ کی ایک قسم

گناہ کی ایک اور قسم بھی ہے یا تو گناہ ہوگا حقوق اللہ کے ضائع کرنے کا یا گناہ ہوگا حقوق العباد کے ضائع کرنے کا۔

نماز اللہ کا حق ہے، روزہ اللہ کا حق ہے، حج اللہ کا حق ہے یہ حقوق اللہ ہیں ان کو ترک کرنے سے یہ گناہ کا مرتکب اور حقوق اللہ کا ضائع کرنے والا شمار ہوگا۔

اور بہت سارے گناہ ایسے ہیں جن کا تعلق بندوں کے ساتھ ہے۔ کسی پر ظلم کرنا، ہاتھ سے ظلم کرنا، ہتھیار سے ظلم کرنا، زبان سے ظلم کرنا، گالی دینا، دل دکھانا، بہتان لگانا، غیبت اور چغلی کرنا، کسی کو تنگ کرنا، کسی کا مال دبالینا، کسی کی عزت پر دھبہ لگادینا یہ ایسے گناہ ہیں جن کا تعلق بندوں کے حقوق کے ساتھ ہے۔

گناہ کبیرہ اور گناہ صغیرہ

گناہ یا کبیرہ ہوگا یا صغیرہ۔ کبیرہ کا معنیٰ ہوتا ہے بڑا گناہ اور صغیرہ کا معنیٰ ہوتا ہے چھوٹا گناہ۔ صغیرہ ایسے ہیں کہ اللہ پاک محض اپنے رحم وکرم کی وجہ سے ہماری چھوٹی چھوٹی نیکیوں کی وجہ سے معاف فرما دیتے ہیں۔ اگرچہ بندہ توبہ نہ کرے۔

ایسے گناہ بھی ہیں کہ انسان مسجد کی طرف چل کر آتا ہے تو معاف ہوجاتے ہیں، وضو کرتا ہے تو معاف ہوجاتے ہیں، نماز پڑھتا ہے تو معاف ہوجاتے ہیں، صدقہ کرتا ہے تو معاف ہوجاتے ہیں، قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو معاف ہوجاتے ہیں، خودبخود معاف ہوجاتے ہیں۔ اللہ پاک نے ایک عجیب سسٹم بنا رکھا ہے کہ نیکیوں کی برکت سے، اعمال صالحہ کی برکت سے بغیر توبہ کئے اللہ پاک معاف فرما دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ پاک نے کشف کے ذریعہ یہ دکھا دیا بعض لوگوں کو کشف بھی ہوتا ہے۔ لیکن یاد رکھیئے کہ کشف ولایت کی کوئی لازمی علامت نہیں ہے کہ جسے کشف ہوگا تو وہ ولی ہوگا یا جو ولی ہوگا تو اسے کشف ہوگا یہ کوئی ضروری نہیں ہے۔ بعض اللہ کے بندے ایسے ہیں کہ اللہ پاک ان کو کشف عطا کرتے ہیں۔

حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا کشف

کشف کا معنی ہے کھول دینا بعض اللہ کے بندے ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ

پاک ان پر معاملے کو کھول دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کشف ہوتا تھا وہ فرماتے تھے کہ جب میں وضو کرتا ہوں تو جب میں ہاتھ دھوتا ہوں تو مجھے پتا چل جاتا ہے کہ کون سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں اور چہرے پر پانی ڈالتا ہوں تو پتہ چل جاتا ہے کہ چہرے کے کون سے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔ آنکھوں کے کون سے گناہ دھل گئے، میرے ماتھے کے کون سے گناہ جھڑ گئے اور بازو دھوتا ہوں تو پتہ چل جاتا ہے، مسح کرتا ہوں تو پتہ چل جاتا ہے۔ منہ دھوتا ہوں تو اللہ مجھے بتا دیتے ہیں کہ کون سے گناہ دھل گئے۔ تو اللہ پاک کے پاس بھی ایک رجسٹر رکھا ہوا ہے خود بخود اللہ پاک بعض نیک اعمال کی وجہ سے صغیرہ گناہ معاف کر دیتے ہیں۔

انبیاء علیہم السلام معصوم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ

ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک مرتبہ گناہ ہوگیا۔ گناہ صحابی سے بھی ہوسکتا ہے یاد رکھیں صرف انبیاء علیہم السلام پاک ہوتے ہیں۔ انبیاء سے گناہ نہیں ہوتے اسلئے کہ وہ معصوم ہوتے ہیں۔

نہ نبوت ملنے سے پہلے، نہ نبوت ملنے کے بعد اللہ ان کی حفاظت فرماتے ہیں، صحابی سے بھی گناہ ہوسکتا ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم سے گناہ ممکن تو ہے لیکن وہ اپنے گناہ پر قائم نہیں رہے ایسا نہیں کہ گناہ ہوئے، وہ کرتے رہے مسلسل اس پر ڈٹے رہے، مسلسل کرتے رہے، نہیں! ادھر گناہ ہوا ادھر سینہ میں بات گھر کرگئی، پریشان ہوگئے کیا ہوگیا مجھ سے غلطی ہوگئی، مجھ سے گناہ ہوگیا معافی

کی صورت نکل آئے ، میری پاکیزگی کی صورت نکل آئے ، میری صفائی کی صورت نکل آئے ۔تو پریشان ہوجاتے تھے۔

تو ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے گناہ ہوگیا حاضر ہوگئے یارسول اللہ! مجھ سے گناہ ہوگیا مجھے کسی طریقے سے گناہ سے پاک کردیجئے ، چند ڈنڈے مار دیجئے ، کوئی سزا دے دیجئے ، میرے جسم پر کوڑے مار دیجئے کہ میں اس گناہ کی گندگی سے پاک ہوجاؤں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیٹھو، بیٹھ گئے نماز کا وقت ہوا وہ جماعت میں شریک ہوگئے نماز پڑھ لی پھر عرض کیا یارسول اللہ! مجھے پاک کرلیجئے ، مجھے پاک کرلیجئے ، دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے۔

ہماری بے حسی وسنگدلی

ایک تو ہماری طرح سنگ دلی ہے نا کہ ساری زندگی گناہ کرتے رہے کبھی دل میں آگ نہیں لگی ، کبھی جلن نہیں ہوئی ، کبھی پریشان نہیں ہوا کیا کررہا ہوں جس مالک کا کھا رہا ہوں اسی کی نافرمانی کررہا ہوں۔

کبھی آنکھوں سے آنسو نہیں بہے، کبھی دل نرم نہیں ہوا، کبھی سجدے میں نہیں گرا، کبھی قربانی نہیں دی ، گناہ کی وجہ سے کبھی بے چین نہیں ہوا۔ایک وقت روٹی نہ ملے تو پریشان ہوجاتا ہے، تھوڑی ملے تو پریشان ہوجاتا ہے ، کمائی گھٹ جائے تو پریشان ہوجاتا ہے، تنخواہ کم ہوجائے تو پریشان ہوجاتا ہے، کاروبار نہ چلے تو پریشان ہوجاتا ہے لیکن اللہ کی نافرمانی ٦٠ سال تک

کرتا ہے تو پریشان نہیں ہوتا۔

ایسا سخت دل ہوجاتا ہے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل ایسے کہ ایمان کی وجہ سے پاک ہوگئے ایسا تزکیہ ہوگیا، ایسے چمک اٹھے کہ ان کو پتہ چل جاتا کہ کیا ہوگیا۔

مثال سے وضاحت

جیسے پاک صاف لباس ہو سفید رنگ کا، چمکتا ہوا ذرا چھوٹا سا بھی دھبہ ہوگا تو دور سے نظر آئے گا اور اگر موٹر مکینک ہو، کوئی ڈیزل کا کام کرنے والا، کوئی پیٹرول کا کام کرنے والا، کوئی گاڑیوں کو صاف کرنے والا، کوئی جمعدار دن بھر صفائی کرنے والا وہ پہلے ہی گندا ہے، تھا ہی گندا تو اس پر دھبہ کہاں سے نظر آئے گا۔ اللہ معاف فرمائے ہم میں سے بعض انسان تو ایسے ہیں کہ ان گناہ کا دھبہ تو نظر ہی نہیں آتا۔

اللہ تعالیٰ کی نوازش

صحابہ رضی اللہ عنہ کو نظر بھی آتا تھا اور پریشان بھی ہوجاتے تھے تو نماز پڑھ لی اور نماز کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! گناہ ہوگیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ہٹ جاؤ، چلے جاؤ نماز کی برکت سے اللہ نے تمہارا گناہ معاف کردیا۔ اللہ پاک نے سسٹم بنا رکھا ہے وہ رحیم وکریم ہیں، وہ رحمٰن ہیں وہ پھنسانے کے بہانے نہیں ڈھونڈتا وہ بچانے کے بہانے ڈھونڈتا ہے، وہ حیلوں

بہانوں سے معاذ اللہ! ہمیں دوزخ میں ڈالنا نہیں چاہتا وہ چاہتا ہے کہ ایسا ہوجائے کہ ہم جنت میں جانے والے بن جائیں۔

اس نے تو نوازنے کے لئے سسٹم بنا رکھا ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں کہ وضو سے ہی معاف ہوجائیں گے۔

بعض ایسے ہیں کہ فجر کی نماز پڑھیں تو عشاء سے فجر تک کے صغیرہ گناہ معاف ہوگئے ایک سسٹم بنا رکھا ہے کہ ظہر کی نماز پڑھے گا تو ظہر تک جتنے صغیرہ گناہ ہوئے ہیں اللہ نے معاف کردیئے اور عصر کی نماز پڑھی تو ظہر سے عصر تک جو گناہ ہوئے وہ اللہ پاک نے معاف کردیئے۔

تو بھائی! صغیرہ گناہ تو ایسے ہیں کہ بغیر توبہ کے ہی معاف ہوگئے اعمال صالحہ کی برکت سے۔

مگر بھائیو! شرط یہ ہے کہ ایک تو گناہ دلیر بن کر نہ کرے، دلیر نہ ہوجائے، جری ہوکر یہ سوچنے لگے کہ کیا ہوگیا، گناہ ہی تو ہے۔یعنی گناہ کی مضرت، گناہ کا نقصان، گناہ کی نحوست، گناہ کا لالچ دل میں اترے کہ یہ نقصان دہ ہے دلیر ہوکر نہ کرے، مسلسل نہ کرتا چلا جائے۔ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اصرار کرتا ہے مسلسل کرتا رہتا ہے یاد رکھیں! پھر اس کے صغیرہ گناہ نماز سے معاف نہیں ہوتے، وضو سے معاف نہیں ہوتے۔

تو یہ دو قسم کے گناہ ہیں ایک صغیرہ ایک کبیرہ۔صغیرہ چھوٹا اور کبیرہ بڑا، مگر میں نے عرض کیا کہ دلیر نہیں ہونا چاہئے۔

مؤمن کی شان

مؤمن کی شان یہ ہے کہ صغیرہ کو بھی صغیرہ نہ سمجھے، چھوٹے گناہ کو بھی چھوٹا نہ سمجھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كُلُّ مَا نُهِيَ عَنْهُ فَهُوَ كَبِيْرَةٌ

اصل بات تو یہ ہے کہ جس بات سے اللہ نے منع فرمایا اس کا کرنا کبیرہ ہے جب اللہ نے منع فرمادیا وہ مالک ہے ہمارا، خالق ہے ہمارا تو اب اس گناہ کا ارتکاب کبیرہ ہے۔

گناہِ صغیرہ کی مثال

اور ایک اللہ والے فرماتے ہیں کہ چھوٹے گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص کہے میں بڑے بچھو سے تو بچوں گا لیکن چھوٹے بچھو سے تو نہیں، تو کیا آپ اس شخص کو پاگل نہیں کہیں گے جو یہ کہے مجھے اس بچھو کی کوئی پرواہ نہیں یہ تو چھوٹا سا ہے، حالانکہ زہر تو اس کے اندر بھی ہے جیسے بڑے کے اندر زہر ہے۔

دوسری مثال صغیرہ ایسے ہیں جیسے آگ کی چنگاری اور کبیرہ ایسے ہیں جیسے آگ کا بڑا انگارہ۔ بعض اوقات چھوٹی سی چنگاری بڑی فیکٹری اور کارخانے کو تباہ کرنے کے لئے کافی ہو جاتی ہے اگر اس کی پرواہ نہ کی جائے۔

وہ سرمایہ دار یا وہ کارخانہ دار کتنا احمق ہوگا کہ جو دیکھے کہ اس کی

فیکٹری میں آگ پکڑنے والا مواد ہے، روئی کی گانٹھیں ہیں، کپڑا پڑا ہوا ہے آگ پکڑنے والا سامان بہت زیادہ ہے اور اس میں چنگاری ہے لیکن کہتا ہے کہ کوئی بات نہیں چنگاری ہے نا کچھ نہیں ہوتا۔ ارے بھائی! یہ چنگاری بھی گھر کو جلا سکتی ہے، کارخانے کو تباہ کرسکتی ہے تو اگر چنگاری کی فکر کی جائے تو اس کے نقصان سے بچا جاسکتا ہے بلکہ اگر انگارے کے بارے میں فکر کریں بڑا انگارہ بھی نقصان نہیں دے سکتا بشرطیکہ اس کے بارے میں فکر کریں لیکن اگر چنگاری کو بھی اہمیت نہ دیں اس کو کچھ نہ سمجھیں تو یہ چنگاری بھی سب کچھ راکھ بنا سکتی ہے۔

تو فرمایا کہ صغیرہ گناہوں کی مثال ایسے ہے جیسے چھوٹی سی چنگاری اور کبیرہ کی مثال ایسے جیسے بڑا سا انگارہ تو جیسے ہم دنیا میں انگاروں سے بچنے کا اہتمام کرتے ہیں اور چنگاریوں سے بھی بچنے کا اہتمام کرتے ہیں تو یونہی گناہوں کا بھی معاملہ ہے کہ صغائر سے بھی بچنے کا اہتمام کریں، کبائر سے بھی بچنے کی کوشش کریں۔

گناہ کی مضرت، گناہ کا نقصان ہمارے ذہنوں سے اتر گیا کہ بعض لوگ نفل نماز نہیں چھوڑتے ہم ان کے بارے میں جانتے ہیں۔ تہجد کا اہتمام، اشراق کا اہتمام، اوابین کا اہتمام، صبح شام کی تسبیحات کا اہتمام، ذکر کا اہتمام، ذکر کی مجلسوں کا اہتمام، خانقاہوں میں آتے جاتے ہیں نیکی کے حلقوں میں، تبلیغی حلقوں میں جڑتے ہیں لیکن گناہوں

سے باز نہیں آتے، حرام کھاتے ہیں، سود کھاتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، بدنظری میں مبتلا ہیں بہت ساری گندگیوں میں مبتلا ہیں۔ نفلی عبادتوں کا بھی بڑا اہتمام ہے۔

سب سے بڑی عبادت

جب کہ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے بڑی عبادت گناہوں کو چھوڑنا ہے اور یہ مشکل کام ہے نیکی کا کام کرنا آسان ہے اور گناہ کا چھوڑنا مشکل کام ہے۔

پرہیز کے بغیر شفاء نہیں مل سکتی

بھائی کون نہیں جانتا کہ بڑے سے بڑا حکیم اور ڈاکٹر بھی ہو اسکی دوائی سے شفا حاصل نہیں ہوسکتی جب تک کہ انسان پرہیز نہ کرے بلکہ بعض بیماریاں تو ایسی ہیں کہ دواء نہ لیں پرہیز کریں تو شفا مل جاتی ہے۔

لیکن دواء تو بڑی مہنگی استعمال کریں لیکن پرہیز نہ کریں تو بڑے سے بڑا ڈاکٹر اور مہنگی سے مہنگی دواء اس سے بھی اس کو شفا نہیں مل سکتی۔ چنانچہ جو عقلمند اور ہمدرد ڈاکٹر اور حکیم ہوتے ہیں وہ اس وقت تک علاج نہیں کرتے جب تک کہ پرہیز کرنے کا وعدہ نہ لیں تو بھائی! گناہوں سے بچنا یہ پرہیز ہے۔ گناہوں کا کرنا ایسا ہے جیسے زہر کا کھانا۔ جیسے انگاروں پر بیٹھنا، جیسے خود اپنے گھر کو آگ لگانا۔

محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں سب سے بڑی عبادت گناہ سے بچنا ہے اس کا اہتمام کریں اور حضرت خبیب بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص گناہ کو جتنا ہلکا سمجھے گا اتنا ہی بڑا وہ مجرم ہوگا تو گناہ کو کبھی ہلکا نہ سمجھیں۔

گناہ کے اثرات

اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص گناہ کا ارتکاب کرے اس کے دل پر ایک کالا نقطہ لگ جاتا ہے اگر توبہ کرلے تو توبہ کی برکت سے اس نقطے کو اللہ پاک صاف کر دیتے ہیں اور اگر توبہ نہ کرے تو نقطے لگتے چلے جاتے ہیں یہاں تک کہ پورا دل کالا ہو جاتا ہے پھر اسے نیکی اور بدی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ نیکی و بدی میں امتیاز ہی اٹھ جاتا ہے۔ دل میں سختی آجاتی ہے چنانچہ دل سخت ہو جاتا ہے دل پر کوئی چیز اثر نہیں کرتی نہ قرآنی آیات نہ نبوی احادیث۔ جنازے اٹھتا دیکھتا ہے مگر اسے اپنی موت یاد نہیں آتی ہسپتالوں میں مریضوں کو تڑپتا دیکھتا ہے لیکن اسے کبھی خیال نہیں آتا کہ میں بھی بیمار ہو سکتا ہوں ۔لوگوں پر آزمائشیں، مصیبتیں، ابتلائیں دیکھتا ہے لیکن ڈرتا نہیں کہ مجھ پر بھی کبھی ابتلا آسکتی ہے اور اللہ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر کیا کہ:

كَلَّا بَلْ سَكْتَه رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۴﴾

ان کے دلوں پر ان کے کرتوتوں کی وجہ سے زنگ لگ چکا ہے

دلوں کا زنگ آلود رہنا

ہمارے آقا ﷺ نے بھی ایک حدیث میں فرمایا دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو پانی سے زنگ لگتا ہے، جو شخص قرآن پر ایمان نہیں رکھتا ،احادیث پر ایمان نہیں رکھتا، وحی کے نظام پر ایمان نہیں رکھتا، آسمانی، تعلیمات پر ایمان نہیں رکھتا اسکی سمجھ میں یہ بات کہاں سے آئے گی کہ دل کو بھی زنگ لگ سکتا ہے، دل کو بیماری لگ سکتی ہے، ہارٹ اٹیک ہوسکتا ہے، وال بند ہو سکتے ہیں، چربی چڑھ سکتی ہے۔لیکن دل کو زنگ بھی لگتا ہے یہ حقیقت اسکے سمجھ میں نہیں آئے گی۔

لیکن جو شخص آسمانی تعلیمات پر ایمان رکھنے والا ہے اسکی سمجھ میں یہ بات آتی ہے کہ جیسے لوہے کو زنگ لگتا ہے دلوں کو بھی زنگ لگتا ہے اور جیسے لوہا، اسٹیل، سونا اور چاندی قلعی کرنے سے چمک اٹھتے ہیں اسی طرح توبہ کرنے سے دل بھی چمک اٹھتے ہیں۔

تو ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے فرمایا دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے جیسے لوہے کو پانی سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ زنگ کیسے اترے گا؟ یہ دل کیسے چمکیں گے؟ فرمایا دو چیزوں سے ذکرالموت وتلاوة القران۔ موت کو یاد کیا کرو اور دوسرا قرآن کریم کی تلاوت کیا کرو۔

مراقبہ موت کی عادت ڈالیں

میرے بھائیو! کبھی کبھار تو ایسے کرلیا کرو کبھی کبھار کچھ دیر کے لئے نظریں

بند کر کے سر جھکا لو اور تصور کرو میں مر گیا ہوں اور جنازہ اٹھایا جا رہا ہے اور لوگ پیچھے رہ گئے بیوی بھی پیچھے، بچے بھی پیچھے، دولت بھی پیچھے، رشتہ دار بھی پیچھے۔ سب چھوڑ گیا اب قبر میں سوالوں کا سامنا ہے کیا لے کر آئے ہو۔

فرشتے یہ نہیں پوچھیں گے کون سی کرنسی لے کر آئے ہو وہ تو پوچھیں گے کہ اعمال کی کرنسی لے کر آئے ہو یا نہیں؟ اللہ کے حقوق کا حق کہاں تک ادا کیا؟ نبی کے حقوق کا حق کہاں تک ادا کیا؟ تو فرمایا کہ موت کو کثرت سے یاد کرو اور قرآن کریم کی تلاوت کرو۔ دلوں کا زنگ اتر جائے گا تو بھائیو! ہمارے آقا نے فرمایا کہ گناہ کرنے سے دل پر سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ ایک نقطہ، پھر دوسرا نقطہ، پھر تیسرا نقطہ لگتے لگتے دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر دل پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

خلاصہ کلام

تو میرے عزیزو! یہ گناہ کے بارے میں بالکل مختصر باتیں تھیں میں نے چند ایک عرض کی میں ان کا خلاصہ عرض کر دیتا ہوں ان بھائیوں کے لئے جو بعد میں تشریف لائے گناہ کیا ہے؟ ترکِ مامور یعنی جن کاموں کا اللہ نے حکم دیا اِن کو چھوڑ دینا اور فعلِ محظور یعنی جس کام سے بچنے کا اللہ نے حکم دیا اس کا کر گزرنا۔

یہ گناہ دل سے بھی ہو جاتا ہے اور جسم سے بھی ہو سکتا ہے زبان سے بھی، ہاتھوں سے بھی، کانوں سے بھی، آنکھوں سے بھی، پیروں سے بھی، اس کے

علاوہ گناہ کا تعلق یا تو حقوق اللہ کو ضائع کرنے کے ساتھ ہوگا یا حقوق العباد کو ضائع کرنے کے ساتھ اور یا صغیرہ ہوگا یا کبیرہ یہ مختلف قسم کے گناہ ہیں اور جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا کہ انشاء اللہ اگلے ہر جمعہ کو کسی ایک گناہ کے بارے میں بات کریں گے۔

اور پھر دل میں خیال آرہا تھا کوئی ایسا موضوع جو خود میرے لیے بھی مفید ہو، سننے والے کے لیے بھی مفید ہو وہ خود یہاں پر منتخب کیا جائے اور اس کے حوالے سے بات کی جائے تو اللہ پاک نے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس وقت ہم سب پوری دنیا کے مسلمان ذلت میں ہیں، پستی میں ہیں، پریشانیوں میں ہیں ابتلاؤں میں ہیں اور خدا کی قسم! اپنے گناہوں کے وجہ سے ہیں۔ کیونکہ اللہ کہتا ہے:

وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ

جو بھی مصیبت آتی ہے تمہاری اپنی مصیبتوں اور کرتوتوں کی وجہ سے آتی ہیں۔ اور بہت سے کرتوت تو میں تمہارے ویسے ہی نظر انداز کر دیتا ہوں تو یہ مصیبتیں تمہاری اپنے کرتوتوں کے وجہ سے آتی ہیں۔ تو یہ پستی، یہ ابتلائیں، یہ ذلت، یہ پریشانیاں، یہ کافروں کے تسلط، یہ اسرائیل کے حملے، یہ مسلمانوں کا بہتا ہوا خون، یہ آپس کی خانہ جنگیاں، یہ گھر گھر میں لڑائیاں، یہ دلوں کے سکون کا رخصت ہو جانا، یہ مہنگائی، یہ فرقے، یہ آپس کی لڑائیاں یہ سب ہمارے گناہوں کی وجہ سے اگر ہم ان سے توبہ کرلیں تو انشاء اللہ ان

مصیبتوں سے اللہ پاک ہمیں نجات دے دے گا۔

تو سوچ سمجھ کر اس موضوع کا انتخاب کیا گیا ہم ان گناہوں میں سے صرف کبائر کا بیان کریں گے۔ اور کبیرہ گناہ بہت سارے ہیں بعض حضرات نے ان کی تعداد ۶۰ بیان کی ہیں اور بعض حضرات نے ان کی تعداد ۴۰۰ سے بھی زیادہ بیان کی ہے جیسا کہ امام حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزواجر جو لکھی ہے تو اس میں بتایا کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد ۴۶۷ ہے بہر حال ان میں سے جو نمایاں ترین کبیرہ گناہ ہیں۔ ہم انشاء اللہ سلسلہ وار بیان کرنے کی کوشش کریں گے اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو سارے گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

خیانت
ایک گناہ کبیرہ

ازافادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......امانت کی حقیت اوراس کا وسیع مفہوم
- ......آقا ﷺ کی ہر خطبہ میں اہم بات کیا ہوتی تھی؟
- ......ہر چیز کا حقیقی مالک کون ہے اور اس کا کیا حق ہے؟
- ......ہمارے پاس کیا کیا چیزیں امانت ہیں؟
- ......امانتوں کا حق کیا ہے؟ اور کیسے ادا کیا جا سکتا ہے؟
- ......امانت دار لوگوں کے حیرت انگیز واقعات

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ط اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝۲۷

(سورۃ انفال آیت ۲۷، پ ۹)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ

میرے بھائیو اور دوستو!

کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کے بارے میں آج کتاب وسنت کی روشنی میں اپنی معروضات آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں اس کا عنوان ہے خیانت اور میں نے اس عنوان پر گفتگو کے لئے خطبہ میں سورۃ انفال کی آیت نمبر ۲۷ کی تلاوت کی ہے۔

جس کا مفہوم ہے اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور اس کے رسول

اللہ ﷺ کے معاملے میں اور آپس کی امانتوں میں، اپنی امانتوں میں، بھی خیانت نہ کرو اور حال یہ ہے کہ تم جانتے بھی ہو۔

آیتِ کریمہ کا شانِ نزول

یہ آیت کریمہ اس وقت نازل ہوئی جب غزوۂ خندق کے بعد مسلمانوں نے حضور ﷺ کی قیادت میں یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کا محاصرہ کرلیا، محاصرہ کا سلسلہ تقریباً پچیس دن تک جاری رہا۔ تنگ آکر یہودیوں نے مسلمانوں سے خود درخواست کی کہ ہمارے پاس ہمارے حلیف قبیلہ اوس کے کچھ فرد کو بھیجا جائے تاکہ ہم اس کے ساتھ مذاکرات کے بعد قلعوں کے دروازے کھول دیں۔

چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے صحابی حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ جو کہ بنو قریظہ کے حلیف میں تھے ان کے پاس مذاکرت کے لئے بھیجا، حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر یہودیوں کے سارے مرد، ساری عورتیں اور سارے بچے آہ و بکا کرنے لگے۔ ان کے رونے دھونے کو دیکھ کر حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ متاثر ہوگئے۔

یہودیوں نے ان سے پوچھا کہ اگر ہم قلعوں کے دروازے کھول دیں تو ہمارے ساتھ مسلمان کیا معاملہ کریں گے؟ تو حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے گردن کی طرف اشارہ کرکے گویا کہ یہ بتا دیا کہ تمہیں قتل کردیا جائے گا یہ مسلمانوں کے آپس کی راز کی بات تھی۔

یہ نبی اکرم ﷺ کا ایک خفیہ مشورہ تھا جسے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے ظاہر کر دیا۔ پھر فرماتے ہیں کہ ابھی میرے قدم وہاں سے ہٹے بھی نہیں تھے کہ مجھے احساس ہوا کہ میں نے خیانت کی ہے، مجھے راز کی بات نہیں بتانی چاہئے تھی۔ چنانچہ انہوں نے اپنے آپ کو مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ باندھ دیا اور یہ عہد کرلیا کہ جب تک حضور اکرم ﷺ اپنے دست مبارک سے میری رسیاں نہیں کھولیں گے میں یہاں سے نہیں ہٹوں گا اور نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔

چنانچہ کئی دن وہ مسجد نبوی کے ستون کیساتھ بندھے رہے یہاں تک کہ ان کی توبہ قبول ہوئی اور حضور اقدس ﷺ نے ان کی رسیاں اپنے مبارک ہاتھوں سے کھول دیں اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ

(سورۃ انفال آیت ۲۷، پ ۹)

اے ایمان والو! اللہ کے ساتھ بھی خیانت نہ کرو اللہ کے رسول کے ساتھ بھی خیانت نہ کرو، آپس میں بھی ایک دوسرے کی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ اگرچہ یہ آیت خاص شان نزول کے پس منظر میں نازل ہوئی ہے۔

قرآنی آیات کا حکم

لیکن مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کوئی بھی آیت اپنے واقعہ

نزول، محلِ نزول اور شانِ نزول کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ اس کا حکم عام ہے۔ یعنی یہ حکم صرف حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں تھا کہ تم خیانت نہ کیا کرو بلکہ یہ حکم قیامت تک آنے والے سارے مسلمانوں کے لئے ہے کہ "تم خیانت نہ کیا کرو"۔

چنانچہ آپ دیکھیں کہ اس میں جمع کا کلمہ استعمال ہوا:

لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ

(سورۃ انفال آیت ۲۷، پ ۹)

آپس کی امانتوں میں بھی خیانت نہ کیا کرو

یعنی یہ حکم صرف خاص قسم کی امانتوں کے لئے نہیں بلکہ ہر قسم کی امانتوں کو شامل ہے۔ تمہاری امانتوں میں کسی بھی امانت میں تم خیانت کا ارتکاب نہ کیا کرو۔ اس لئے کہ خیانت کرنا مسلمان کی شان نہیں ہے یہ تو منافق کی علامت ہے۔

منافق کی علامات

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔ سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا؛

منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور اس کے پاس جب کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرتا ہے، تو خیانت کرنا مسلمان کی شان نہیں بلکہ منافق کی علامت ہے۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو بچنے کا حکم دیا۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی دُعا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنَ الْجُوْعِ فَاِنَّهٗ بِئْسَ الضَّجِيْعُ وَمِنَ الْخِيَانَةِ بِئْسَتِ الْبَطَانَةِ

اے اللہ! میں تیری پناہ مانگتا ہوں خیانت سے، بھوک سے، غربت سے، انتہا قسم کے فقر و فاقہ سے، بھوک بہت برا ساتھی ہے اور خیانت بہت برا رازدان ہے، بہت برا دوست ہے تو ان دونوں چیزوں سے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی۔

بھوک سے بھی اللہ کی پناہ مانگی اور خیانت سے بھی اللہ کی پناہ مانگی اور اپنی امت کو بھی پناہ مانگنے کا حکم دیا۔

ہر خطبے میں ایک اہم بات

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً ہر خطبہ میں، ہر تقریر میں ارشاد فرمایا کرتے تھے۔آپ اندازہ کیجئے! ایک ہی بات لیکن اپنے ہر خطبہ میں تقریباً ارشاد فرماتے تھے۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اگر کوئی مقرر، کوئی خطیب، کوئی واعظ ہر ہفتہ ہر بیان میں ایک ہی بات کو بار بار دہرائے تو سننے والے اکتاہٹ کا شکار ہو سکتے ہیں کہ کیا ہر دفعہ ایک ہی بات کہنا ضروری ہے لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہمیت کی وجہ سے اپنے تقریباً ہر خطبے میں یہ بات فرمایا کرتے تھے کہ:

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

جس کے اندر امانت کی صفت نہیں اس کا ایمان کامل نہیں ہے اور جس کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں اس کا دین کامل نہیں ہے۔آپ ﷺ تقریباً ہر خطبہ مین یہ فرماتے تھے۔جس کے اندر امانت کی صفت نہیں وہ خیانت کرنے والا ہے تو اس کے ایمان کا اعتبار نہیں،اس کا ایمان کامل نہیں ہے اور جس کے اندر ایفائے عہد کی صفت نہیں اس کا دین کامل نہیں ہے۔

میرے بزرگو اور دوستو!

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ آیت تو خاص واقعہ کے تحت نازل ہوئی لیکن اس کا مفہوم بہت وسیع ہے۔اللہ پاک نے مسلمانوں کو ہر قسم کی خیانت سے بچنے کی تلقین کی ہے۔ساری امانتوں میں خیانت نہ کرو کسی بھی امانت میں خیانت نہ کرو۔

امانت کی حقیت

امانت کیا ہے؟ ہر وہ چیز جس کے ساتھ کسی کا حق متعلق ہو اور جس کی حفاظت کرنا اور ۔ ۔ مت کو ادا کرنا لازم ہو،اس کو امانت کہتے ہیں۔ ہر وہ چیز جس کے ساتھ کسی کا حق متعلق ہو اور جسے مالک کے حوالے کرنا اور اس کی طرف سے اس کی حفاظت کرنا لازم ہو امانت ہے۔

امانت کا وسیع مفہوم

جب ہم اس مفہوم کو اپنے سامنے رکھتے ہیں تو بات سمجھ میں آتی ہے کہ

امانت کا دائرہ بڑا وسیع ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے حقیقت میں امانت ہے۔ایک مسلمان کی زندگی یہ اس کے پاس اللہ کی ایک امانت ہے، عالم کے پاس علم یہ امانت ہے، والدین کے پاس اولاد یہ امانت ہے، کسی مالدار کے پاس مال و دولت یہ ایک امانت ہے، کسی ذہین انسان کے پاس ذہنی صلاحیت اللہ کی امانت ہے اور کسی عہدے دار کے پاس عہدہ اور منصب یہ ایک امانت ہے۔اور کسی حکمران کے پاس اقتدار یہ امانت ہے۔ ہمارے پاس جو بھی کسی کا حق موجود ہے۔جس کی حفاظت ہماری ذمہ داری ہے۔اور اسے مالک کو ادا کرنا لازم ہے، یہ بھی امانت ہے ان ساری امانتوں کا خیال کرنا، ان کی حفاظت کرنا اور مالک کو اس کے حوالے کرنے کی کوشش کرنا، اور اس میں کسی بھی قسم کی خیانت کرنے سے بچنا یہ مسلمانوں پر لازم ہے۔

ہر چیز کا مالک اللہ ہے

ہماری پوری زندگی یہ اللہ کی امانت ہے یہ زندگی ہماری نہیں ہے، یہ میرے پاس زندگی ہے یہ میری نہیں ہے، آپ کے پاس یہ زندگی ہے، یہ زندگی آپ کی نہیں ہے یہ دن، یہ راتیں، یہ ہفتے، یہ سال، یہ ہمارے نہیں ہیں یہ ہمارے اللہ کے ہیں۔

یہ ہماری سانس کی آمدورفت، یہ دل کا دھڑکنا یہ زندگی کی رفتار کا قائم رہنا، یہ نبض کا چلتے رہنا یہ ہماری ملکیت نہیں ہے ہم اس کے مالک نہیں ہیں۔
ہم تو اپنی مرضی سے ایک سانس بھی باہر نہیں نکال سکتے اور ایک سانس

اندر نہیں ڈال سکتے ، ایک لمحہ ، ایک دن اپنی مرضی سے زندہ نہیں رہ سکتے ، ایک منٹ بھی ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ جو کچھ ہے اللہ کی امانت ہے ، اس امانت کا حق یہ ہے کہ زندگی کے شب و روز اس کے ہفتہ اور مہینے اور اس کے سال اسی طریقے سے گزاریں جائیں جس طریقے سے گزارنے کا حکم یہ زندگی دینے والے نے دیا ہے۔ اگر ہم اس طریقے سے یہ ہفتے اور دن اور راتیں نہیں گزارتے تو ہم خیانت کا ارتکاب کر رہے ہیں۔

اسی طریقے سے صاحب اولاد ہونا یہ ایک امانت ہے ، یہ اللہ کی مرضی ہے وہ جسے اولاد دے اور جسے چاہے اولاد نہ دے۔ وہ جسے چاہے لڑکے اور جسے چاہے لڑکیاں اور جسے چاہے دونوں عطا کردے۔ یہ اولاد اس کے پاس امانت ہے اور امانت کا مفہوم اگرچہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے واقعہ سے ہمیں بہت اچھی طرح سمجھ میں آتا ہے۔ ان کے بارے میں آتا ہے۔

وہ مشہور صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دس سال تک خادم رہے ، جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل ہوا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا تو انہوں نے شادی کرلی حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے پیدا ہوئے تھے حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے۔

ان کا ایک مشہور واقعہ حدیث کی کتابوں میں آتا ہے کہ انہوں نے ایک طوطا پالا ہوا تھا یا ایک چڑیا تھی یا کوئی پرندہ پال رکھا تھا۔ اتفاق سے پرندہ

مر گیا۔اور جب حضرت ابو عمیر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دل لگی کے لیے، انھیں چھیڑنے کے لئے، ان کا غم ہلکا کرنے کے لئے فرمایا کرتے تھے۔

یَآ اَبَا عُمَیْرٍ! مَافَعَلَ النُّغَیْرُ؟

اے ابوعمیر! تیرے نغیر کا کیا بنا؟ یہ نغیر کہاں گیا؟ اب یہ چھوٹا سا واقعہ ہے۔لیکن غالباً محدثین نے اس واقعہ سے سو کے قریب مسائل اخذ کئے ہیں۔جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ثابت ہوا کہ پرندے کا پالنا، پنجرے میں رکھنا جائز ہے۔

یہ ثابت ہوا کہ بچے کے لئے کنیت رکھنا ابوعمیر وغیرہ یہ جائز ہے۔یہ بھی ثابت ہوا کہ بچے کے ساتھ شرعی حدود کی رعایت کرتے ہوئے مذاق کرنا، دل لگی کرنا یہ جائز ہے، عجیب وغریب مسائل محدثین نے اخذ کئے ہیں۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ کی عقلمندی

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ ابوعمیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے اتفاق سے حضرت ابوعمیر رضی اللہ عنہ کا بھی انتقال ہوا۔جب ان کا انتقال ہوا تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سفر میں تھے ان کی اہلیہ نے بچے کو نہلایا، کفن پہنا دیا اور چارپائی پر لٹا دیا۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ واپس آئے وہ روزے سے تھے اور تھکے ہوئے تھے تو انہوں نے ان کو بتایا ہی نہیں کہ آپ کے بیٹے کا انتقال ہو چکا ان کو

کھانا کھلا دیا اور رات کو آرام کرنے دیا۔صبح جب اٹھے تو ایمانی انداز میں ان سے سوال کیا کہ اے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ! مجھے یہ بتاؤ کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ واپس لے لے تو کیا ہمیں حق ہے کہ ہم اس کے واپس مانگنے سے ناراض ہوں۔ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں ہے۔

تو پھر کہا ابوطلحہ! وہ جو ابوعمیر رضی اللہ عنہ تھے ہمارا لختِ جگر، ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک ہمارے دل کا ٹکڑا، ہمارے پاس اللہ کی امانت تھا اور اللہ نے اپنی امانت واپس لے لی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو افسوس ہوا کہ مجھے رات کو کیوں نہیں بتایا؟ میں نے گھر میں رات ایسے گزاردی کہ جیسے گھر میں کوئی واقعہ پیش ہی نہیں آیا؟ اور ادھر میرا بیٹا انتقال کر چکا۔

انہوں نے جا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ بتایا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اہلیہ کی عقل مندی اور دانشمندی کی تعریف فرمائی۔اور دعا کی اے اللہ! ان کو نیک اولاد عطا فرما۔اللہ اکبر!

حضور نے دعا کی وہ رات جو انہوں نے اپنی اہلیہ کے ساتھ گزاری تھی اور اہلیہ نے دانش مندی کا ثبوت دیا تو اس کے نتیجے میں اللہ پاک نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا بیٹا عطا کیا۔جنہیں اللہ نے نو بیٹے قرآنِ کریم کے حافظ، عالم، قاری عطا فرمائے۔

اولاد اللہ تعالیٰ کی امانت

تو عرض کر رہا تھا کہ ان کے واقعے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے اولاد امانت ہے۔میرے بھائیو! یہ اولاد ہماری نہیں یہ اولاد اللہ کی امانت ہے، اللہ کی دین ہے، ہم اس امانت کی ادائیگی تو نہیں کر سکتے جبکہ اس امانت کی تربیت، اولاد کی تربیت اس طریقے سے کریں جس طریقے سے اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے اور اگر ایسے نہیں کرتے تو ہم اس امانت میں خیانت کا ارتکاب کرتے ہیں۔

اولاد کا سب سے بڑا حق

سب سے بڑا حق اولاد کا وہ جو اللہ نے بیان فرمایا:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا

اے لوگو! اپنے آپ کو بھی اور اپنی اولاد کو بھی آگ سے بچاؤ آگ سے بچانے کا اہتمام کرو

آقا ﷺ نے فرمایا کہ انسان جو کچھ اپنی اولاد کو دیتا ہے اُن میں سے بہترین چیز جو وہ اپنی اولاد کو دیتا ہے وہ نیک تربیت ہے۔

تو دینی نہج پر اولاد کی تربیت یہ امانت کی ادائیگی ہے اور اولاد کو دینی علم سے محروم رکھنا، مدرسہ سے محروم رکھنا، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے طریقوں سے محروم رکھنا یہ امانت میں خیانت ہے۔اس کا مطلب یہ نہیں ہے

کہ اپنی ساری اولاد کو حافظ، قاری، عالم، محدث مفسر بنانا یہ فرض اور واجب ہے، نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں ہے۔ لیکن اپنی اولاد کو دین کا ضروری علم دینا، قرآن و حدیث کی ضروری تعلیم دینا یہ ہم سب پر لازم ہے، ہر مسلمان پر لازم ہے۔ بچہ ڈاکٹر بنے، انجینئر بنے، وہ سائنسدان بنے، وہ پائلٹ بنے وہ کچھ بھی بنے۔ لیکن سب سے پہلے وہ مسلمان بنے اس کے پاس دین کا ضروری علم ہونا یہ ضروری ہے اور یہ والدین کی ذمہ داری ہے۔

علم بھی ایک امانت ہے

عالم کے پاس یہ علم امانت ہے وہ عالم جو علم پر خود عمل نہیں کرتا یا وہ عالم جو علم کو چھپا چھپا کر رکھتا ہے دوسروں کو نہیں بتاتا وہ عالم علم کی امانت میں خیانت کا مرتکب ہوتا ہے۔

اور آقا ﷺ نے فرمایا" کہ جس عالم سے دین کے کسی مسئلے کے بارے میں سوال کیا گیا اس نے حق بات کو چھپا دیا، دینوی مصلحت کی خاطر، دولت کی خاطر، تاکہ کوئی ناراض نہ ہو جائے اس خاطر بات کو چھپا دیا" تو فرمایا کہ قیامت کے دن اس کو آگ کی لگام ڈالی جائے گی عالم کے پاس علم یہ امانت ہے۔

عہدہ بھی امانت ہے

صاحب منصب کے پاس عہدہ اور منصب یہ امانت ہے اللہ اکبر!

آقا ﷺ نے فرمایا! کہ جب نااہلوں کو عہدے دیئے جائیں تو پھر

قیامت کا انتظار کرو:

اِذَا وُلِّیَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَهْلِهٖ فَانْتَظِرِ السَّاعَةَ

کہ جب نا اہلوں کو عہدے اور منصب دیئے جائیں تو پھر قیامت کا انتظار کرو۔

ایک حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا!

کہ جو نا اہل کو عہدہ دیتا ہے وہ ملعون ہے" اہل تو محروم ہے اور نا اہل کو عہدے دیئے جائیں۔فرمایا کہ ملعون اور ایسا ملعون کہ آقا ﷺ نے فرمایا نہ اس کا فرض قبول ہوتا ہے نہ اس کا نفل قبول ہوتا ہے حتیٰ کہ وہ دوزخ میں جا گرتا ہے، وہ عہدہ اور منصب جو اللہ نے دیا اول تو اہل کو عہدہ اور منصب دینا ہے اور پھر جس کو عہدہ اور منصب دیا جائے اس پر لازم ہے کہ وہ اس عہدے اور منصب کا خیال کرے اور اس کا حق ادا کرے۔

بڑا عہدہ بڑی ذمہ داری

اور یاد رکھیئے! جتنا بڑا عہدہ اتنی ہی بڑی ذمہ داری اور قیامت کے دن اتنی ہی سخت مئولیت۔اگر میں چار افراد پر نگراں ہوں یا میں دس افراد کے اوپر نگران ہوں تو مجھ سے قیامت کے دن ان چار یا دس افراد کے بارے میں سوال کیا جائے گا جو سو افراد کا نگران ہے، اس سے سو افراد کے بارے میں سوال جو لاکھوں پر ذمہ دار ہے اس سے لاکھوں افراد کے بارے میں سوال، اور جو کروڑوں پر نگران ہے اس سے کروڑوں کے بارے میں سوال ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خوفِ خدا

اللہ اکبر! ایسے ہی نہیں فرمادیا تھا سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (یہ قول ان کی طرف سے منسوب ہے واللہ اعلم بالصواب۔ اپنی ذمہ داری کو بیان کرتے ہوئے فرمایا) کہ انسان تو انسان اگر کتا بھی نیل کے کنارے بھوکا مرگیا تو مجھے ڈر ہے کہ قیامت کے دن اللہ مجھ سے سوال نہ کرلیں کہ حکومت تمہاری تھی ایک کتا بھی کیوں بھوکا مرا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو رہتے تھے مدینہ منورہ میں اور فرمارہے ہیں نیل کے بارے میں جو کہ مصر میں ہے یہ آج کل کا زمانہ نہیں تھا، آج تو دنیا میں ذرائع ابلاغ نے پوری دنیا کو ایک گاؤں میں تبدیل کرکے رکھ دیا۔

اب تو دنیا سمٹ چکی

آج کے حکمرانوں کے لئے پورے ملک کی نگرانی کرنا یہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ مختلف ذرائع ابلاغ، اخبارات کے ذریعہ عوام کے حالات سامنے آتے ہیں ریڈیو کے ذریعہ، ٹی وی کے ذریعہ، انٹرنیٹ کے ذریعہ، ٹیلیفون کے ذریعہ، موبائل کے ذریعہ پل پل کی خبریں منٹوں میں بادشاہ تک پہنچ سکتی ہیں آج تو بہت آسان ہوگیا ہے وہ دور تھا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کہ بعض اوقات خبر پہنچتے پہنچتے مہینے لگ جاتے تھے لیکن اس کے باوجود فرمارہے ہیں کہ مجھے ڈر ہے قیامت کے دن مجھ سے سوال کیا جائے۔ اللہ اکبر! اللہ اکبر!

ایک بڑھیا کا مشہور واقعہ

وہ بڑھیا کا مشہور واقعہ جب ایک بڑھیا بچوں کی بھوک کو برداشت نہ کرسکی بچوں کو بہلا رہی تھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو چکر لگاتے ہوئے بڑھیا کے پاس جا پہنچے پوچھا کہ ان بچوں کو چپ کیوں نہیں کراتی؟ کہا کہ کچھ کھلانے کے لئے نہیں ہے بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ جب بھوک سے روتے ہیں تو امیرالمؤمنین کو کیوں نہیں بتاتی؟ بڑھیا نے کہا کیا امیرالمؤمنین کو خود ہماری حالت کا پتہ نہیں ہے؟ خود انہیں ہمارے حالات کے بارے میں خبر لینی چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اتنی بڑی حکومت میں امیرالمؤمنین کو کیسے خبر ہوسکتی ہے اللہ اکبر۔ اس بڑھیا نے عجیب جواب دیا، کہنے لگی کہ "چرواہا ہو اور اسے اپنے بھیڑ، بکریوں کے بارے میں پتا ہی نہ ہو وہ کیسا چرواہا ہے؟ جسے اپنی رعایا کے بارے میں پتہ نہیں ہے"۔ وہ کیسا امیرالمؤمنین ہے جسے اپنی عوام کے بارے میں خبر نہیں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کا یہ جواب سن کر تڑپ اٹھے اور اپنے آپ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: اے عمر! تجھ سے زیادہ تو یہ بڑھیا جانتی ہے کہ تیری ذمہ داری کیا ہے؟ بعض اوقات حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر بھوکا رکھتے تاکہ پتہ چلے کہ بھوک کیا چیز ہے؟ فرماتے ہیں کہ مجھے اس وقت تک عوام کی تکلیف کا پتہ نہیں چل سکتا جب تک کہ مجھ پر وہ کچھ نہ بیتے جو عوام پر بیت رہی ہے اللہ اکبر!

احساس کیسے ہوگا؟

ہمارے حکمران ٹھنڈے گھروں میں رہتے ہیں، ٹھنڈے محلات میں رہتے ہیں، ٹھنڈی گاڑیوں میں، ٹھنڈے ہوائی جہاز میں سفر کرتے ہیں انہیں کیا پتہ کہ مئی، جون، جولائی میں جب دوپہر کی گرمی میں سورج آگ برساتا ہے تو خیموں کے نیچے رہنے والے لوگوں کی زندگی کا حال کیا ہوگا؟

جنہیں بھوک لگانے کے لئے گولیاں کھانی پڑتی ہوں نہیں کیا پتہ کہ بھوک کیا چیز ہے؟ جن کے بچے منہ میں سونے کے چمچ لے کر پیدا ہوئے ہوں تو انہیں کیا پتہ جب بچے بھوک سے بلکتے ہیں تو ماں باپ پر کیا گزرتی ہے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے چھوٹے بیٹے کو دیکھا تربوز کھا رہا تھا اب ذرا سوچیے تربوز کیا چیز ہے؟ مدینہ منورہ میں تربوز بہت ہوتا ہے۔ تربوز کھا رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ میں قحط تھا، تربوز چھین لیا اور فرمایا کہ نبی کی امت بھوکی مر رہی ہے اور تم تربوز کھا کر مزے اڑا رہے ہو؟

آج ہمارے لئے شرم کی بات ہے بھائیو شرم کی بات! میں نے اس گزشتہ ہفتے کے کالم میں لکھا کہ پتہ نہیں ہمارے حکمران قیامت کو بھی مانتے ہیں یا نہیں مانتے کہ قیامت کے دن سوال ہوگا۔

نبی کی امت بھوکی مر رہی تھی پچیس لاکھ انسان گھر سے بے گھر تھے اور خیموں میں زندگی گزار رہے تھے اور تم امریکہ میں بیٹھ کر رقص کرنے وا۔۔ پر ہزاروں ڈالر نچھاور کر رہے تھے۔ شرم کی بات ہے۔ اخبارات

میں یہ خبر آئی اور ابھی تک کسی کو تکلیف بھی نہیں ہوئی۔ ہمارا سرکاری وفد جب بھیک مانگنے کے لئے، امداد مانگنے کے لئے، امریکہ کے دورے پر تھا تو خبر آئی کہ نیویارک کی ایک رات میں ایک کلب کے اندر ناچ گانے کی محفل میں بھارتی رقصاؤں پر ہزاروں ڈالر نچھاور کردیئے، گئے بھیک مانگنے، امداد مانگنے والے وہاں ناچ گانوں کی محفل پر ڈالر نچھاور کررہے ہیں۔کون امداد کرے گا ان ظالموں کی، ان سنگدلوں کی؟

ہماری ذمہ داری

میرے بھائیو! میں عرض کررہا تھا کہ یہ جو کچھ ہے یہ اللہ پاک کی امانت ہے اور امانت کی ادائیگی لازم اور امانت میں خیانت کرنا حرام ہے۔ پچھلے جمعہ بھی عرض کیا تھا آج بھی گزارش کررہا ہوں کہ سوات میں جو لوگ بے گھر ہوئے ہیں کیسے ہوئے؟ کیوں ہوئے؟ کس کا قصور ہے؟ میں اس بحث میں نہیں پڑھتا؟ لوگ اس قسم کا تجسس چھیڑ دیتے ہیں میں تو اتنا جانتا ہوں نبی ﷺ کے ماننے والے، کلمہ پڑھنے والے، گھر سے بے گھر ہیں اور اس وقت ایک ایک روٹی کے محتاج ہیں۔ اور پانی کے ایک ایک گلاس کے محتاج ہیں۔ درخت کے چھوٹے چھوٹے سایوں کے محتاج ہیں۔ ایک ایک تختہ اور پتے کے محتاج ہیں۔ جو کروڑوں میں کھیلتے تھے آج وہ خود مانگنے کو کھڑے ہیں جو ہماری امداد اور تعاون کے مستحق ہیں۔

ہم میں سے ہر ایک پر لازم ہے کہ اپنی استطاعت اور اپنی طاقت کے

مطابق ان کے ساتھ تعاون کریں۔ جو دس روپے دے سکتا ہے وہ دس، اور جو دس ہزار روپے دے سکتا ہے وہ دس ہزار دے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن وسنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جھوٹ

ایک گناہ کبیرہ

از افادات

داعیٔ قرآن، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞ ......جھوٹ کی کتنی صورتیں ہیں؟

۞ ......سب سے بڑا جھوٹ کیا ہے؟

۞ ......جھوٹ کی مختلف صورتوں پر وعیدیں۔

۞ ......من گھڑت روایات کا رواج اور اس سے بچنے کی ترغیب۔

۞ ......جھوٹ سے بچنے کے لیے محتاط اور بہتر طریقہ کیا ہے؟

۞ ......سچ کی برکتیں اور سچے لوگوں کا مقام کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ لَّا نَبِيَّ بَعْدَهٗ :

اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾

(سورۃالھود آیت ۱۸، پ ۱۲)

اٰمَنْتُ بِاللّٰهِ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ

میرے بزرگو اور دستو!

کبیرہ گناہوں کا سلسلہ وار بیان چل رہا ہے۔ آج جھوٹ کے حوالے سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمودات آپ کے سامنے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جھوٹ کی تین صورتیں

جھوٹ کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ ہے۔ جھوٹ کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

ا۔ جھوٹ کی سب سے پہلی صورت اللہ پر جھوٹ بولنا ہے۔ اللہ پاک کی طرف ایسی بات کی نسبت کی جائے جو اللہ پاک نے نہیں فرمائی ہو۔ اور اللہ کے لئے کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ حالانکہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

سب سے بڑا جھوٹ اور اس کی مختلف صورتیں

بلکہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سب سے بڑا ظلم اور سب سے بڑا گناہ ہے۔ کئی جگہ اللہ نے فرمایا:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ (سورۃ الزمر آیت ۳۲، پ ۲۴)

اس سے بڑا ظالم کون ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ

(سورۃ الھود آیت ۱۸، پ ۱۲)

اس سے بڑا ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ گھڑتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ (سورۃ الھود آیت ۱۸، پ ۱۲)

یہ وہ لوگ ہیں جن کو اپنے رب کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ اور گواہی دینے والے گواہی دیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب پر جھوٹ بولا تھا:

اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۸ (ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے)

تو اللہ پر جھوٹ بولنے کی مختلف صورتیں ہیں۔ اللہ کی طرف ایسی بات کی نسبت کر دینا جو اللہ نے نہیں فرمائی یہ بھی جھوٹ ہے۔ ایسی چیز کو فرض قرار دے دینا جو فرض نہیں ہے یہ بھی جھوٹ ہے۔ اور ایسی چیز کو حرام قرار دے دینا جو اللہ نے حرام نہیں کی یہ بھی جھوٹ ہے۔

اور اللہ کا شریک ٹھہرا دینا حالانکہ اللہ نے اپنا کوئی شریک بنایا ہی نہیں، لہذا یہ بھی جھوٹ ہے۔ اور کسی ایسے کو اللہ کا نبی کہہ دینا جس کو اللہ نے نبی بنایا ہی نہیں یہ بھی جھوٹ ہے۔ اور ایسے نبی کا انکار کر دینا جس کو اللہ نے نبی بنایا اور یہ کہہ دینا کہ تمہیں اللہ نے نبی بنایا ہی نہیں، اللہ نے تو وحی نازل ہی نہیں کی۔ تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ تو اللہ پر جھوٹ کی یہ مختلف صورتیں ہیں۔

جھوٹ کی دوسری صورت اور اس پر وعیدیں

دوسری صورت رسول ﷺ پر جھوٹ بولنا ہے یعنی حضور ﷺ کی طرف ایسی بات کی نسبت کر دینا جو حضور ﷺ نے فرمائی ہی نہیں۔ کسی عام انسان کی بات کو حضور ﷺ کی حدیث کہہ دینا یہ جھوٹ ہے۔ اتنا بڑا جھوٹ ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ حَدَّثَ عَنِّيْ حَدِيْثًا فَهُوَ يَرَىٰ اَنَّهُ كَذِبٌ فَهُوَ مِنْ اَحَدِ الْكَاذِبِيْنَ

فرمایا کہ جو شخص میری طرف کسی ایسی حدیث کی نسبت کرتا ہے جو میں

نے کہی نہیں اور وہ جانتا بھی ہے کہ یہ جھوٹ ہے تو وہ دو جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ جس نے اس کو وہ غلط اور من گھڑت حدیث سنائی وہ بھی جھوٹا اور جو آگے بیان کرتا ہے وہ بھی جھوٹا۔

یہاں تک فرمایا اللہ کے نبی ﷺ نے:

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّداً فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے تو اسے اپنا ٹھکانہ دوزخ بنالینا چاہیے۔

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے، کسی بزرگ کے قول کو، کسی عالم کے قول کو، کسی ولی اللہ کے قول کو، کسی صحابی کے قول کو حضور اکرم ﷺ کی حدیث بتا دیتے ہیں حالانکہ یہ بہت بڑا جھوٹ ہے۔

اگرچہ وہ بات نیک ہی کیوں نہ ہو، وہ بات نیکی کی دعوت دینے والی کیوں نہ ہو۔ مگر حضور ﷺ کی طرف اس کی نسبت کر کے بیان کرنا یہ جھوٹ اور بہت بڑا گناہ ہے۔

مثال سے وضاحت

مثال کے طور پر معاذاللہ میں اپنی طرف سے بیان کر کے کہہ دوں۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا!

کہ جو شخص بے وضو نماز پڑھ لے وہ سو سال تک جہنم میں جلے گا۔ اب بے وضو نماز پڑھنا گناہ ہے۔ جان بوجھ کر کوئی شخص بے وضو نماز پڑھے تو اس نے گناہ کیا۔

لیکن اگر میں نے اپنی طرف سے ڈرانے کے لئے کہہ دیا کہ سو سال تک جہنم میں جلے گا اور کہہ دوں کہ یہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو یہ جھوٹ ہوگا اور بہت بڑا گناہ ہوگا۔ حالانکہ لوگ اس قول کو سن کر کانپ جائیں گے۔ اور بے وضو حالت میں نماز پڑھنے سے توبہ کرلیں۔ اور ناپاکی کی حالت میں مسجد میں آنے سے توبہ کرلیں، باز آجائیں۔ لیکن میں نے جھوٹ بول کر دوزخ کمائی۔

آج کل کی وباء

آج کل موبائل کی وباء عام ہے اللہ مسلمانوں کو ہدایت دے موبائل کی گھنٹیاں بجتی رہتی ہیں ہر مسجد کے اندر لکھ کر بھی لگایا ہے لیکن مسلمان پڑھتا ہی نہیں، پڑھتا ہے تو توجہ ہی نہیں کرتا۔ اعلان ہو رہا ہے ہر مسجد میں اعلان ہوتا ہے۔ پہلے تو یہ اعلان ہوتا تھا کہ بھائی صفیں سیدھی کرلیں، اب تو ساتھ یہ بھی کہنا پڑتا ہے بھائی! موبائل فون بند کرلیں۔

اب مسجد کے اندر موبائل کی گھنٹیاں بجنا بڑا سخت گناہ ہے، یقین کریں مجھے تو ڈر لگتا ہے کہیں اللہ کا عذاب نازل نہ ہوجائے اس گناہ پر کہ مسجد کے اندر میوزک بج رہا ہے، غلیظ قسم کے گانے لوگوں نے لگائے ہوئے ہیں مسجد کے اندر نماز کے دوران گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ اب اس گناہ سے بچانے کے لئے اگر خدانخواستہ میں اپنی طرف سے حدیث بیان کردوں کہ معاذ اللہ! اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ مسجد کے اندر جس کے موبائل کی گھنٹی بجی اس

پر آسمان سے بجلی نازل ہوگی۔ اب لوگوں کو روکنے کے لئے میں یہ کہوں تو یہ گناہ ہوگا، جھوٹ ہوگا چونکہ نیکی کے کام کے لئے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ نیکی کی دعوت دینے کے لئے، گناہ سے لوگوں کو روکنے کے لئے بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ کی طرف نسبت کرنا اور اللہ کی طرف نسبت کرنا یہ تو بہت بڑا ظلم ہے، بہت بڑا گناہ ہے۔

من گھڑت روایات کا رواج

ہمارے معاشرے میں بے شمار من گھڑت اور بے حقیقت روایتیں چلتی ہیں۔ اور لوگ بڑے دھڑلے سے کہہ دیتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا حدیث میں یہ آیا مثلاً ہم بچپن میں بعض لوگوں سے یہ سنتے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے یہ فرمایا کہ چودھویں صدی میں قیامت آئے گی، ہم انتظار کرتے رہے چودھویں صدی تو گزر گئی پندرھویں صدی شروع ہوگئی۔ قیامت تو نہیں آئی۔

تندوری روایتیں

تو بعض لوگوں نے جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں اپنی طرف سے بنا رکھی ہیں۔ ہمارے استاد ایسی من گھڑت اور خود ساختہ روایتوں کو تندوری روایتیں کہتے تھے تندور جانتے ہیں جہاں روٹیاں پکتی ہیں، دیہات میں بھی ہوتے ہیں اور دیہات میں یہ ہوتا ہے کہ جب ایک گھر میں تندور جلتا ہے تو

اڑوس پڑوس کی عورتیں بھی وہاں جا کر روٹیاں پکا لیتی ہیں اور عورتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ تو جہاں عورتیں ہوں گی وہاں باتیں بھی ہوں گی۔

کہتے ہیں کہ کسی جگہ مقابلہ ہو رہا تھا کہ سب سے زیادہ جو گپ لگائے گا اس کو اتنا انعام دیا جائے گا۔ ہر ایک نے بڑی سے بڑی گپ لگانے کی کوشش کی لیکن انعام اس کو ملا جس نے کہا تھا میں نے دیکھا دو عورتیں بیٹھی ہوئی تھیں اور خاموش تھیں۔ اس نے کہا کہ اس نے سب سے بڑی گپ لگائی ایسا ہو نہیں سکتا۔

مرد بھی عورتوں سے کم نہیں

یہ لوگوں نے ایک لطیفہ بنایا ہوا ہے ورنہ یہ نہیں ہے کہ ہماری عورتیں باتیں کرتی رہتی ہیں اور مرد خاموش رہتے ہیں۔ بعض مرد بھی ہر وقت بولتے رہتے ہیں بے روک ٹوک بولتے ہیں، فضول بولتے ہیں، جہاں بیٹھے ہوں بولتے ہیں، غیبت کرتے رہتے ہیں، جھوٹ بولتے ہیں۔ بہتان لگاتے ہیں ، چغلی لگانے والی باتیں بولتے ہیں، اول فول بولتے ہی رہتے ہیں۔

صرف عورتیں ہی نہیں ہیں۔ عورتوں کو تو صرف بدنام کر دیا ورنہ مرد بھی ایسے ہیں جن کی زبان چلتی ہی رہتی ہے تو تندور پر جب عورتیں جمع ہوتی ہیں تو اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی ہیں۔ ایک نے اِدھر کی بات کر دی دوسری نے اُدھر کی بات کر دی تو ہمارے استاد محترم کہتے تھے کہ یہ تندوری روایتیں ہیں۔

جیسے تندور پر بیٹھی عورتیں اِدھر اُدھر کی بات کرتی ہیں تو اسی طرح لوگ

اپنی طرف سے بنائی ہوئی روایتیں اور فضول حدیثیں بیان کر دیتے ہیں۔

میرے بھائیو! اس سے بہت بچنا چاہیئے۔

اگر چہ وہ قول، وہ بات، وہ ارشاد، نیکی کی دعوت دینے والی ہو اور برائی سے روکنے والی ہو، بڑی پرکشش ہو، اس کے الفاظ بڑے فصیح و بلیغ ہوں بہت مقفیٰ مسجع ہو لیکن اس بات کی نسبت اللہ کی طرف کرنا اور اللہ کے رسول ﷺ کی طرف کرنا یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

محتاط اور بہتر طریقہ

محتاط اور بہتر طریقہ وہ ہے جو تبلیغ والے اختیار کرتے ہیں۔ تبلیغ والے کیا کہتے ہیں؟

بزرگوں سے یہ سنا، یہ کہہ دیتے ہیں۔ بزرگوں سے یوں سنا یہ کہہ دیتے ہیں تو اب اس میں ساری باتیں آ گئیں۔

اگر اللہ والے کی بات ہے تو وہ بھی آ گئی اور اگر حضور اقدس ﷺ کی حدیث ہے تو وہ بھی آ گئی تو قطعی طور پر حضور ﷺ کی طرف نسبت نہ کی جائے۔ جب تک کہ تحقیق نہ ہو جائے کہ واقعی یہ حدیث ہے۔ اور حضور اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے۔ تو بھئی! یہ جھوٹ کی دو قسمیں ہیں۔ ایک اللہ پر جھوٹ بولنا اور دوسرا حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنا۔

جھوٹ کی تیسری قسم

جھوٹ بولنے کی تیسری صورت یہ ہے کہ انسانوں کا آپس میں جھوٹ

بولنا۔ عام زندگی میں جھوٹ بولنا اس کی دو صورتیں ہیں۔

ایک قسم یہ ہے کہ عمل کے اندر جھوٹ ہو۔ عمل سے جھوٹ۔ عمل کے اندر جھوٹ کیا ہے؟

کہ انسان جو کچھ بولتا ہے اس کا عمل اس کی تصدیق نہیں کرتا۔ عمل کچھ اور ہے اور زبان کچھ اور ہے۔ تو فعل قول کے مطابق نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا عمل جھوٹ بول رہا ہے۔ اگرچہ زبان سے جھوٹ نہیں بول رہا زبان سے کہتا ہے نشہ حرام ہے بورڈ لگایا ہوا ہے اور عمل سے نشہ کر رہا ہے تو گویا عمل سے جھوٹ بول رہا ہے کہ جو کچھ کہتا ہے اس پر عمل نہیں کرتا۔

اور دوسری صورت یہ ہے کہ قول سے جھوٹ بولنا عام گفتگو میں جھوٹ بولنا۔

جھوٹ بولنے پر سخت وعیدیں

اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ارشادات میں جھوٹ بولنے پر سخت وعیدیں ہیں۔ اور اس سے بڑی وعید کیا ہوگی کہ ہمارے آقا ﷺ نے فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں۔ بات کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے یہ منافق کی نشانیاں ہے مسلمان کی نہیں، مسلمان جھوٹا نہیں ہوسکتا، مسلمان جھوٹ سے بچنے والا ہے جو اللہ کی اور اس کے رسول ﷺ کی زبانِ مبارک سے، تباہی کی وعیدیں سن لیں تو وہ کیسے جھوٹ بولے گا۔

تین بدنصیب

یہاں تک فرمایا ہمارے آقا ﷺ نے، صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں اللہ قیامت کے دن ان سے کلام بھی نہیں کرے گا اور قیامت کے دن ان کی طرف شفقت کی نظر سے بھی نہیں دیکھے گا۔

اللہ ان سے کلام بھی نہیں کرے گا، کلام نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کلام عفو و درگزر، کلام محبت نہیں کرے گا اور اسکی طرف دیکھے گا نہیں، کون سی نظر؟ شفقت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ ویسے تو اللہ ہر کسی کو دیکھ رہا ہے لیکن کسی کو رحمت کی نظر سے اللہ دیکھ رہا ہے اور کسی کو غضب کی نظر سے۔

تو شفقت کی نظر سے اللہ تین لوگوں کو قیامت کے دن نہیں دیکھیں گے اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا یہ بات آپ نے تین بار فرمائی۔

یہ آقا ﷺ کا بات سمجھانے کا، بات کو دل میں اتارنے کا طرز و اسلوب تھا۔ تین بار فرمایا!

ثَلَاثَةٌ......وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

پھر فرمایا۔

ثَلَاثَةٌ......وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
وَلَا يُزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

اور پھر فرمایا!

تین آدمی ایسے ہیں کہ اللہ قیامت کے دن ان کی طرف دیکھے گا نہیں اور نہ ان کی طرف دیکھے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب ہوگا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سن رہے تھے جب تین دفعہ حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے یہ سخت وعیدیں سنیں۔ فرمایا:

خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟

وہ لوگ تباہ ہوگئے، وہ تو خسارے میں پڑ گئے انہوں نے تو اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا مگر اے اللہ کے رسول ﷺ! بتائیں وہ کون ہیں؟ جو قیامت کے دن اللہ کی نظرِ شفقت سے بھی محروم، عفو درگزر سے بھی محروم، مغفرت سے بھی محروم، تزکیہ اور پاکی سے بھی محروم اور ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا؟

اے اللہ کے رسول ﷺ وہ کون بدنصیب ہیں؟

سن لیجئے فرمایا کہ ''اَلْمُسْبِلُ''

شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا

فرمایا کہ ایک تو وہ شخص جو تکبر کی وجہ سے اپنی شلوار اور چادر کو ٹخنے سے نیچے لٹکاتا ہے۔ اصل چیز ہے تکبر۔ اصل چیز پر وعید ہے وہ تکبر ہے، انجانے میں کبھی شلوار کا ٹخنوں سے نیچے چلے جانا یا چادر کا ٹخنوں سے نیچے چلے جانا یہ

عذاب کا باعث نہیں تکبر کی بنا پر ایسا کیا تو عذاب ہے، یہ تکبر کا انداز تھا کہ متکبر لوگ چادر نیچے لٹکاتے تھے، اس سے منع فرمایا۔

میرے بھائیو! یہ صرف نماز کی حالت میں گناہ نہیں ہے نماز کے باہر بھی گناہ ہے۔ ہمارے ہاں ائمہ حضرات نماز پڑھانے لگتے ہیں بالخصوص جمعہ کے دن تو یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ شلوار ٹخنوں سے اوپر کر لیجئے اور مسلمان شلوار ٹخنوں سے اوپر کر لیتے ہیں لیکن دعا کے بعد مسلمان پھر شلوار ٹخنوں سے نیچے کر دیتے ہیں۔

میرے بھائیو! شلوار، پتلون اور لنگی ٹخنوں سے نیچے رکھنا نماز کے اندر بھی گناہ نماز کے باہر بھی گناہ ہے۔ لیکن اس گناہ سے روکنے کے لئے دنیا میں سزائیں دینا، کوڑے لگانا مناسب نہیں ہے، اس سے تو اسلام بدنام ہوگا، مسلمان بدنام ہوگا میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔ البتہ یہ سمجھائیں کہ تکبر کی بناء پر شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا سخت ترین گناہ گار ہے۔ اپنے آپ کو اس گناہ سے بچا کر رکھیں۔

احسان جتلانے والا

دوسرا کون ہے جو اللہ کی نظر شفقت سے محروم ہوگا؟ تو فرمایا

احسان کر کے احسان جتلانے والا۔ کسی کے ساتھ احسان کیا، کسی کے ساتھ نیکی کی اب جتلاتا ہے، یاد ہے میں نے تمہیں اتنے پیسے دیئے تھے؟ یاد ہے میں نے تمہیں اتنا صدقہ دیا تھا؟

حالانکہ جس نے جو کچھ دیا اللہ کے لئے دیا۔ جس نے جتلایا درحقیقت اپنے صدقے کو اس نے باطل کر دیا۔ چنانچہ ایسا شخص بھی اللہ کی نظر شفقت سے قیامت کے دن محروم رہے گا۔

جھوٹ بول کر سودا بیچنے والا

اور تیسرا بدنصیب جو قیامت کے دن اللہ کی نظرِ شفقت سے محروم رہے گا۔ فرمایا کہ!

وہ ہے جو جھوٹ بول کے اپنا سودا چلاتا ہے، جھوٹ بول کے اپنا کاروبار چلاتا ہے، جھوٹ بول کے اپنا سامان بیچتا ہے۔

مسلمانوں میں آج یہ بیماری عام ہوگئی ہے۔ تاجر جھوٹ بولتا ہے سب کی بات نہیں کرتا۔ یہاں سچا تاجر بیٹھا ہوا ہوگا ایسا نہ ہو ناراض ہو جائے کہ مجھے بھی کہہ دیا۔ میں بھی چھوٹا سا تاجر ہوں الحمدللہ۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ چھوٹا سا کاروبار میں بھی کرتا ہوں۔

اس لئے یوں تو نہیں کہا جا سکتا کہ سارے ہی ایسے ہیں۔ اللہ کے نیک بندے بھی ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ انہیں کی وجہ سے یہ دنیا قائم ہے ورنہ قیامت آ چکی ہوتی۔

آج جھوٹ کی وباء عام ہو چکی

لیکن یہ بیماری عام ہو چکی ہے اور کیا موچی (جوتے سینے والا) اور کیا ٹھیلے

پر پھل بیچنے والا اور کیا دکان پر سودا بیچنے والا اور کیا فیکٹری اور کارخانہ چلانے والا، اور کیا مصنوعات بنانے والا، عمومی طور اس وباء میں مبتلا ہیں۔ مسلمانوں کے اندر جھوٹ عام ہو گیا جھوٹ بول کر کاروبار چلاتے ہیں۔

چیز بنتی ہے، ٹیپ ریکارڈ بنتا ہے لالوکھیت میں اور اوپر لکھا ہوا ہوتا ہے" جاپان یا کوریا میں تیار کردہ"

اور ان کو جھوٹ بھی نہیں سمجھتے کہ جھوٹ بول رہا ہوں۔ اپنے ملک کی، اپنے محلے کی بنائی ہوئی چیز کو جاپانی کہہ کر بیچ رہے ہیں۔ تو آج تجارت کے میدان میں جھوٹ نے ہمیں عالمی سطح پر بدنام کر دیا۔ یہی ذہن بن گیا ہے کہ ان پر اعتبار نہ کرو، مسلمان جھوٹ بولتے ہیں معاذاللہ!

انتہائی دکھ کی بات

میں سچ کہتا ہوں جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے اس وقت جب لوگوں کے منہ سے سنتے ہیں کہ یہ جاپانیوں کی بنائی ہوئی چیز ہے جو کچھ کہہ رہے ہیں ویسے ہی ہوگی اس لئے کہ وہ جھوٹ نہیں بولتے ان پر اعتماد کرلو۔

اور یہ پاکستانی کی بنائی ہوئی چیز ہے اس پر اعتماد نہ کرو یہ جھوٹ بولتے ہین۔ یہ سراسر جھوٹ بولنے والے ہیں یہ ملک کیسے چلے گا؟ اس ملک میں برکت کیسے ہوگی کہ جس ملک میں چھوٹے سے لے کر ملک کے وزیروں اور بادشاہوں اور صدر تک سارے جھوٹ بولنے والے ہوں وہاں اللہ کی رحمت کیسے نازل ہوگی؟ وہاں برکت کیسے ہوگی؟

تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ جو جھوٹ بول کر اپنا سودا بیچتا ہے قیامت کے دن اللہ کی نظر شفقت سے محروم ہوگا۔

سچ کی برکت

اور آقا ﷺ نے فرمایا کہ جو سچ بولتے ہیں اللہ پاک ان کی تجارت میں برکت عطا فرماتے ہیں۔ سچ بولنے سے تجارت میں برکت ہوتی ہے۔

میرے بھائیو!

سچ بولنے کی یہ فضیلت ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا ایک شخص سچ بولتا رہتا ہے، بولتا رہتا ہے یہاں تک کہ اللہ کے ہاں لوح محفوظ میں اس کو سچا لکھا جاتا ہے۔

اللہ اکبر! صدیق شمار ہوتا ہے ان چار بندوں میں ایک شمار ہوتا ہے جو اللہ کے ہاں خصوصی رحمت کے حقدار ہوتے ہیں۔

خصوصی انعام اور رحمت کے حقدار

اللہ نے فرمایا:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ

(سورۃ النساء آیت 69 پارہ 5)

چار لوگ وہ ہیں جو میری خصوصی رحمت کے حق دار ہیں، جن پر میں خصوصی انعام کرتا ہوں۔ کون ہیں؟

پہلے انبیاء کرام علیہم السلام دوسرے صدیقین، تیسرے شہداء کرام اور چوتھے صالحین۔

یہ چار لوگ ہیں جو میری خصوصی رحمت کے حق دار ہیں تو فرمایا کہ جو شخص سچ بولتا ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا ہے حتی الامکان جھوٹ سے بچتا ہے تو قیامت کے دن اس کا شمار سچوں میں ہوگا۔ کتنی بڑی سعادت ہے میرے بھائیو! کہ صدیقوں میں شمار ہو جائے سچ بولنے کی وجہ سے۔

ایک حدیث میں آقا ﷺ نے فرمایا! کہ وہ شخص جو جھوٹ سے بچتا ہے حتی الامکان جھوٹ سے بچتا ہے یہاں تک کہ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتا۔

کیا فرمایا آقا ﷺ نے؟ سن لیجئے اور دلوں میں اتار لیجئے:

اَنَا زَعِيْمٌ بِبَيْتٍ فِيْ وَسْطِ الْجَنَّةِ

میں اس شخص کے لئے جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں۔ جیسے کوئی کہے کراچی کے وسط میں، کراچی کے بالکل درمیان میں جو زیادہ مالدار علاقہ ہے۔ آقا ﷺ یوں فرماتے ہیں کہ میں اس شخص کو جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں اس لیے کہ وہ جھوٹ چھوڑ دیتا ہے اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ ہوں۔

بعض لوگوں کا غلط نظریہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مذاق میں جھوٹ بولنا جائز ہے۔ بعض لوگ جھوٹ بول دیتے ہیں جب ان سے کہو جھوٹ بولتے ہو؟ تو کہہ دیتے ہیں کہ

ہم تو مذاق کرر ہے تھے۔

قربان جاؤں! اپنے آقا ﷺ کی قدموں کی خاک پر، میں بھی اور میری اولاد بھی اور میری نسلیں بھی۔ ہمارے آقا ﷺ مذاق میں بھی کبھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

ہمارے آقا مذاق کرتے تھے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے، دل لگی کرتے تھے، مگر جھوٹ کبھی نہیں بولتے تھے۔آپ کا مذاق بھی سچائی پر مبنی ہوتا تھا۔ میرے بھائیو! جھوٹ کو چھوڑ دو، جھوٹ مت بولو، بچوں کے ساتھ بھی جھوٹ مت بولو۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ ماں اپنے بچے کو بلا رہی تھی، چونکہ وہ گلی میں بھاگ رہا تھا، ماں اس کو پکڑنا چاہتی تھی، بلا رہی تھی اِدھر آؤ میں تمہیں کھجور دوں گی تو چنانچہ وہ کھجور کی لالچ میں آگیا اور اس نے واقعی کھجور دی۔آقا نے فرمایا کہ اگر تم کھجور نہ دیتی تو تم جھوٹی شمار ہوتی۔ بچے کے ساتھ بھی جھوٹ نہ بولیں۔اللہ اکبر! بیوی کے ساتھ بھی جھوٹ نہیں بولنا، بیوی کو شوہر کے ساتھ بھی جھوٹ نہیں بولنا، دکاندار کو گاہک کے ساتھ بھی جھوٹ نہیں بولنا، مالک کو ملازموں کے ساتھ بھی جھوٹ نہیں بولنا۔

خدارا! جھوٹ سے بچو بھائیو! جھوٹ بہت عام ہوگیا، جھوٹے میڈیکل سرٹیفکیٹ، جھوٹی تعلیمی اسناد، جھوٹی تاریخیں، ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ، جب تک جھوٹ سے ہم نہیں بچیں گے تو اللہ پاک کی رحمتیں نازل نہیں ہوں گی۔

اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو جھوٹ سے بچنے کی اور ہر جگہ سچ بولنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

جھوٹ کی نحوست

ازافادات

داعیِ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......کذب اور تکذیب کی حقیقت۔
- ......کذب کی صورتیں اور اُن کا حکم۔
- ......منافق کی نشانیاں
- ......حضور ﷺ کا مزاح مبارک۔
- ......جھوٹ کے نقصانات۔
- ......کن مواقع پر جھوٹ کی اجازت ہے؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَمَا ہُمۡ بِمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۸﴾ یُخٰدِعُوۡنَ اللّٰہَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۚ وَمَا یَخۡدَعُوۡنَ اِلَّاۤ اَنۡفُسَہُمۡ وَمَا یَشۡعُرُوۡنَ ﴿۹﴾ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا ۚ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌۢ ۙ۬ بِمَا کَانُوۡا یَکۡذِبُوۡنَ ﴿۱۰﴾

(سورۃ البقرۃ آیت ۸ تا ۱۰، پ ۱)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

آج کی نشست میں ایک ایسی بیماری کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو ہماری زندگی میں عام ہو چکی ہے۔ میری مراد جھوٹ کی بیماری ہے۔ شاید ہی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا ہو جو جھوٹ کی بیماری سے بچا ہوا ہو، ورنہ ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ گھروں میں جھوٹ، بازاروں میں جھوٹ،

دکانوں میں جھوٹ، عدالتوں میں جھوٹ، سیاستدانوں کے اندر جھوٹ غرض یہ ہے ہر طرف جھوٹ کی حکمرانی اور جھوٹ کا تسلط ہے۔

کذب اور تکذیب کی حقیقت

عربی میں جھوٹ کو کذب کہتے ہیں دو لفظ ہیں ۔ (۱) کذب (۲) تکذیب ۔کذب کے معنٰی ہیں جھوٹ بولنا اور تکذیب کے معنٰی ہیں جھٹلانا ، دوسرے کو جھوٹا قرار دینا۔ کفار و مشرکین تکذیب میں مبتلا تھے۔

قرآن کریم میں کذب کے مقابلے میں تکذیب کا لفظ زیادہ استعمال ہوا ہے ۔مشرکین اور کفار تکذیب کی بیماری میں مبتلا تھے۔ جھٹلانے کی بیماری میں ۔سورۃ التغابن میں ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑩

(سورۃ التغابن آیت نمبر ۱۰، پ۲۸)

وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتوں کو جھٹلایا وہ جہنمی ہیں۔

اسی طرح سورۃ الملك میں ہے کہ:

قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ ڏ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ښ

(سورۃ الملک آیت نمبر ۹، پ ۲۹)

جب قیامت کے دن کفار سے سوال کی جائے گا کیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ڈرانے والا نہیں آیا؟ تو کہیں گے کہ ہاں ڈرانے والا آیا تھا

لیکن فَكَذَّبْنَا ۔ہم نے اس کو جھٹلا دیا۔

کذب کی تین صورتیں

جہاں تک کذب کا تعلق ہے اس کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔

پہلی صورت کا ذکر سورۃ ھود میں ہے اللہ فرماتے ہیں:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا

اس سے بڑا ظالم کون ہوسکتا ہے۔جس نے اللہ پر جھوٹ گڑھ دیا۔

اللہ پر جھوٹ گڑھنے کا کیا مطلب؟ کہ اللہ کی طرف ایسی چیز کی اور ایسی بات کی نسبت کرنا جو اللہ نے نہیں فرمائی ۔مشرکین بعض چیزوں کو اپنی طرف سے حلال کہتے تھے اور بعض چیزوں کو حرام کہتے تھے۔لیکن اس کی نسبت کرتے تھے اللہ کی طرف کہ ان چیزوں کو اللہ نے حلال کیا ہے اور اللہ نے حرام کیا ہے تو یہ ہے اللہ پر جھوٹ بولنا۔

دوسری صورت حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ؛ میں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا مجھ پر جھوٹ بولنے کا گناہ دوسرے پر جھوٹ بولنے کے گناہ سے کہیں زیادہ ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ

مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ

جو شخص مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں بنالے۔

بہت سے لوگ کسی بزرگ یا کسی دانشور کا قول بیان کرتے ہیں لیکن اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ کی حدیث ہے تو گویا کہ انہوں نے حضور ﷺ پر جھوٹ بولا اور اللہ کے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

جان بوجھ کر کسی بات کی نسبت کرتے ہوئے بڑی احتیاط کرنی چاہیے۔ ایک حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص مجھ سے جو حدیث بیان کرتا ہے میری طرف کسی حدیث کی نسبت کرتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے یہ میری حدیث نہیں ہے۔ وہ دو جھوٹوں میں سے ایک ہے۔ ایک جھوٹا تو وہ جس نے وہ حدیث گھڑی اور دوسرا جھوٹا وہ جس نے آگے ا سے بیان کیا۔

علماء نے مستقل کتابیں لکھی ہیں موضوعات کے نام سے اور موضوعات میں وہ حدیثیں جمع کی گئی ہیں جو لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ گھڑ کر حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر دیں۔

بعض خطباء کا غلط طرزِ عمل

بعض عوامی خطیب اس بیماری میں بہت مبتلا ہوتے ہیں وہ ا س حدیثیں بیان کرتے ہیں جو موضوع اور من گھڑت ہوتی ہیں لیکن ان کے اندر کوئی دلچسپ بات بیان کی ہوتی ہے۔ ایسی بات جسے لوگ سن کر خوش ہو جائیں تو وہ من گھڑت حدیثوں کو بیان کرتے رہتے ہیں تو یہ حضور اکرم ﷺ پر جھوٹ بولنے کی دوسری قسم ہے۔

جھوٹ کی تیسری قسم

انسانوں کا آپس میں جھوٹ بولنا اس کی بھی پھر دو قسمیں ہیں۔ایک تو یہ کہ انسان کا عمل اس کی بات کی تصدیق نہ کرے۔عملی زندگی کے ذریعے جھوٹ بولنا اور اسی کو منافقت کہتے ہیں جیسے اللہ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا کہ بعض وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے۔ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ لیکن وہ ایمان والے نہیں ہیں۔جھوٹ بولتے ہیں ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے۔

اسی طریقے سے ایک شخص مکار وعیار ہے اور بزرگوں والا لباس پہن کر لوگوں کو دھوکا دیتا ہے یہ بھی جھوٹ ہے۔

دو چیزیں الگ الگ

دیکھئے ایک تو یہ ہے کہ ایک شخص اللہ کے نیک بندوں جیسا حلیہ بناتا ہے میں ہوں تو گناہ گار لیکن اللہ والوں جیسا حلیہ اور ان جیسی شکل وصورت اور ان جیسا لباس پہن لوں شاید صورت ہی اللہ کو پسند آجائے اور اللہ پاک میری مغفرت فرمادے۔ اور اب تو میں نے صورت کو بدلا ہے۔ ہوسکتا ہے اللہ پاک مجھے اپنا دل بدلنے کی بھی توفیق عطا فرمادیں۔یہ ایک الگ چیز ہے۔

وہ جو کسی نے کہا ہے:

یارب تیرے نبی کی شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تو کردے میں صورت لے کر آیا ہوں

یا اللہ! میں نے تیرے نبی کی صورت بنالی اب اس کو تو حقیقت میں بدل دے۔ میں نے صورت تو بدلی ہے سیرت کو بدلنے کی بھی توفیق عطا فرما دے۔ میں نے ظاہر تو بدلا ہے مجھے اپنے دل کو بدلنے کی بھی توفیق عطا فرمادے۔ لیکن جو میں عرض کررہا ہوں ایک شخص نیکوں جیسا لباس پہنتا ہے، نیکوں جیسی صورت محض لوگوں کو دھوکا دینے کے لئے اور چار پیسے کمانے کے لئے اختیار کرتا ہے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔

ایک واقعہ

بعض حضرات سے ایک واقعہ سنا کہ ایک ڈاکو تھا۔ زندگی تو چوری ڈکیتی میں گزر گئی اب بوڑھا ہوگیا چوری ڈکیتی کی ہمت نہیں ہوتی۔ ڈاکے ڈالنے کے لئے بھی جرات، ہمت اور طاقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب کیا کروں اب تو ہلا جلا بھی نہیں جارہا، بے روزگار ہے۔ تو کسی نے مشورہ دیا کہ تم پیری مریدی شروع کردو۔ تعویذ گنڈا شروع کردو۔ چنانچہ اب اس نے پیروں جیسا لباس پہنا، لمبا جبہ، سر پر پگڑی، اور ہاتھ میں تسبیح اور گویا کہ اللہ والا بن گیا۔ لوگ آنے لگے، ماننے والے تو ہر کسی کو مل جاتے ہیں یہاں تک کہ ناچ گانے والوں کو بھی مل جاتے ہیں۔ مراثیوں اور بھانڈوں کو بھی محبت رکھنے والے مل جاتے ہیں۔

پرستار کی حقیقت

بلکہ ہمارے دور میں تو ایسے لوگ بہت ہیں جن کو معاذ اللہ! پرستار کہا

جاتا ہے۔ فلاں کرکٹر کے پرستار اور فلاں فلمی ایکٹر اور گلوکار کے پرستار. ہمارے ہاں پرستار کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

اور پرستار کس کو کہتے ہیں ۔ پرستش کرنے والے، پوجنے والے، عبادت کرنے والے کو گویا کہ معاذ اللہ! فلاں کھلاڑی یا فلاں گلوکار اور فنکار کے یہ پوجنے والے ہیں ۔اس کی پرستش کرنے والے ہیں اور اس میں مسلمان اور کافر کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔

جب پرستار کی بات ہوتی ہے تو ہندو، عیسائی، سکھ کوئی بھی مشہور کھلاڑی، یا گلوکار یا فنکار ہو تو مسلمانوں میں معاذ اللہ! ان کے بھی پرستار پائے جاتے ہیں ۔اور پھر پرستار کی طرح ان جیسا لباس، ان جیسے جوتے، ان جیسے بالوں کا اسٹائل بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حضور ﷺ سے محبت اور اس کا اثر

یہی تو بات کی جاتی ہے کہ جب دل میں حضور اکرم ﷺ کی محبت ہو گی تو حضور ﷺ جیسا لباس، بال اور حضور ﷺ جیسی شکل وصورت بنانے کی کوشش کی جائے گی۔

جب ایک شخص کو گویے سے اور معاذ اللہ! ایکٹر اور گلوکار سے محبت ہوتی ہے تو اس جیسا لباس اور اس جیسے جوتے اور اس جیسا بالوں کا اسٹائل اختیار کرتا ہے اور یہ گویا کہ محبت کی دلیل ہے۔معاذ اللہ!

تو نبی ﷺ جیسی شباہت وصورت اختیار کرنا بھی دل کی محبت کی

علامت ہے۔

ڈاکو پیر بن بیٹھا

تو اب اس نے فقیروں والا لباس پہن کر پیری مریدی اور تعویذ گنڈا والا عمل شروع کر دیا۔ ماننے والے اس کے بھی ارگرد جمع ہو گئے چنانچہ وہ لوگوں کو اوراد و وظائف بھی بتلاتا ہے۔تم ذکر کیا کرو، تم استغفار کیا کرو۔ اتنی دفعہ درود شریف پڑھ لیا کرو۔اور تم تہجد کا اہتمام کرلیا کرو اور تم تلاوت کا اہتمام کرلیا کرو۔مختلف لوگوں کو مختلف اعمال بھی بتارہا ہے۔

اذکار و اوراد اور وظائف بھی بتارہا ہے اور ہے چور اور ڈاکو۔عرصہ گزر گیا اور جن لوگوں کو اس نے اوراد و وظائف پر لگا دیا انہوں نے واقعی حقیقت کے ساتھ نماز کی پابندی شروع کر دی۔تہجد کا اہتمام شروع کر دیا۔ تلاوت شروع کر دی، اذکار و وظائف شروع کر دیئے۔

کوئی درود شریف پڑھتا ہے، کوئی استغفار کرتا ہے، کوئی کلمہ طیبہ کا ورد کرتا ہے۔اور ظاہر ہے کہ جب اللہ کا نام لیا جائے گا تو دل پر اثر تو ہوگا۔

وہ اللہ کا نام اخلاص سے لیتے تھے، سچائی سے لیتے تھے۔خود کسی کو دھوکہ نہیں دیتے تھے دھوکہ تو یہ کررہا تھا، فراڈ تو یہ کررہا تھا ان کو بتانے والا۔

چنانچہ جب انہوں نے سچے دل سے اللہ کا نام لینا شروع کر دیا تو اللہ نے ان کے دلوں کو بدل دیا اور دلوں کے اندر انوار اور کیفیات محسوس ہونے لگی۔

مریدین کا مراقبہ

ایک مرتبہ وہ سب اکھٹے ہوئے تو کہنے لگے آیئے مراقبہ کریں اور دیکھیں! کہ ہم میں سے کون ولایت کے کس مقام پر ہے۔اب مراقبہ کیا تو کسی نے کہا کہ مجھے لگتا ہے کہ میں ولایت کے فلاں مقام پر ہوں۔ اور فلاں ولایت کے فلاں مقام پر ہے۔

سب آپس میں کہنے لگے کہ اچھا پیر صاحب کے بارے میں بھی تو مراقبہ کیا جائے۔ وہ ولایت کے کس مقام پر ہیں۔ اب پیر صاحب کے بارے میں جب مراقبہ شروع کیا تو وہ کہیں پر نظر ہی نہیں آرہے۔تو انھوں نے اپنے دل کو تسلی دی جیسے وہ لوگ جو نقلی ملاؤں، جعلی پیروں اور مادیت پرست لیڈروں کے ماننے والے ہوتے ہیں وہ کسی نہ کسی طریقے سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ ان کے پیشوا ایسے بھی ہوتے ہیں جو نشہ کرتے ہیں، جو مجری کرواتے ہیں، جو بھنگ چرس پیتے ہیں، جن کے ہاں بدکاری کے اڈے ہیں وہ دلال ہیں، وہ رشوت خور ہیں، اس کے ماننے والے سب کچھ دیکھتے ہیں لیکن کسی نہ کسی طریقے سے اپنے دل کو تسلی دے لیتے ہیں، تاویلیں کر لیتے ہیں۔تو انہوں نے اپنے آپ کو تسلی دی وہ یہ کہ کہنے لگے لگتا یہ ہے کہ ہمارا پیر ولایت کے جس مقام پر ہے وہاں ہمارا تصور پہنچ ہی نہیں سکتا۔

دل پر چوٹ لگ گئی

یوں تسلی دینے کے بعد جب انہوں نے پیر صاحب کے سامنے اپنے

خیالات کا اظہار کیا کہ حضرت ! آج ہم نے مراقبہ کیا اپنے میں سے ہر ایک کے مقام کے معلوم کرنے کے لئے، تو یہ فلاں مقام پر تھا اور وہ فلاں مقام پر تھا۔ لیکن آپ کا مقام اتنا اونچا کہ ہماری عقل اور ہمارے تصور میں آ ہی نہ سکا۔ جب اس نے سنا تو دل پر چوٹ لگی، ارے ظالم ! تیری باتیں سن سن کر کتنے لوگوں کی زندگی بدل گئی اور انہوں نے ولایت کے اعلیٰ مقام پا لئے لیکن تیری زندگی نہ بدل سکی، تو ان کو عبادت وتلاوت اور ذکر واذکار کی تلقین اس لئے کرتا رہا تا کہ دنیا کے چار پیسے کما سکے اور یہ اسلام کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کر گئے۔ اس دن اس نے توبہ کی اور پھر اخلاص کے ساتھ اللہ کا نام لینے لگا تو میں عرض کرر ہا تھا کہ عملی جھوٹ یہ ہے کہ انسان کا عمل اسکے قول کی تصدیق نہ کرے۔

زبان کا جھوٹ

اور دوسرا جھوٹ ہے زبان کا جھوٹ اور اصل آج کی نشست میں اسی حوالے سے میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ یہ جھوٹ کتنی خطرناک بیماری ہے آپ اندازہ کیجئے۔

منافق کی نشانیاں

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے۔ جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت میں خیانت کرتا ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا؛ کہ منافق کی چار نشانیاں ہیں۔ کسی کے اندر یہ چاروں پائی جاتی ہیں یا کسی کے اندر ان چاروں میں سے کوئی ایک نہیں پائی جاتی باقی تین پائی جاتی ہیں۔

جنت کے وسط میں محل

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛

کہ جو شخص حق پر ہونے کے باوجود جھگڑا چھوڑ دے میں اس کے لئے جنت کے اردگرد ایک محل کی ضمانت دیتا ہوں اور فرمایا کہ جو جھوٹ چھوڑ دے میں اس کے لئے جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں، اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ ہو فرمایا جھوٹ چھوڑ دو اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ ہو۔

مذاق میں بھی جھوٹ سے اجتناب

حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔ آپ مذاق کرتے تھے شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے۔

شرعی حدود میں رہتے ہوئے مذاق کرنا یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے، دل لگی کرنا، دوسرے مسلمان بھائیوں سے خوش طبعی کرنا اور مسلمانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بشاشت کے ساتھ پیش آنا، محبت کا معاملہ اور حدودِ شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے مزاح کرنا یہ نبی اکرم ﷺ کی سنت ہے لیکن حضور مذاق میں بھی جھوٹ نہیں بولتے تھے۔

حضور ﷺ کا مزاح

اب ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کہتے تھے یا ذالاُذنین او دو کانوں والے! اب کان کس کے نہیں ہوتے، لیکن اس سے بھی دل لگی کا پہلو پیدا کر دیا، ہوسکتا ہے ان کے کان تھوڑے سے لمبے ہوں تو فرمایا یا ذالاُذنین۔

اسی طرح ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو فرماتے تھے یا صاحب الیدین اے ہاتھوں والے اب ایسا تو نہیں ہوتا کہ کسی کے چار ہاتھ ہوں اور کسی کے دو۔ سب کے دو ہی ہاتھ ہوتے ہیں لیکن اس میں بھی آپ نے مذاق اور دل لگی کا پہلو پیدا کر دیا۔

آپ بار بار حدیث میں سنتے رہتے ہیں ابو ہریرہ، ابو ہریرہ! حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بے شمار حدیثیں مروی ہیں۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ ہریرہ کس کو کہتے ہیں۔ ہریرہ چھوٹی سی بلی کو کہتے ہیں اصل میں بلی کو عربی زبان میں ھریرۃ کہتے ہیں ھِرۃ کی تصغیر ہے ھریرۃ چھوٹی سی بلی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایک بلی پال رکھی تھی اور بلی سے ان کو بڑی محبت تھی یہاں تک کہ جنگل میں جاتے تو بھی بلی کو بغل میں اٹھا کر ساتھ لے جاتے تو حضور ﷺ نے ان کو کہہ دیا ابو ہریرہ۔ ابو کا معنی تو باپ ہوتا ہے لیکن ابو کا معنی والا بھی ہوتا ہے ابو ہریرہ یعنی بلی والا۔

اور صحابہ رضی اللہ عنہم تو ایسے تھے کہ حضور کی زبان سے مذاق کا کوئی نام نکل جاتا تھا تو وہ حقیقت میں اسے اپنا نام بنا لیتے تھے۔

تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام تو لوگ بھول گئے۔ یہاں تک کہ حدیث میں جب بحث ہوتی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام کیا ہے تو محدثین متعدد اقوال بیان کرتے ہیں تقریباً ۸ سے ۱۰ تک اقوال ہیں۔

کوئی کہتا ہے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا اصل نام عبدالرحمٰن تھا، کوئی کہتا ہے عبد اللہ تھا، کوئی کہتا ہے کہ فلاں تھا۔ ابو ہریرہ رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دل لگی سے کہا تھا اور اصل نام لوگ بھول گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ابوتراب کیسے پڑی؟

آپ جانتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے ابوتراب اور ابو تراب مٹی والا۔ اور لفظی معنی اگر کرے تو مٹی کا باپ۔ میں نے کہا تھا کہ ابو کا معنی والا بھی ہے۔ تو ابوتراب کا معنی ہوا مٹی والا۔

ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے درمیان گھریلو رنجش ہوگئی، حضرت علی رضی اللہ عنہ ناراض ہو کر مسجد نبوی چلے گئے اور جا کر ننگے فرش پر لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ نیند آگئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لختِ جگر کے گھر آئے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ میرے شوہر مجھ سے ناراض ہو کر چلے گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیچھے پیچھے گئے دیکھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے ننگے فرش پر آرام کر رہے ہیں اور پہلو پر مٹی لگی ہوئی تھی تو مٹی کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قُمْ یَا اَبَا التُّرَابِ! اے مٹی والے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی ابوتراب کہنا اتنا پسند آیا کہ انہوں نے اپنی کنیت ہی بنا ڈالی ابو التراب۔ چنانچہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے باپ ہیں لیکن ان کو ابوالحسن نہیں کہا جاتا بلکہ ابوالتراب کہا جاتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل لگی سے یہ بات کہی لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے سر پر ہاتھ رکھا، جن بالوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگا ان بالوں کو صحابی رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر کٹوایا ہی نہیں محبت کی وجہ سے۔

بعض لوگوں کا غلط نظریہ

یہ جو آج کل ملنگ اور فقیر جو بال کی چوٹیاں رکھتے ہیں اس کا اس سے کوئی تعلق نہیں ۔ یہ تو بعض بدبخت صرف اس لئے رکھتے ہیں کہ ان کے والدین کا عقیدہ یہی ہوتا ہے کہ یہ بیٹا معاذ اللہ! پیر صاحب نے دیا ہے۔ یادگار کے طور پر پیر صاحب کی چوٹی اس کے سر پر چھوڑ دیتے ہیں یہ تو گمراہی والا عقیدہ ہے لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم جو کرتے تھے وہ محبت والی بات تھی۔

مذاق میں جھوٹ بولنا فیشن بن گیا

تو فرمایا جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے میں اس کو جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں، اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ ہو۔ مذاق میں بھی جھوٹ نہ بولے اور آج کل مذاق میں جھوٹ بولنا یہ تو فیشن ہے اسے ہر کوئی بولتا ہے۔

اپریل فول کے نقصانات

یہ جو یکم اپریل کو "اپریل فول" کے نام سے بے ہودہ رسم منائی جاتی ہے یہ کیا چیز ہے؟ جھوٹ ہی تو ہے اور یہ جھوٹ بعض اوقات آپ جانتے ہیں لوگوں کی جان لے لیتا ہے مثلاً شوہر باہر ملک میں اور بیوی سے کہا گیا کہ ابھی ابھی دبئی سے فون آیا کہ تمہارے شوہر کا انتقال ہوگیا اور سن کر اس بیچاری کو ہارٹ اٹیک ہوا اور وہ فوراً مرگئی۔ اور بعض کہتے ہیں میں تو جھوٹ بول رہا تھا، میں تو مذاق کر رہا تھا، اپریل فول منا رہا تھا۔

ماں کو اطلاع کردی گئی تمہارے بیٹے کا ایکسیڈنٹ ہوگیا، ہسپتال میں زخمی پڑا ہے۔ دل کا دورہ پڑا بچاری جاں بحق ہوگئی۔ اس نے کہا ہم تو مذاق کر رہے تھے۔ یہ کیسا مذاق ہے جو دوسروں کی جان لے لیتا ہے۔

لعنتی شخص

ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے وہ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں لعنتی ہے۔

تین بدنصیب شخص

میرے بزرگو اور دوستو!

ایک حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

ثَلَاثَةٌ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ

تین شخص ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہیں کرے گا ان کی طرف دیکھے گا بھی نہیں اور ان کو پاک بھی نہیں کرے گا۔

تین بار فرمایا: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے پوچھا:

خَابُوْا وَخَسِرُوْا مَنْ هُمْ يَارَسُوْلَ اللهِ!

اے اللہ کے رسول! وہ تو تباہ ہو گئے، وہ تو ہلاک ہو گئے وہ تو خسارہ میں پڑ گئے۔ جن کی طرف اللہ قیامت میں دیکھے گا بھی نہیں۔ ان سے بات بھی نہیں کرے گا، ان کو پاک بھی نہیں کرے گا۔ لیکن اے اللہ کے رسول! کون ہیں وہ تین بدنصیب؟ جو قیامت کے دن اللہ کی رحمت و شفقت سے محروم رہیں گے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

پہلا بدنصیب

المسبل۔ ازرا چادر و شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، وہ متکبر جو تکبر کی خاطر اپنا ازار ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہے۔

یاد رکھئے! کہ ٹخنوں سے نیچے شلوار، چادر، یا پاجامہ لٹکانا اسلئے حرام ہے کہ اس میں تکبر کی بو آتی ہے، یہ متکبرین کا شیوہ ہے، متکبر لوگ یوں کیا کرتے تھے، اور آج بھی بعض جگہوں پر چادر کو یا شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا بڑائی کی علامت سمجھی جاتی ہے۔

لیکن سارے تو ایسا نہیں کرتے۔ بعض ایسے ہیں کہ ان کے دل میں کوئی تکبر نہیں ہوتا، لیکن چونکہ متکبروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور ہمارے

نبی ﷺ نے اس سے منع فرمادیا۔ لہٰذا اگر ہمارے دل میں تکبر کا جذبہ نہ ہوتو بھی چادر، شلوار اور پتلون ٹخنوں سے نیچے لٹکانا جائز نہیں ہے لیکن یاد رکھیں! کہ یہ ممانعت کھڑے ہونے کی حالت میں ہے۔

اور یہ بھی جان لیجئے! کہ یہ مسئلہ صرف نماز کی حد تک نہیں ہے نماز سے باہر بھی کھڑے ہونے کی حالت میں یہی حکم ہے۔

بعض ائمہ نماز کے اوقات میں بڑا اہتمام کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے ہیں شلوار اوپر کرلیں لوگ کرلیتے ہیں نماز سے فارغ ہوتے ہیں پھر شلوار ٹخنوں سے نیچے کردیتے ہیں۔

خیال یہ ہے کہ شاید یہ حکم نماز کی حد تک کا ہے۔ نہیں میرے دوستو اور بزرگو! مردوں کیلئے نماز کے اندر بھی یہ حکم ہے اور نماز کے باہر بھی یہ حکم ہے البتہ عورتوں کے لئے اس کے برعکس ہے۔

عورتوں کے لئے یہ ہے کہ وہ نماز کے اندر بھی شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھیں اور نماز کے باہر بھی شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھیں۔ ان کے ٹخنے چھپے ہونے چاہیے مردوں کے ٹخنے کھلے ہونے چاہیے۔

بندے کا کام حکم کی بجا آوری ہے

میں مانتا ہوں سب کے اندر تکبر کی بیماری نہیں ہوتی ایسے ہی ہوجاتا ہے لیکن جب اللہ کے نبی نے منع فرمادیا تو ہم کو اس سے بچنا چاہیے۔ آپ جانتے ہیں کہ جب طواف کے پہلے تین چکر لگاتے ہیں تو خوب مٹکتے ہوئے

چلتے ہیں یہ کیوں چلتے ہیں ۔ اس لئے کہ مسلمان جب مکہ سے مدینہ ہجرت کر کے آئے تھے تو مدینہ کی آب و ہوا ان کے موافق نہیں آئی پھر جب اللہ نے حدیبیہ کی صلح کے بعد عمرہ کا موقعہ نصیب فرمایا تو مکہ میں داخل ہوئے ۔ مکہ والوں نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ مدینہ جا کر یہ بالکل ہی مریل سے ہو گئے، بے چاروں سے چلا بھی نہیں جاتا کمزور ہو گئے ۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اکڑ اکڑ کر چلو، پہلوانوں کی طرح چلو تا کہ پتہ چلے کہ ہم کمزور نہیں ہوئے ۔ ہم کفر کے مقابلے میں طاقتور ہیں ۔ کفر کے مقابلے میں ہم جوان ہیں ہم آج بھی جاتے ہیں تو اکڑ اکڑ کر چلتے ہیں وہاں نہ مشرکین ہیں، نہ ابو جہل ہے، نہ ابولہب ہے نہ اس کی ذریت سارے کے سارے مسلمان ہیں اب اکڑ اکڑ کر چلنے کی وجہ کیا ہے؟

ہم کہیں گے کہ حضور اکرم ﷺ نے حکم دیا تھا ہم اس یادگار کو آج بھی باقی رکھیں گے، اگر شلوار ٹخنوں سے نیچے کر کے ہمارے دل میں تکبر نہ بھی ہو لیکن جب حضور اکرم ﷺ نے کہہ دیا تو ایسے ہی چلیں گے ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ چادر کو ٹخنوں سے اوپر رکھنا ہے ہم اوپر ہی رکھیں گے ۔ اور اگر غور کیا جائے تو حضور ﷺ کے مبارک طریقے کو نہ ماننا اور نہ اپنانا ہی بذات خود تکبر ہے لہذا ہر صورت میں شلوار اور پتلون ٹخنے سے اوپر رکھنا واجب اور لازم ہے یہ پہلا بدنصیب ہے ۔

دوسرا بدنصیب

المنّان ، احسان جتلانے والا۔ کسی پر احسان کر دیا، صدقہ خیرات کر دیا، اب اس پر یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ بہت سے لوگ ہوتے ہیں جو صدقہ خیرات، زکوٰۃ گھر میں کام کرنے والی ماسی کو دے دیتے ہیں یا خان سامہ کو دے دیتے ہیں، ڈرائیور کو دیتے ہیں، چوکیدار کو دیتے ہیں اگر وہ واقعی مستحق ہے، غریب ہے، مقروض ہے، تنگدست ہے تو ان کو صدقہ دینا جائز ہے۔

لیکن زکوٰۃ دے کر احسان جتلانا اور جتنی تنخواہ دیتے تھے اس سے زائد کام لینا یہ ناجائز ہے، یہ غلط ہے آپ نے زکوٰۃ اس لئے نہیں دی کہ میں تم سے زیادہ کام لوں گا۔ زکوٰۃ اللہ کی رضا کے لئے دی ہے اور زکوٰۃ دے کر اس پر کوئی احسان نہیں کیا بلکہ زکوٰۃ دینا تو فرض تھا وہ تو ضروری تھی یہ تو اللہ کا شکر ہے کہ اللہ نے آپ کے گھر میں مستحق بھیج دیا اور آپ کو زکوٰۃ کا مستحق ڈھونڈنے کے لئے مارا مارا پھرنا نہ پڑا۔ لیکن اس زکوٰۃ اور صدقہ کے بدلے اس پر زیادہ دباؤ ڈالنا کہ اب یہ جھک کر رہے یہ ناجائز ہے۔

تیسرا بدنصیب

فرمایا کہ وہ تاجر جو جھوٹ بول کر اپنا سودا بیچتا ہے فرمایا کہ اس کی طرف بھی اللہ قیامت کے دن شفقت کی نظر نہیں کرے گا۔

آپ سوچیے! آج ہماری فیکٹریاں، ہماری دکانیں، ہمارے بازار اس جھوٹ سے بھرے ہوئے نہیں ہیں کیا پاکستان کی بنی ہوئی چیزوں کو ہم چین

اور جاپان کے نام پر بیچتے نہیں ہیں اس میں احساس کمتری بھی ہے۔

پاکستانیوں کی سوچ

بعض اوقات پاکستان کی چیزیں باہر کی چیزوں سے زیادہ معیاری اور مضبوط ہوتی ہیں۔کتنی چیزیں ایسی ہیں کپڑے، جوتے اور چمڑے کی بنی ہوئی دوسری چیزیں جو پاکستان میں دوسرے ملکوں سے زیادہ پائیدار اور خوبصورت تیار ہوتی ہیں۔یہیں سے بن کر باہر جاتی ہیں اور وہاں سے آکر ہمارے سر پر پڑجاتی ہیں وہی جوتا جو ہم نے بھیجا تھا وہی جوتا وہ ہمارے سر پر مارتے ہیں۔

صرف چونکہ جاپان سے ہوکر آگیا۔باہر سے ہوکر آگیا۔ہمیں اطمینان ہوگیا۔لوگ چیز خریدتے وقت شک کا اظہار کریں گے ارے پتہ نہیں کیسی چیز ہے؟ کوالٹی کیسی ہے؟ پتہ نہیں چلے گی یا نہیں چلے گی؟

دکاندار نے ایک دفعہ کہہ دیا۔اماں جی یہ باہر کی ہے۔بس اماں جی کو یقین ہوگیا۔اب اماں جی کو کسی دوسرے ثبوت کی ضرورت نہیں ہے۔یقین ہے کہ جو چیز باہر کی ہوگی وہ پائیدار ہوگی، مضبوط ہوگی، چلے گی، خوبصورت ہوگی دھوکا فراڈ تو بس ہمارے ہی حصہ میں آیا ہے تو فرمایا یہ تین شخص ایسے ہیں، قیامت کے دن اللہ انکی طرف شفقت کی نظر نہیں کرے گا، اللہ انہیں پاک صاف نہیں کرے گا۔

جھوٹ کی رائج قسمیں

اس طریقے سے اور کتنی قسمیں جھوٹ بولنے کی ہمارے معاشرے میں رائج ہیں جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بنانے کی بیماری عام ہے، بعض چھٹی لینے کے لئے جھوٹا میڈیکل سرٹیفکیٹ بناتے ہیں اور بعض دوائیاں لینے کے لئے اور بعض دوائیاں لے کر بیچ دیتے ہیں اور یہ بیماری عام ہے، کریکٹر سر ٹیفکیٹ کسی کی سیرت و کردار کی گواہی۔

یاد رکھیئے! یہ ایک شہادت ہے جس میں جھوٹ بولنا گناہِ کبیرہ ہے۔ بلکہ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے اسے کبیرہ گناہ میں سے بھی سب سے بڑا گناہ شمار کیا ہے۔ اور جھوٹی گواہی صرف عدالت میں ہی نہیں ہوتی بلکہ جھوٹی گواہی عام زندگی میں بھی ہوتی ہے۔

میں ایک شخص کے بارے میں جانتا ہوں غلط آدمی ہے اور کہتا ہوں نہیں صحیح ہے! یہ جھوٹی گواہی ہے، مجھ سے کوئی مشورہ مانگتا ہے کہ فلاں جگہ رشتہ کرنا ہے یہ لوگ کیسے ہیں؟ میں جانتا ہوں کہ غلط ہیں اس کو یہ تنگ کریں گے یہ رشتہ صحیح نہیں ہوگا۔ لیکن تعلقات کی وجہ سے میں جھوٹ بول دیتا ہوں ہاں اچھے لوگ ہیں رشتہ کرلو یہ غلط ہے، یہ جھوٹی گواہی ہے۔ اور جھوٹی گواہی کبیرہ گناہوں میں سے بھی سنگین گناہ ہے۔

بغیر تحقیق کے بات کردینا

اسی طریقے سے بغیر تحقیق کے بات کو آگے بیان کردینا یہ بھی جھوٹ ہے۔ ایک

حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی کے جھوٹا ہونے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں کیا معلوم وہ یوں کہہ رہے تھے،فلاں نے کہا تھا۔ارے تم اپنی عقل سے کام نہیں لے سکتے۔تحقیق نہیں کر سکتے۔خاص طور پر جہاں کسی مسلمان کی عزت وآبرو کا مسئلہ ہو۔

ایک شخص بہتان لگا رہا ہے اور آپ نے اس سے سنا اور آگے بیان کردیا،اس کو ذلیل کردیا صرف وہ بہتان لگانے والا گناہ گار نہیں ہوگا آپ نے جو بلا سوچے سمجھے آگے بیان کردیا۔آپ بھی گنہگار ہو گئے۔آپ بھی کبیرہ گناہ کے مرتکب ہو گئے۔

کن کن مواقع پر جھوٹ کی اجازت ہے؟

اور آخر میں ایک اور بات عرض کروں گا۔بعض مواقع ایسے ہیں کہ وہاں جھوٹ بولنے کی اجازت دے دی گئی ہے اور حقیقت میں وہ جھوٹ نہیں ہے۔اسکو عربی میں کہتے ہیں۔''توریہ اور تعریض''۔یعنی ذو معنی لفظ بولنا۔ ایسا لفظ بولنا جس کے دو معنی نکلتے ہوں۔جن مواقع پر جھوٹ بولنا درست ہے ان مواقع میں سے ایک موقع میاں بیوی کے درمیان صلح کروانا ہے اندازہ کیجیے! مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا اور محبت قائم کرنا اور میاں بیوی کے درمیان رشتہ قائم کرنا اور تلخی کو ختم کرنے کی اللہ کے ہاں کتنی اہمیت ہے کہ اس کے لئے جھوٹ بولنے کی بھی اجازت دے دی ہے لیکن اس سے مراد یہ ذو معنی لفظ بول دینا،توریہ کر دینا،تعریض کر دینا ہے۔میں اس بات کو سمجھانے

کے لئے آپ کے سامنے مثال پیش کرتا ہوں۔

جب حضرت محمد ﷺ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کر رہے تھے اور کفار پاگل اور دیوانوں کی طرح آپ کا تعاقب کر رہے تھے راستے میں ایک شخص ملا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وہ جانتا تھا۔ حضور ﷺ کو نہیں جانتا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا من ھذا؟ آپ کے ساتھ کون ہے؟ اب اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بتا دیتے ہیں کہ یہ حضور ﷺ ہیں تو آپ کی جان خطرے میں ہوتی اور آپ ﷺ گرفتار کر لیے جاتے اور اگر کچھ اور بولتے تو جھوٹ ہو جاتا کیسی ذہانت اور موقعہ شناسی کا ثبوت دیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے۔ ایسا جملہ بولا کہ وہ شخص حضور ﷺ کو پہچان بھی نہ سکا اور جھوٹ بولنے سے بھی بچ گئے۔ حضرت بو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رَجُلٌ يَّهْدِيْنِي السَّبِيْلَ ایک شخص ہے جو مجھے راستہ دکھاتا ہے۔

وہ شخص سمجھا کہ شاید حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صحراء میں راستہ بھول گئے اور یہ انہیں راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دل میں یہ ہے کہ یہ وہ شخص ہے جو مجھے جنت کا راستہ دکھاتا ہے، ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے۔ جھوٹ بولنے سے بھی بچ گئے اور حضور ﷺ کی حفاظت بھی فرمائی۔

صلح کرانے کی اہمیت

تو میں عرض کر رہا تھا کہ دو مسلمانوں کے درمیان، دو خاندانوں کے

درمیان ، میاں بیوی کے درمیان، باپ اور بیٹے کے درمیان جھگڑے کو، دشمنی کوختم کرنے کے لئے، جھوٹ بولنے کی اجازت ہےاندازہ کیجیے! صلح کروانے کی کتنی عظمت واہمیت ہے۔ چنانچہ میاں بیوی اگر ناراض ہیں تو ایک شخص صلح کرانے کے لئے میاں کے پاس گیااوراس سے کہاارے! وہ تو تمہیں بہت یادکررہی ہےاور بیوی کو کہہ دیاارے! وہ توتمہیں بہت یادکررہا ہے۔اب چاہے وہ گالیوں سے ایک دوسرے کو یادکررہے ہوں۔

لیکن انہوں نے سمجھا کہ وہ واقعی دل سے، محبت سے مجھے یادکررہے ہوں تو دلوں میں نفرت کی تلخی کم ہوئی اورمحبت کا بیج پڑگیا۔

میرے بزرگواوردوستو! آج کی نشست میں عہد کیجئے کہ اپنی عملی زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولیں گے۔

کتنی بڑی بشارت ہے جو نبی ﷺ نے سنائی، فرمایا کہ جنت کے وسط میں محل کی ضمانت دیتا ہوں اسے جو جھوٹ چھوڑدے اگرچہ مذاق ہی میں کیوں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ مجھے اورآپ سب کو جھوٹ سے بچنے کی توفیق عطافرمائے۔
(آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

زنا

ایک گناہ کبیرہ

ازافادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞ ......زمانۂ جاہلیت میں زنا کا کیا تصور تھا؟

۞ ......زنا کی گندگی قرآن کریم کی روشنی میں۔

۞ ......زنا سے بچنے کے بارے میں اسلام اور آقا ﷺ کی تعلیمات۔

۞ ......زنا اور اسباب زنا دونوں سے بچنا ضروری ہے۔

۞ ......بدکاری کے اثرات۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ط اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً ط وَسَآءَ سَبِیْلًا ﴿۳۲﴾

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲، پ ۱۵)

وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ
الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ یَلْقَ
اَثَامًا ﴿۶۸﴾ یُّضٰعَفْ لَہُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَیَخْلُدْ فِیْہٖ
مُھَانًا ﴿۶۹﴾

(سورۃ الفرقان ۶۸ تا ۶۹، پ ۱۹)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز!

مسلسل کئی دنوں سے آپ کے سامنے کبیرہ گناہ بیان کیے جارہے ہیں آج ان میں سے زنا کے بارے میں قرآن وسنت کی روشنی

میں اپنی معروضات پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ سب کو ہر قسم کی بدکاری سے اور اپنے تمام اعضاء کو زنا سے بچانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)۔

زمانہ جاہلیت میں زنا کا عموم

اسلام سے قبل دوسرے جرائم اور گناہوں کی طرح زنا بھی عام تھا اگرچہ بڑے گھرانوں کی عورتیں اور شریف گھرانوں کی بہنیں اور بیٹیاں اپنے آپ کو اس گناہ سے ملوث ہونے سے بچاتی تھیں اور اپنے لیے یہ بہت بڑا عار سمجھتی تھیں لیکن طوائفوں اور رنڈیوں کا رواج تھا۔ بلکہ ایسے کوٹھے، ایسے مکانات، ایسی جگہیں تھیں جو بدکار عورتوں کے لئے مخصوص تھیں وہ مخصوص قسم کے جھنڈے اپنے گھروں پر لہرادیتی تھیں جن سے اجنبی لوگ پہچان لیتے تھے کہ یہ طوائف اور زانیہ کا کوٹھہ ہے۔ نکاح بھی انہوں نے کئی قسم کے اپنے ہاں رکھ ہوئے تھے ایک تو یہی نکاح جو ہمارے ہاں ہوتا ہے میاں بیوی کا دائمی تعلق۔

ایک اور بھی نکاح ہوتا ہے جسے متعہ بھی کہا جاتا ہے ایک ہفتہ کے لئے نکاح، ۲۴ گھنٹے کے لئے نکاح۔

بعض مالداروں کا انتہائی شرمناک فعل

اسی طریقے سے بعض مالدار لوگوں نے مجبور اور بے سہار الڑکیاں اور

کنیزیں رکھی ہوئی تھیں جن سے وہ بدکاری کا پیشہ کروایا کرتے تھے اور وہ بے سہارا لونڈیاں، لڑکیاں اپنا جسم اور اپنی عزت بیچ کر ان کی کمائی میں اضافہ کا سبب بنتی تھیں۔

چنانچہ سورۂ نور میں آتا ہے۔ اللہ نے فرمایا:

وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ط (سورۃالنور آیت ۳۳، پ۱۸)

اپنی کنیزوں کو، اپنی باندیوں کو دنیاوی فائدہ حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر لونڈی خود بدکاری پر آمادہ ہے تو اسے بدکاری پر مجبور کرنا، یا بدکاری میں لگانا جائز ہے۔ یہ مطلب نہیں ہے۔

بلکہ شرم دلانا مقصود ہے ان سرداروں اور وڈیروں کو کہ تمہیں شرم آنی چاہئے کہ تم آزاد ہوکر، صاحب حیثیت ہوکر، صاحب ثروت ہوکر اپنی لونڈیوں کو زبردستی گندگی میں ملوث کرنا چاہتے ہو اور وہ بھی اس لئے تاکہ تم دنیا کی زندگی کا سامان یعنی روپیہ کما سکو۔ اس کے ساتھ ہی اللہ نے ان لونڈیوں کو تسلی دی جو پاکدامن رہنا چاہتی تھیں فرمایا کہ اگر مجبوری میں ایسا کیا اور اب اس پر نادم ہیں۔ تو فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ اللہ بخشنے والے انتہائی مہربان ہیں۔

چنانچہ وہ لونڈی جو مجبور تھی آقا نے زبردستی یہ کام کروایا تو اللہ کے

ہاں وہ قابل معافی ہے اس کے مولی اور آقا کا جرم قابل سزا ہے۔

اسلام کی تلقین

اس زمانے میں زنا اور فحاشی عام تھی۔ اسلام آیا اسلام نے مسلمانوں کو اس فحش کام سے بچنے کی تلقین کی اور اس انداز میں فرمایا:

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۳۲﴾

زنا کے قریب نہ جاؤ یہ بیہودگی کا کام ہے اور بہت برا راستہ ہے۔

(سورۃ بنی اسرائیل آیت، ۳۲، پ ۱۵)

صرف یہ نہیں فرمایا کہ زنا نہ کرو بلکہ فرمایا کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ اللہ نے سورۂ فرقان میں اپنے مخصوص بندوں کی صفات اور علامات بیان فرمائیں۔ ان میں سے تین صفات یہ ہیں۔ فرمایا

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ (سورۃ الفرقان آیت، ۶۸، پ، ۱۹)

میرے بندے وہ ہیں جو میرے ساتھ کسی کو معبود نہیں ٹھہراتے اللہ کے ساتھ کسی کو پکارتے نہیں اور نہ ہی کسی نفس کو قتل کرتے ہیں۔ جسکو اللہ نے حرمت عطا کی ہو، ناحق قتل نہیں کرتے وَلَا يَزْنُوْنَ اور زنا نہیں کرتے اور آگے فرمایا:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿۶۸﴾

اور جو ایسا کرے گا وہ گناہوں میں مبتلا ہوگا اور قیامت کے دن اس کو دگنا

عذاب دیا جائے گا۔

فرمایا جو لوگ توبہ کریں گے، ایمان لے آئیں گے، اور نیک عمل کریں گے تو یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ پاک ان کے گناہوں کو حسنات اور نیکیوں میں تبدیل فرمادیں گے۔

آقا ﷺ کی بیعت کے وقت عادتِ مبارکہ

حضور اکرم ﷺ کی مبارک عادت یہ تھی کہ جو لوگ اسلام قبول کرتے اور آپ ﷺ ان سے بیعت کر لیتے اور جن چیزوں کی ان سے بیعت لیتے اور جن چیزوں سے منع کرتے ان میں زنا اور بدکاری بھی شامل تھی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

أُبَايِعُكَ عَلَى أَنْ لَّا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا

میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ط

جس نفس کو اللہ نے حرمت عطا کی ہے اس کو قتل نہیں کرو گے۔

وَلَا تَزْنُوْا (زنا نہیں کرو گے۔)

وَلَا تَسْرِقُوْا (چوری نہیں کرو گے۔)

وَلَا تَشْرَبُوْا مُسْكِرًا (اور نشہ آور چیز نہیں پیو گے۔)

فَمَنْ فَعَلَ ذَالِكَ مِنْ شَیْءٍ اُقِيْمَ عَلَيْهِ الْحَدُّ

جس نے دنیا میں ان جرائم میں کسی ایک کا ارتکاب کیا اس کو اس کی سزا دی جائے گی اور حد جاری کردی جائے گی ، چنانچہ ایسے ہی ہوا جس نے شراب پی تھی اس پر اس کی حد جاری کردی اور جس نے چوری کی اس کے بدلے اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا اور جس نے زنا کیا تھا اس کے بدلے اس کی حد جاری کردی گئی۔ فرمایا یہ حد اس کے لئے کفارہ بن گئی:

فَمَنْ سَتَرَ اللهُ عَلَيْهِ : لیکن جس پر اللہ نے پردہ ڈال دیا:

فَحِسَابُهٗ عَلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ

اس کا حساب اللہ جل شانہ کے ذمے ہے۔ چاہے تو اللہ اس کو معاف کردے اور چاہے تو اس کو قیامت میں سزا دے دے۔

لیکن جو خوش نصیب ان میں سے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کرے گا، نہ شرک کرے گا، نہ قتل کرے گا، نہ شراب پیے گا، نہ چوری کرے گا، نہ زنا و بدکاری کرے گا۔ فرمایا کہ پھر اللہ کے ذمے لازم ہے کہ اللہ اس کو جنت میں داخل کردے۔

تو اللہ نے بھی بدکاری سے منع کیا اور ہمارے حضور اکرم ﷺ اسلام قبول کرنے والے سے جو بیعت لیتے تھے اس بیعت میں ان گناہوں سے منع فرماتے تھے۔

حضرت مقتل رضی اللہ عنہ کا واقعہ

چنانچہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ کے ہاتھ پر توبہ اور بیعت کی اور انھوں نے زمانۂ جاہلیت کی برائیوں کے ساتھ زنا کو بھی چھوڑ دیا۔ ایک

واقعہ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت مقتل رضی اللہ عنہ بڑے مضبوط جسم کے صحابی تھے۔ جب اللہ نے مسلمانوں کو مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کی اجازت دے دی تو حضرت مقتل رضی اللہ عنہ نے ایک کام یہ کیا کہ جو مسلمان مشرکین کی قید میں ظلم وستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے وہ اپنی مجبوری اور کمزوری کی وجہ سے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت نہیں کر سکتے تھے۔

تو حضرت مقتل رضی اللہ عنہ آتے اور ان کو اٹھا کر مکہ سے مدینہ لے جاتے۔ اللہ نے انھیں اتنی طاقت عطا کی تھی۔ چنانچہ ایک مسلمان قیدی سے یہ وعدہ کر رکھا تھا کہ میں آج آؤں گا تمہیں اٹھا کر مکہ سے لے جاؤں گا۔ وعدے کے مطابق جب رات کے اندھیرے میں آئے تو اتفاق سے حضرت مقتل رضی اللہ عنہ کو ایک بدکار عورت نے دیکھ لیا۔ جس کا نام سیرت کی کتابوں میں "انام" لکھا ہے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے حضرت مقتل رضی اللہ عنہ کا اس سے تعلق تھا۔ اس عورت نے جب حضرت مقتل رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو خوشی کا اظہار کرتے ہوئے مرحبا کہا۔

اور دعوت دی کہ آؤ مقتل! آج رات ہمارے ساتھ گزارو۔ حضرت مقتل رضی اللہ عنہ ان کی دعوت کا مطلب سمجھتے تھے۔ فرمایا نہیں نہیں اے انام! میں اسلام قبول کر چکا ہوں اور میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کو حرام قرار دیا ہے۔ لہٰذا میں تمہاری دعوت قبول نہیں کرسکتا۔ اس نے آخر شور مچا دیا، حضرت مقتل رضی اللہ عنہ بدکاری سے بچنے

کے لئے بھاگ کھڑے ہوئے آٹھ آدمیوں نے ان کا تعاقب کیا۔

حضرت مقثل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں ایک پہاڑ کے پیچھے چھپ گیا، اللہ کی قدرت کہ وہ مجھے نہ دیکھ سکے۔ میں نے سوچا مجبور مسلمان سے وعدہ کر رکھا تھا۔ اس کو اٹھایا مکہ سے لیکر چلا گیا میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا تو میں نے سارا واقعہ سنایا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! یہ جو عورت ہے انام نام کی جاہلیت میں میرا اس سے تعلق رہا ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کے ساتھ نکاح کرلوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر اللہ نے سورۃ النور کی یہ آیت نازل فرمائی:

اَلزَّانِیْ لَا یَنْكِحُ اِلَّا زَانِیَةً اَوْ مُشْرِكَةً٘ وَّالزَّانِیَةُ لَا یَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ۝۳

(سورۃ النور آیت ۳، پ۱۸)

زنا کرنے والا مرد وہ نکاح کرتا ہے تو صرف زانیہ سے اور زنا کرنے والی عورت وہ نکاح کرتی ہے تو کسی زانی یا مشرک سے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اس آیت کریمہ کے ذیل میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے۔ کہ پاک دامن عورت کے لئے زانی کے ساتھ نکاح کرنا جائز نہیں ہے؟

اور اس کا جواب دیا ہے کہ نکاح کرنا جائز ہے جب کوئی زانی توبہ

کرے یا زانیہ توبہ کرے تو اس کے ساتھ پاک دامن کا نکاح کرنا جائز ہے۔ شریعت اس سے منع نہیں کرتی۔ اگر چہ اس آیت کریمہ میں اللہ پاک نے عمومی عرف و عادت اور رجحان بیان فرمایا کہ عام طور پر زانی مردوں کا میلان زانی عورتوں کی طرف اور زانی عورتوں کا میلان زانی مردوں کی طرف ہوتا ہے۔ اللہ دلوں میں زنا کی نفرت بٹھانے کے لئے فرما رہے ہیں کہ ہوگا تو یہی کہ زانی مرد زانی عورت یا مشرکہ سے نکاح کرے گا اور زانی عورت زانی مرد یا مشرک مرد سے نکاح کرے گی وہ اس قابل ہی نہیں کہ وہ پاک دامن اور توحید پرست سے نکاح کرے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت مقتل رضی اللہ عنہ کو منع کر دیا کہ تم اس کیساتھ نکاح نہ کرو۔

میں ابھی آپ کو بتا رہا تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی معزز گھرانے کی خواتین، بڑے خاندان کی عورتیں زنا اور بدکاری کو شرم سمجھتی تھیں۔ میں اس سلسلے میں وہ واقعہ آپ کو سنانا چاہوں گا جو فتح مکہ کے موقع پر پیش آیا۔

بیعت کیا ہے؟

جب مکہ فتح ہو گیا اور بہت سے بڑے مشرکوں نے نبی اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ بہت بڑا مجمع تھا مردوں کا بھی اور عورتوں کا بھی آپ ﷺ نے مردوں سے الگ بیعت لی اور عورتوں سے الگ بیعت لی۔ مردوں کے لئے تو ہاتھ میں ہاتھ لیکن عورتوں کے لئے ہاتھ میں ہاتھ نہیں بلکہ باپردہ رہ کر زبانی وعدہ کر کے وہ بیعت کرتی تھیں اور بیعت کیا

ہے؟ عہد کرنا۔

شرک سے بچنے کا عہد، گناہوں سے بچنے کا عہد، بدکاری سے بچنے کا عہد، جھوٹ، غیبت، بہتان سے بچنے کا عہد اسی کو بیعت کہتے ہیں۔ مردوں نے الگ بیعت کی عورتوں نے الگ بیعت کی۔

حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کا حیران کن واقعہ

جن عورتوں نے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی ان میں سے ایک تھیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی اور یہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرنے سے پہلے غزوہ احد کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کا سینہ چیرا تھا۔ اور انکا کلیجہ نکال کر چبایا تھا۔ اور ان کی آنکھیں، ناک، کان کاٹ کر شکل بگاڑ دی تھی اور حضور اکرم ﷺ کو اپنے چچا کی یہ حالت دیکھ کر بڑا صدمہ ہوا تھا۔ لیکن جب وہ توبہ کرنے کے لئے آگئیں تو نبی اکرم ﷺ نے ان کے ظلم کا ذکر نہیں کیا، ان کی زیادتی کا ذکر نہیں کیا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو وحشیانہ عمل کیا تھا اس کا ذکر نہیں کیا بلکہ دوسری عورتوں کے ساتھ ان کو بھی بیعت کیا۔

حدیث میں آتا ہے آپ ﷺ نے بیعت لیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وعدہ کرو۔ شرک نہیں کریں گی، حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ ہم سے وہ عہد لے رہے ہیں جو آپ نے مردوں سے نہیں لیا۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا وعدہ کرو چوری نہیں کریں گی۔ تو ہندہ نے کہا میں

اپنے شوہر ابوسفیان کے مال سے تھوڑا تھوڑا مال لیتی رہی ہوں بلااجازت اور میں نہیں جانتی کہ وہ حلال ہے یا حرام؟ حضور ﷺ کے سامنے جو افراد تھے ان میں ابوسفیان رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ سن لئے انہوں نے کہا زمانۂ جاہلیت کی باتوں کو چھوڑ و اسلام کی بات کرو اور وعدہ کرو۔ اللہ کے نبی ﷺ سے آج کے بعد چوری نہیں کرو گی۔

پھر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وعدہ کرو ہم زنا نہیں کریں گی۔ نبی اکرم ﷺ نے جب یہ فرمایا تو حدیث میں آتا ہے کہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا شریف خاندان کی عورت بھی زنا کرسکتی ہے؟

مشرکہ بھی جو اسلام قبول کرنے سے پہلے زمانہ جاہلیت میں پلی بڑھی اس کی سوچ بھی یہ تھی کہ کسی معزز گھرانے کی خاتون زنا نہیں کرسکتی۔ چنانچہ انہوں نے بڑے تعجب سے کہا کہ کیا کوئی شریف عورت بھی زنا کرسکتی ہے؟

زمانۂ جاہلیت میں زنا کا تصور

تو بتا یہ رہا تھا کہ اگرچہ زمانہ جاہلیت میں بھی زنا ہوتا تھا۔ لیکن وہ پیشہ ور عورتیں تھیں یا مظلوم لونڈیاں یا وہ لڑکیاں جن کو پکڑ کر لاتے تھے اور ظلم وزبردستی ان سے یہ پیشہ کرواتے تھے۔ ورنہ مشہور تھا کہ سرداروں کی عورتوں کے لئے یہ ناقابل برداشت فعل تھا کہ وہ بدکاری میں ملوث ہوں اس لئے حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ کیا شریف گھرانے کی عورت بھی زنا کرسکتی ہے؟

آج کی صورتِ حال

میرے بھائیو اور میری بہنو! میں کسی پر انگلی نہیں اٹھا رہا لیکن آج صورت یہ ہے کہ بے پردگی، فحاشی اور عریانیت سے بڑے خاندانوں کی پہچان رہتی ہے۔ ویسے یہ بیماری تو عام ہے غریب بھی اور امیر بھی، پسماندہ بستیوں میں رہنے والے بھی لیکن عمومی طور پر آج ایسی چیز باعث شرم نہیں رہی لہٰذا بڑے گھرانوں میں، زیادہ تر کھاتے پیتے گھرانوں میں، اگر لڑکا کسی لڑکی کے ساتھ شرمناک گفتگو کر لے تو بُرا نہیں سمجھا جاتا۔ تو کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ان جرائم کی نشوونما اور پرورش ہوتی ہے اور زمانہ جاہلیت کی خاتون بھی اسے اپنے خاندان کے لئے بدنامی کا سبب سمجھتی تھی، بدنامی کا داغ سمجھتی تھی کہ میں بدنامی میں ملوث ہو جاؤں۔

تو سرورِ دو عالم ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی اس سے رک گئے۔

اسبابِ زنا بھی حرام ہیں

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ اسلام نے صرف یہی نہیں کہا کہ زنا نہ کرو۔ بلکہ یہ حکم دیا کہ زنا کے قریب بھی نہ جاؤ۔ علماء کہتے ہیں یہ اس لئے فرمایا کہ زنا بھی حرام ہے اور زنا کے اسباب بھی حرام ہیں۔

تمام اعضاء کا زنا

یہ بھی حدیث ہے سرورِ دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ:

اَلْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظَرُ

آنکھیں بھی زنا کرتی ہیں اور آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے۔

وَالْاُذُنَانِ زِنَاھُمَا السِّمَاعُ

اور کانوں کا زنا بدکاری کی باتیں سننا ہے۔

وَاللِّسَانُ زِنَاہُ الْکَلَامُ

اور زبان کا زنا یہ کلام ہے بات چیت کرنا

وَالْیَدُ زِنَاہُ الْبَطْشُ

اور ہاتھ کا زنا پکڑنا

اَلرِّجْلُ زِنَاہُ الْخُطٰی

اور پاؤں کا گناہ کی طرف چل کر جانا اور قدموں کا گناہ کے لئے استعمال کرنا یہ پیروں کا زنا۔

تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ یہ سارے اعضاء زنا کر سکتے ہیں ہر ایک کی بدکاری الگ الگ ہے۔ شرم گاہ کا زنا الگ ہے، اور کانوں کا زنا الگ ہے، آنکھوں کا زنا الگ ہے، ہاتھوں کا زنا الگ ہے اور پیروں کا زنا الگ ہے۔ تو اسلام نے صرف زنا کو حرام قرار نہیں دیا۔ بلکہ زنا کے مقدمات، زنا کے اسباب کو بھی حرام قرار دیا۔

چنانچہ عام طور پر بدنظری اور موبائل کی وجہ سے بہت سے گناہ ہورہے ہیں، اگرچہ موبائل اللہ پاک کی بہت بڑی نعمت بھی جس کی وجہ سے ہزاروں میل کے فاصلے سمٹ کر رہ جاتے ہیں۔ انسان جہاں بھی ہو رابطہ کرنے میں

آسانی اور اس موبائل کے ذریعے سے طرح طرح کے پیغام اور نئے نئے تعلقات پیدا کرنا بھی بڑا آسان ہو گیا۔

تو آقا ﷺ نے فرمایا کہ کانوں کا زنا گناہ کی چیزیں سننا اور آنکھوں کا زنا بدنظری کرنا ہے۔ چانچہ اسلام نے حکم دیا کہ اپنی نظروں کو جھکا کر رکھو۔ اور اپنی زبانوں کو فحش گوئی سے روک کر رکھو۔ تو ان اعضاء کو بھی بدکاری میں ملوث نہ ہونے دو۔

دس گنا بڑا گناہ

اور جان لیجئے! زنا تو کسی کے ساتھ بھی ہو وہ حرام ہے۔ آقا ﷺ نے فرمایا کہ اپنے پڑوس میں غلط تعلق قائم کرنا اور بدکاری کا عزم کرنا عام بدکاری سے دس گنا بڑا ہے، ویسے بھی بدکاری بہت بڑا گناہ ہے۔ اس کو شدید تر جرم بیان فرمایا۔

بزرگو اور دوستو! کبیرہ گناہوں میں سے ایک بڑا گناہ زنا اور بدکاری ہے جس سے اللہ نے بھی منع فرمایا اور رسول اکرم ﷺ نے بھی منع فرمایا۔ علماء نے لکھا ہے کہ جو بدکاری میں ملوث ہوتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس سے غیرت اور حیاء اٹھ گئی۔

بدکاری کے اثرات

آقا ﷺ نے فرمایا: جس کے اندر حیاء نہیں اس کے اندر ایمان نہیں، جو بدکاری میں ملوث ہوتا ہے اس کے اوپر نحوست چھا جاتی ہے، اس

کے دل میں ظلمت کا راج ہوتا ہے، اس کا دل تاریک ہوجاتا ہے، دل عبادت میں نہیں لگتا۔ جو بدکاری میں ملوث ہوتا ہے اس کی روزی سے برکت اٹھ جاتی ہے۔

بدکاری سے شہروں میں سفاکیت عام ہوجاتی ہے اور جب بدکاری عام ہوجائے تو پھر ایسی بیماریاں جنم لیتی ہیں کہ جن بیماریوں کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اسکا علاج نہیں کرسکتا۔ آج دیکھیں تو ایسی ایسی بیماریاں سامنے آرہی ہیں کہ ہمارے بزرگوں نے ان بیماریوں کے بارے میں کبھی سنا بھی نہیں تھا۔

اور اس کے برعکس جو شخص قدرت کے باوجود اپنے آپ کو بدکاری سے روک لے تو اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔

دعا کی قبولیت

بنی اسرائیل کے تین بندوں نے اپنے اپنے عمل کا وسطہ دے کر اللہ سے دعا کی۔ ان میں سے ایک نے کہا تھا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے میں فلاں وقت بدکاری پر قدرت رکھتا تھا اور کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ مگر میں تیرے ڈر سے باز آگیا تھا۔ اگر تیری بارگاہ میں میرا یہ عمل قبول ہے تو مصیبت سے نجات دے دے۔

اللہ پاک نے ان کی دعا کو قبول فرمایا اور مصیبت سے نجات دے دی۔ اس لئے کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قدرت کے باوجود نظر کو جھکا دیتا ہے،

نامحرم کو دیکھنے سے پرہیز کرتا ہے تو اللہ پاک اس کو ایسی حلاوت، ایسی مٹھاس اور عبادت میں ایسی لذت عطا فرماتے ہیں جس کی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ پاک مجھے اور آپ سب کو ہر قسم کی بدکاری سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

عہد شکنی
کبیرہ گناہ

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

- ......ہجرت کے بعد آپ ﷺ نے کون سے دو اہم کام سرانجام دیئے؟
- ......دنیا کا سب سے پہلا دستوری وتحریری معاہدہ کونسا ہے؟
- ......کفار کے بارے میں لوگوں کی سوچ اور قرآن و حدیث کا نظریہ۔
- ......ایفائے عہد سے متعلق اسلامی تعلیمات کیا ہیں؟
- ......قرآن و حدیث کی روشنی میں عہد شکنی کی مذمّت۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا فَہُمۡ لَا یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِیۡنَ عٰہَدۡتَّ مِنۡہُمۡ ثُمَّ یَنۡقُضُوۡنَ عَہۡدَہُمۡ فِیۡ کُلِّ مَرَّۃٍ وَّہُمۡ لَا یَتَّقُوۡنَ ﴿۵۶﴾

(سورۃ الانفال آیت ۵۶، پ ۵۵ تا ۵۶)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

میرے محترم بزرگو، دوستو! میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو!

آج کے درس کا آغاز سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۵۵ سے کیا جار ہا ہے۔ یہ آیت اور اس کے بعد والی جو آیت ہے ان کو سمجھنے کے لئے ان کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔

آیات کا پس منظر

ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے جب مکۃ المکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو ہجرت کے بعد دو اہم کام کئے۔ پہلا کام تو یہ کیا کہ مکہ مکرمہ کے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا۔ آپ ایک مہاجر کو بلاتے اور پھر کسی انصاری کو بلاتے اور ان دونوں سے کہتے کہ آج کے بعد تم دونوں بھائی بھائی ہو اور یہ انسانی تاریخ میں غالباً اپنی مثال کا اور اپنی نوعیت کا واحد اور بے مثال رشتہ تھا۔ انصاری اپنے حصے میں آنے والے مہاجر کو اپنے ساتھ لے جاتے اور لے جا کر اپنے گھر کے اموال اور سامان کو دو حصوں میں تقسیم کرتے چونکہ مدینے والے کاشت کار لوگ تھے تو زمینوں کو خود آباد کرتے، ہل چلاتے، بیج بوتے جب فصل پک کر تیار ہو جاتی تو اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے آدھی فصل خود رکھتے اور آدھی فصل اپنے مہاجر بھائی کو پیش کرتے۔

رشتۂ مواخات

تو پہلا کام نبی اکرم ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر یہ کیا کہ مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم کر دیا اس رشتے کی وجہ سے مہاجرین کی رہائش کا بھی مسئلہ حل ہو گیا اور معاش کا بھی مسئلہ حل ہو گیا۔ اب انہیں فکر نہیں تھی کہ کہاں رہیں گے اور گزر بسر کیسے کریں گے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس رشتے کی برکت سے یہ ہوا کہ ایک نئی قومیت وجود میں آئی۔

پہلے یہ تھا کہ مکے والے الگ ہیں، مدینے والے الگ ہیں، قریشی الگ ہیں، اموی الگ ہیں، اوس والے الگ ہیں اور خزرج والے الگ ہیں تو پہلے اپنے قبیلے کا فرد ہونے سے ان کی شناخت تھی لیکن اس نئی قومیت کی وجہ سے اب سب کی شناخت ایمان کے حوالے سے ہوگئی۔ اسلام کے حوالے سے قائم ہوگئی۔ ایک ایسی قومیت وجود میں آئی جو ہر قسم کی عصبیتوں سے پاک تھی۔ اس قومیت میں نہ وطن کی عصبیت تھی، نہ زبان کی عصبیت تھی، نہ قبائلی عصبیت تھی۔ ان تمام عصبیتوں سے پاک ایک نئی قوم وجود میں آگئی۔

ایک ریاست کا قیام

مدینہ منورہ پہنچ کر نبی اکرم ﷺ نے دوسرا کام یہ کیا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد کے گھر میں مدینہ کے باشندوں میں سے جو بڑے لوگ تھے ان کا ایک اجلاس مقرر کیا۔ جس میں ہر مذہب کے لوگ تھے اور ہر قبیلے کے لوگ تھے، خاص طور پر یہودی اور اس اجلاس میں حضور اکرم ﷺ نے یہ تجویز پیش کی کہ مدینہ کے جو باشندے ہیں ان کے آپس کے تنازعات اور جھگڑے ختم کرنے کے لئے اور باہر کے دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے مدینہ کی ایک ریاست قائم کی جائے۔ یہ آپ ﷺ نے تجویز پیش کی اور یہ تجویز پاس ہوئی سب نے اس کو پسند کیا کہ آپس کے جھگڑوں کو ختم کرنے کے لئے اور بیرونی حملہ آور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں ایک ہوجانا چاہئے، ایک ریاست ہونی چاہئے اور اس پر بھی سب کا اتفاق ہوگیا کہ اس ریاست کا سربراہ محمد

رسول اللہ ﷺ کو ہونا چاہیے۔

تمام معاہدات کو ضبط تحریر میں لانا چاہئے

رسول اللہ ﷺ کے اس معاہدے کی تمام جزئیات پر اتفاق کے بعد اس کو ضبط تحریر میں لایا گیا آپ اندازہ کیجئے! کہ خود نبی اکرم ﷺ لکھنا نہیں جانتے خود عربوں میں بہت کم لوگ تھے جو لکھنا جانتے ہیں، لیکن معاہدات لکھنے کی قرآن نے بھی تاکید کی ہے اور حضور اکرم ﷺ نے بھی تاکید کی ہے اور اپنے عمل سے بھی اس کو تقویت بخشی کہ جب معاہدہ ہو جائے چاہے کاروباری معاہدہ ہو، تجارتی معاہدہ ہو، قرض کے لین دین کا معاہدہ ہو، امن اور جنگ کا معاہدہ ہو تو تمام معاہدات کو تحریر میں لانا ضروری ہے۔ وگرنہ کوئی فریق بھی اپنی بات سے منکر ہو سکتا ہے کہ میں نے تو یہ بات نہیں کہی ہے۔ تو حضور اکرم ﷺ یہ کرتے تھے کہ جو معاہدہ ہوتا تو اس کو لکھتے تھے اور اس میں دونوں فریقوں کے دستخط ہوتے۔ حدیبیہ کے مقام پر جب قریش کے ساتھ معاہدہ ہوا تو اس موقع پر بھی حضور اکرم ﷺ نے اس معاہدے کو لکھا ہے اور جب مکے والوں کے ساتھ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ ہوا تھا تو بھی آپ نے معاہدہ لکھا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا لکھو اور یہاں پر بھی جب مدینے کے سارے باشندے اجلاس میں تھے اور معاہدے کی ساری دفعات پر بحث ہوئی اور ان کو پاس کیا گیا۔

دنیا کا پہلا دستوری معاہدہ

تو نبی اکرم ﷺ نے اس معاہدے کو لکھنے کا حکم دیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ معاہدہ دنیا کا پہلا دستوری معاہدہ تھا جو کسی مملکت کے سربراہ نے جاری کیا۔ حضور اکرم ﷺ کے اس معاہدے سے پہلے ہمیں کسی ایسے معاہدے کا ثبوت نہیں ملتا۔ جو کسی مملکت کے سربراہ نے جاری کیا ہو۔ ڈاکٹر حمید اللہ (اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے) ان کی زندگی سیرت پر ریسرچ اور تحقیق پر گزر گئی۔ تو انہوں نے نبی اکرم ﷺ کے تمام معاہدات کو تلاش کیا۔ ان پر بحث کی اور تحقیق سے ثابت کیا کہ مدینے میں ہجرت کے بعد حضور اکرم ﷺ جو مدینے کے باشندوں کے درمیان معاہدہ کروایا۔ تو یہ پوری دنیا کا پہلا تحریری معاہدہ تھا جسے کسی سربراہِ مملکت نے جاری کیا۔

آقا ﷺ کی بصیرت

حضور اکرم ﷺ نے اس معاہدے میں یہود کے متعلق خاص طور پر دفعات شامل کیں۔ اندازہ کیجئے! ہمارے آقا ﷺ کی بصیرت کا، دور اندیشی کا، سیاسی حالات پر نظر رکھنے کا، قوموں کی نفسیات کو جاننے کا، آپ ﷺ جانتے تھے کہ یہودی شرارتی قوم ہے۔ یہ شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ تو آپ ﷺ نے ان کو معاہدے میں جکڑ لیا، انہوں نے بھی منظور کیا انکار نہیں کرسکتے تھے۔ یہ تو ایسی بات تھی نہیں جس سے وہ سامنے انکار کرتے۔

یہود کے متعلق دفعات

تو خاص طور پر یہود کے متعلق جو دفعات شامل کی گئیں ان میں سے پہلی دفعہ یہ تھی کہ اگر مسلمانوں کے خلاف باہر کی کسی طاقت نے اعلانِ جنگ کیا تو یہودیوں پر لازم ہے کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں۔ انہوں نے دل نہ چاہتے ہوئے بھی مان لیا اس لئے کہ بات تھی مدینے کے باشندوں میں۔ مسلمان مدینے کے باشندے ہیں۔ ان میں انصار بھی ہیں اور مہاجر بھی۔ اور ان سے یہ وعدہ لیا گیا کہ اگر کسی طاقت نے چاہے قریش ہوں یا کوئی اور قبیلہ مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تو یہود پر لازم ہوگا کہ وہ مسلمانوں کی مدد کریں۔

دوسری دفعہ جو اس میں شامل کی گئی وہ یہ کہ مدینے کے سارے باشندے آپس میں صلح سے رہیں گے۔ اور ایک دوسرے کی خیرخواہی کریں گے۔ یہ بھی انہوں نے مان لی۔

تیسری دفعہ جو شامل کی وہ یہ کہ یہودی خاص طور پر اور مدینے والے عام طور پر نہ تو قریش کی حمایت کریں گے اور نہ ہی انہیں پناہ دیں گے یہ دفعہ بھی انہوں نے مان لی۔

اور چوتھی دفعہ جو آپ ﷺ نے شامل کی وہ یہ کہ اگر بالفرض مدینے کے باشندوں میں اختلاف ہو یا یہودیوں کا مسلمانوں کے ساتھ یا مدینے کے کسی قبیلے کے ساتھ اختلاف ہو تو آخری فیصلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ہوگا۔ ہر دفعہ ایسی تھی کہ یہودیوں کو جکڑ لیا۔ اب وہ کھل کر قریش کا ساتھ نہیں دے

سکتے تھے۔ کھل کر مسلمان اور اسلام دشمنی نہیں کر سکتے تھے۔ اندازہ کیجئے! اس موقع پر آپ ﷺ نے یہودیوں کے ہاتھ باندھ دیئے۔ اور صلح حدیبیہ کے موقعے پر قریش کے ہاتھ باندھ دیئے قریش سے کہا کہ تم جنگ نہیں کرو گے۔ اور جو کوئی مسلمانوں کے خلاف شرارت کرے تو اس کا ساتھ نہیں دو گے، تو کیا دور اندیشی تھی ہمارے آقا رسول اللہ ﷺ کی۔

یہود کی شرارت اور عہد شکنی

کہ جب یہ معاہدہ ہوا تو یہود کھل کر کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اپنی فطرت سے مجبور ہو کر اندرون خانہ وہ شرارتوں اور سازشوں میں مشغول رہے۔ چنانچہ جنگ بدر میں بھی انکی حمایت اور ان کا تعاون قریش کے ساتھ تھا اور غزوۂ خندق کے موقع پر انہوں نے بہت شرارت کی۔ جب مسلمان محصور ہو کر رہ گئے تھے تو وعدہ خلافی، عہد شکنی کرتے رہتے تھے اور یہ یہود کی خصلت اور فطرت ہے جو اللہ نے قرآن میں بیان فرمائی۔ یہ ان آیات کا پس منظر ہے جو میں آپ کے سامنے تلاوت کی ہیں۔

بدترین مخلوق

اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِندَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا

(سورۃ الانفال آیت ۵۵، پ ۱۰)

بے شک مخلوق میں سے بدترین لوگ اللہ کے نزدیک وہ ہیں جو کافر ہیں،

صرف انسانوں میں سے نہیں بلکہ حیوانوں میں سے چوپایوں میں سے، مخلوق میں سے اللہ کے نزدیک بدترین لوگ وہ ہیں جو کافر ہیں، یہ آیت اور اگلی آیت یہ یہودی کے بارے میں نازل ہوئی جو کہ حضور ﷺ کو پہچاننے کے باوجود ایمان قبول نہیں کرتے تھے فرمایا کہ یہ چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ اس لئے کہ چوپایوں میں سے بعض سے فائدہ ہوتا ہے ان سے عالم انسانی کو سوائے نقصان کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

اللہ فرماتے ہیں مخلوق میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو ایمان سے محروم ہیں وہ جو کافر ہیں۔

بعض لوگوں کا غلط نظریہ

میرے بھائیو! ہم دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ کافروں کی مادی ترقی کی وجہ سے، ان کی ٹیکنالوجی کی وجہ سے، ان کی سائنسی ایجادات کی وجہ سے، ان کی معاشی خوشحالی کی وجہ سے اور ان کے ہاں جو سیاسی عدالتی نظام ہے اس کے فعال ہونے کی وجہ سے بعض اوقات معاذ اللہ! اس طرح کی بات کر دیتے ہیں جس سے یوں ظاہر ہوتا ہے کہ گویا کافر مسلمانوں سے بہتر ہیں۔ معاذ اللہ!

میرے دوستو! اسلام، قرآن، ایمان، نبی کی احادیث نہ ہمیں ایجادات سے، نہ ٹیکنالوجی کے حصول سے روکتے ہیں، نہ اسلحہ سازی سے روکتے ہیں، نہ معاذ اللہ! عدل وانصاف کا نظام قائم کرنے سے روکتے ہیں۔

ذمہ دار ہم ہیں

اگر ہم اپنی حرکتوں کی وجہ سے پسماندہ ہیں، حرام خور ہیں، رشوت عام ہے، کرپشن کا نظام ہے، جھوٹ فریب اور دھوکے کا نظام ہے تو اس کی ذمہ داری ہم قرآن پر نہیں ڈال سکتے، حدیث پر نہیں ڈال سکتے۔ اسلام اور ایمان پر اور کلمہ طیبہ پر ذمہ داری نہیں ڈال سکتے۔ اس کی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہوتی ہے، ہم قصوروار ہیں، ہم نے یہ حرکتیں کی ہیں۔ ہمیں اسلام نے، قرآن نے نہیں سکھایا کہ تم کرپشن کا نظام قائم کرو، تم سفارش کا نظام قائم کرو، یہ ہمیں قرآن نے نہیں سکھایا، حدیث نے نہیں سکھایا، نبی نے نہیں سکھایا۔

قانون کی پاسداری

اللہ کے نبی ﷺ کا حال تو یہ تھا کہ ایک موقع پر فرمایا کہ محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ بھی کاٹ دیتا۔ اسلئے کہ نفاذ قانون میں، نفاذ عدل میں محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا اور کسی اور کی بیٹی فاطمہ برابر ہے۔

قرآن وحدیث کا نظریہ اور ہماری سوچ

تو فرمایا مخلوق میں سے بدترین لوگ وہ ہیں جو کافر ہیں اس لئے کہ یہ ایمان نہیں لاتے۔ تو بھائیو! سائنس، ٹیکنالوجی اور جدید علوم اور فنون میں ترقی حاصل کرنی چاہئے اور بقدر ضرورت اس کا سیکھنا فرض ہے۔ لیکن اس کا

یہ مطلب نہیں کہ اگر ہم نہ سیکھیں اور کافر سیکھ لیں تو ہم ان کو کہہ دیں کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھنے والوں سے بہتر ہیں، یہ نظریات یہ سوچ صراحتاً قرآن کے خلاف ہے، حدیث کے خلاف ہے۔ جس میں اللہ نے ان لوگوں کو جو ایمان سے محروم ہیں چوپایوں سے بدتر قرار دیا چوپایوں میں صرف گدھا، گھوڑا نہیں آتا بلکہ چوپایوں میں کتا اور خنزیر بھی آتا ہے۔

اللہ کہتے ہیں جو ایمان سے محروم ہیں اور جو عقل سے کام نہیں لیتے وہ چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔

یہود کا حال

انہی یہود کے بارے میں آگے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ

(سورۃ الانفال آیت ۵۶، پ ۱۰)

ان کا حال یہ ہے کہ آپ ان سے کئی بار عہد لے چکے۔

ثُمَّ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ

(سورۃ الانفال آیت ۵۶، پ ۱۰)

پھر وہ اپنے عہد کو بار بار توڑ دیتے ہیں۔

وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۶﴾ اور وہ اللہ سے ڈرتے نہیں ہیں۔

فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ

اے میرے حبیب، اے میرے پیغمبر! اگر جنگ میں آپ ان پر قابو پالیں۔

فَشَرِّدْ بِهِمْ مَّنْ خَلْفَهُمْ

تو انہیں ایسی مار ماریں جو ان کے علاوہ کو تتر بتر کردے، ایسی سزا دیں اور ایسی مار ماریں کہ جو میدان جنگ میں نہیں آسکے یا دوسرے ملکوں میں یہودی رہتے ہیں وہ بھی خوفزدہ ہو جائیں، وہ عبرت پکڑیں:

لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٥٧﴾

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں تاکہ ان کے دماغ ٹھکانے آجائیں۔

(سورۃ الانفال آیت ۵۷، پ ۱۰)

وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِن قَوْمٍ خِيَانَةً فَانبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۚ

(سورۃ الانفال آیت ۵۸، پ ۱۰)

اور اگر آپ کو اندیشہ ہو کسی قوم کی طرف سے خیانت کا، اگر آپ کو ڈر ہو کسی قوم سے خیانت کا تو آپ انہیں معاہدہ ختم کرنے کی اطلاع کردیں کہ برابر ہو جائے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ ﴿٥٨﴾

(سورۃ الانفال آیت ۵۸، پ ۱۰)

بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

معاہدہ اور اسکے آداب

اللہ فرما رہے ہیں، میرے حبیب! جن کے ساتھ معاہدہ کریں اس معاہدہ کو پورا کریں جب تک وہ اپنے عہد پر قائم رہیں، آپ بھی اپنے عہد پر قائم رہیں وعدہ خلافی نہ کریں۔ لیکن اگر آپ کو کسی قوم کی طرف سے خیانت کا اندیشہ ہو، وعدہ توڑنے کا اندیشہ ہو تو پھر آپ بھی ان کو اطلاع

کردیں کہ ہماری طرف سے معاہدہ ختم ہوگیا۔ اطلاع کر کے معاہدے کو ختم کردیں۔ خفیہ خفیہ معاہدہ کو ختم نہ کریں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ایفائے عہد سے متعلق اسلامی تعلیمات

عام محاورہ تو یہ ہے کہ جنگ اور محبت میں سب جائز ہے۔ لیکن ہمارا دین کہتا ہے کہ جنگ اور محبت میں بھی سب کچھ جائز نہیں ہے۔ وعدہ خلافی اور جھوٹ اور خیانت حرام ہے۔ مسلمان کے ساتھ بھی حرام اور کافر کے ساتھ بھی حرام۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے بیان میں یہ حدیث ضرور بیان فرماتے، اندازہ کیجئے۔ کہ ایک ہی بات اپنے بیان میں بار بار فرماتے۔ فرماتے کہ شاید ہی کوئی خطبہ اور کوئی بیان اس حدیث سے خالی ہے:

لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا اَمَانَةَ لَهٗ وَلَا دِيْنَ لِمَنْ لَّا عَهْدَ لَهٗ

جس کے اندر امانت کی صفت نہیں اس کے ایمان کا اعتبار نہیں اور جس کے اندر وعدہ پورا کرنے کی صفت نہیں اس کے دین کا اعتبار نہیں۔

امانت داری کا فقدان

ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ہوگا کہ لوگ سنیں گے فلاں قبیلے میں، فلاں محلے میں، فلاں بستی میں ایک امانت دار شخص رہتا ہے لیکن جب اس

کے ساتھ بھی واسطہ پڑے گا تو پتہ چلے گا کہ امانت تو اس کے اندر بھی نہیں ہے خالی ڈھونگ ہوگا اور فرمایا کہ ایسا ہوگا جیسے بعض اوقات جسم کا کوئی حصہ جل جائے تو پھول جاتا ہے اب پھولے ہوئے کو دیکھ کر یہ سمجھے کہ بڑا موٹا ہوگیا، بڑی جان بن گئی۔ حالانکہ اس کو چیر کر دیکھیں اندر گندگی ہے، گندے پانی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن نظر آ رہا ہے پھولا ہوا۔ فرمایا یوں ہوں گے بعض لوگ دیکھنے میں معزز، محترم، مشہور بڑے لوگ لیکن اندر سے گندگی اور خیانت سے بھرے ہوئے۔

خیانت کسی کے ساتھ بھی جائز نہیں

اسی طریقے سے حضور ﷺ نے فرمایا کہ خیانت کسی کے ساتھ جائز نہیں بعض لوگوں کی سوچ ہے کہ کافر کے ساتھ چکر بازی جائز ہے، دشمن کے ساتھ جائز ہے، اپنے مخالف فرقے کے ساتھ جائز ہے۔ بعض لوگوں کی سوچ یہ ہے کہ دوسرے فرقے والوں کے ساتھ جھوٹ بولنا، خیانت کرنا اور ناجائز کرنا سب جائز ہے۔

تین چیزوں میں مسلمان وکافر برابر

حضرت میمون بن فہران رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تین چیزیں ایسی ہیں جس میں مسلمان اور کافر برابر ہیں۔

پہلی چیز فرمایا کہ جس سے معاہدہ کرو تو وہ معاہدہ پورا کرو، خواہ وہ کافر ہو یا مسلمان۔

دوسری چیز فرمایا کہ جس کے ساتھ رشتہ داری ہے اس کے حقوق ادا کرو، اگر چہ رشتہ دار کافر ہو یا مسلمان۔ رشتہ دار کافر بھی ہے تو بھی صلہ رحمی ضروری ہے، اس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہے۔

تیسری چیز فرمایا کہ اگر کوئی تمہارے پاس امانت رکھے تو امانت ادا کرو اس میں خیانت نہ کرو اگر چہ امانت رکھوانے والا مسلمان ہو یا کافر۔

سبق آموز واقعہ

حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا رومیوں سے معاہدہ تھا۔ مثال کے طور پر چار مہینے کے لئے معاہدہ تھا۔ جب چار مہینے ختم ہونے لگے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر چل پڑے تاکہ معاہدہ کا وقت پورا ہو جائے تو فوراً حملہ کر دوں یہ سوچنے لگے۔ اب ایسا نہیں تھا کہ چار مہینے ختم ہونے سے پہلے ہی حملہ کرنے لگے تھے بلکہ ابھی تو صرف لشکر لے کر جا رہے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ دور سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آرہا ہے جو کہ ایک بوڑھا شیخ ہے اور کہہ رہے ہیں، وَفَاءٌ لَا غَدَرَ۔ ارے وعدہ پورا کرو۔ امیر معاویہ! دھوکہ نہیں دو وعدے کو نہیں توڑو۔ حالانکہ مدت پورے ہونے سے پہلے حملہ کرنے کا ارادہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بھی نہیں تھا۔ لیکن آنے والا کہہ رہا ہے تمہارا یوں خاموشی سے سرحد پر پہنچنا یہ بھی وعدے کے خلاف ہے ایسا نہ کرو۔ وَفَاءٌ لَا غَدَرَ یہ لشکر ہے مسلمانوں کا اور معاہدہ ہے کافروں کے ساتھ۔

جب یہ آنے والے شیخ نے حدیث سنائی کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا؛ اگر تمہارا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہوتو اس معاہدے میں تمہیں کمی بیشی کرنے کا اور معاہدہ کوتوڑنے کا کوئی اختیار نہیں ہے۔

وہ گھڑسوار شیخ حضرت محمد ﷺ کے صحابی عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ تو خوب سمجھ لیں! وعدہ شکنی حرام ہے چاہے وعدہ مسلمان کے ساتھ ہو یا کافر کے ساتھ۔

عہد شکن کے لیے وعید

فرمایا ہمارے آقا ﷺ نے کہ:

لِكُلِّ غَادِرٍ لِوَاءٌ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو عہد کو توڑنے والا ہے قیامت کے دن اس کے لئے جھنڈا بلند کیا جائے گا۔ اور فرمایا جتنا بڑا عہد شکن ہوگا اتنا بڑا جھنڈا۔ لوگ کہیں گے یہ ہے وعدے توڑنے والا۔ کتنی مذمت بیان کی خیانت اور وعدہ خلافی کی۔ عہد شکنی کی اجازت نہیں دی۔ اگرچہ وہ وعدہ غیر مسلم کے ساتھ ہی ہو۔

تو فرمایا کہ اگر تمہارا کسی قوم کے ساتھ معاہدہ ہو اور اسے ختم کرنا ہو تو اطلاع دے دو پھر برابر ہو جاؤ اور اگر کسی کے ساتھ معاہدہ ہی نہیں ہے تو جنگی چال چل سکتے ہیں، کوئی بھی جنگی چال چلی جا سکتی ہے۔ اس لئے کہ جنگی چال تو تدبیر کا نام ہے جو اچھی چال چل گیا وہ کامیاب ہو گیا۔

فریق مخالف عہد شکنی کرے تو؟

اسی طریقے سے اگر دوسرا فریق خود معاہدہ توڑ دے تو اب اطلاع کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ جیسے حدیبیہ کے مقام پر مشرکین کے ساتھ معاہدہ ہوا لیکن مشرکین نے خود اس معاہدے کو توڑ دیا۔ تو نبی اکرم ﷺ مسلمانوں کو اپنے ساتھ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اطلاع نہیں دی مکہ والوں کو اس وقت اطلاع ملی جب حضور اکرم ﷺ کی قیادت میں دس ہزار کا لشکر مکہ کے قریب پہنچ گیا۔ رات کا وقت تھا اور پہاڑیوں پر اسلامی لشکر پڑاؤ ڈال چکا تھا حضور ﷺ نے فرمایا آگ جلاؤ دس ہزار لوگ پہاڑیوں پر تھے اب جو آگ لگائی تو مکہ والوں نے دیکھا کہ مکہ کے چاروں طرف آگ ہی آگ جل رہی ہے تو مرعوب ہو کر رہ گئے اور پھر جب حضور اکرم ﷺ صبح کے وقت مسلح لشکر لے کر اندر داخل ہوئے تو وہ جنگ کرنے سے پہلے ہار بیٹھے اور ان میں سے کوئی بھی مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کو تیار نہ ہوا۔ یہ کیو ں کیا اس لئے کہ معاہدے کو پہلے سے قریش نے توڑا تھا اب حضور ﷺ نے ان کو اطلاع دینے کی ضرورت محسوس نہیں کی اپنے لشکر کو لے کر چل پڑے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

مدینہ میں بعض ایسے لوگ بھی تھے کہ جو بد عہد بھی تھے۔ خیانت بھی کرتے تھے ظلم بھی کرتے تھے لیکن ابھی تک ان پر عذاب نہیں آیا تھا تو بعض لوگوں کے دل میں وسوسے آتے تھے کہ اگر اللہ پکڑنے والا ہے تو ان کو کیوں

نہیں پکڑتا یہ ہمارے دل میں وسوسے آتے ہیں دوسروں کے لئے اگر اللہ طاقت والا ہے اللہ جسے چاہے پکڑ سکتا ہے۔ تو یہ اتنا بڑا ظالم ہے اس کو اللہ کیوں نہیں پکڑ رہا ہے؟ یہ جھوٹا ہے اس کو اللہ کیوں نہیں پکڑتا؟ یہ خائن ہے اللہ اس کو کیوں نہیں پکڑتا۔ تو اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبَقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُونَ ﴿٥٩﴾

اور نہ گمان کریں وہ لوگ جو کافر ہیں کہ وہ بچ گئے وہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔

جواب تک بچا ہوا ہے، جسے اللہ نے مہلت دی ہوئی ہے وہ یہ مت سمجھے کہ وہ مستقل بچا رہے گا اس لیے کہ اللہ کے ہاں دیر تو ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔ کبھی نہ کبھی اللہ پکڑتا ہے اور جب اللہ پکڑتا ہے تو پھر کوئی چھڑا نہیں سکتا:

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ○ (اللہ کی پکڑ یقیناً بہت سخت ہے۔)

یہ اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے اور قرآن میں جگہ جگہ ایسے چھوٹے چھوٹے جملے ہیں جس میں اللہ نے کیسے کیسے حقائق بیان کئے ہیں مثلاً مجھے تو صرف یہودیوں کے نظریہ کا پتہ ہے لہذا ان کی تردید کرتا ہوں، عیسائیوں کی سوچ کا پتہ ہے لہذا ان کی تردید کرتا ہوں لیکن دنیا میں لاکھوں کروڑوں فرقے سب کی مجھے خبر نہیں لیکن اللہ کو خبر ہے اللہ کس جملے سے کس سوچ کی تردید کر رہے ہوتے ہیں ہمیں پتہ نہیں چلتا جیسے یہ چیز سامنے آچکی کہ بعض ایسے فرقے تھے اور آج بھی ہیں جن کے ہاں تصور یہ تھا کہ اللہ سو بھی جاتا ہے، اللہ تھک بھی جاتا ہے اور اللہ سے بھاگا بھی جاسکتا ہے، اللہ کو عاجز کیا جاسکتا ہے تو اللہ جواب میں فرماتے ہیں:

اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ

نہیں! اللہ کو کوئی بھی عاجز نہیں کرسکتا، اللہ سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔

يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ط

اے جن وانس کی جماعت اگرتم آسمانوں، زمینوں کے اطراف سے نکل سکتے ہو، بھاگ سکتے ہو تو بھاگ جاؤ۔

لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ﴿۳۳﴾

لیکن یاد رکھو! جہاں بھی جاؤ گے وہاں اللہ کا اقتدار ہوگا کہیں بھی نہیں جا سکتے میرا حکم صرف یہاں چل سکتا ہے میرا غیر یہاں سے نکل گیا میں کچھ نہیں کرسکتا میرا دشمن یہاں سے نکل گیا میں کچھ نہیں کرسکتا، میرا مخالف نکل گیا میں کچھ نہیں کرسکتا اس لئے کہ میری بات یہاں تک چلتی ہے کسی ایک ملک میں چلتی ہے لیکن پوری دنیا پر، سارے آسمانوں پر، زمینوں پر، سمندروں پر، فضاؤں پر، ہواؤں پر کسی کا اقتدار نہیں سوائے اللہ کے تو اگر اللہ کا مجرم بھاگے گا تو جہاں بھی جائے گا وہاں اللہ کا ہی حکم چلتا ہوگا، اللہ کا اقتدار ہوگا تو اللہ کو کوئی عاجز نہیں کرسکتا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عہد شکنی جیسے کبیرہ گناہ سے ہمیشہ محفوظ فرمائے۔ (امین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

چھ خطرناک معاشرتی بیماریاں

غیبت ایک گناہ کبیرہ

از افادات
داعی قرآن، مفسرِ قرآن
حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب
مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......غیبت کی حقیقت کیا ہے؟
- ......غیبت اور چغلی میں کیا فرق ہے
- ......غیبت کے دینی اور دنیاوی نقصانات کیا ہیں؟
- ......غیبت کے جواز کے مواقع کون کون سے ہیں؟
- ......غیبت سے بچنے کا علاج کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ ط اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمْ اَنْ یَّاْکُلَ لَحْمَ اَخِیْہِ مَیْتًا فَکَرِہْتُمُوْہُ ط وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱۲﴾

(سورۃالحجرات آیت ۱۲، پ ۲۶)

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ

اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیونکہ بعضے گمان گناہ ہوتے ہیں اور سراغ مت لگایا کرو، اور کوئی کسی کی غیبت بھی نہ کرے، کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت

کھائے اور اس کو تو تم ناگوار سمجھتے ہو، اور اللہ سے ڈرتے رہو بے شک اللہ بڑا قبول کرنے والا ہے مہربان ہے۔

محترم سامعین اور سامعات! آپ کے سامنے سورۃ الحجرات کی آیت نمبر ۱۱ اور آیت نمبر ۱۲ کے حوالے سے جو چھ خطرناک معاشرتی بیماریوں کی نشاندہی کی جارہی ہے آج کے درس میں ہم ان میں سے آخری بیماری یعنی غیبت کے بارے میں گفتگو کریں گے۔ اپنے موضوع کی وضاحت کے لئے میں آپ کے سامنے چھ باتیں کرنا چاہوں گا، آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ میں چھ سوالوں کا جواب دوں گا۔

پہلا سوال اور اس کا جواب

پہلا سوال یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں غیبت کرنے کو مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے کیوں تشبیہ دی گئی ہے؟ تو اس سوال کا پہلا جواب یہ ہے کہ جیسے وہ شخص بڑا بزدل اور کمینہ ہے، جو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے یوں ہی وہ بھی بڑا بزدل اور کمینہ ہے جو پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کی برائیاں کرتا ہے اور اسے روبرو بات کرنے کی جرات نہیں ہوتی۔

اور اس کا دوسرا جواب یہ ہے جب کسی کا بھائی یا کوئی دوسرا عزیز فوت ہوجاتا ہے تو اسے اس کا چہرہ دیکھنے کی بھی ہمت نہیں ہوتی لیکن وہ شخص کتنا سنگ دل ہے جو اس کا گوشت نوچ نوچ کر کھاتا ہے۔ گویا غیبت کرنے والے کو سنگ دل ہونے میں اس شخص کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جو فوت

ہونے والے بھائی کا گوشت تک کھا جاتا ہے۔

دوسرا سوال اور اس کا جواب

دوسرا سوال یہ ہے کہ غیبت کیا ہے؟ تو گزارش ہے کہ پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنے کو غیبت کہا جاتا ہے خواہ وہ برائی اس میں ہو یا نہ ہو، صحیح مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے خود ہی سوال کیا؛

اَتَدْرُوْنَ مَا الْغِیْبَۃُ (کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟)

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی عادت کے مطابق جواب دیا کہ واللہ اعلم! اللہ ہی بہتر جانتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

ذِکْرُكَ اَخَاكَ بِمَا یَکْرَہُ

اپنے بھائی کی ایسی باتوں کا ذکر کرنا جو اسے ناپسند ہوں

کسی نے سوال کیا کہ اگر واقعی اس کے اندر وہ برائی پائی جاتی ہے جو میں بیان کر رہا ہوں تو کیا اسے بھی غیبت کہیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی کو تو غیبت کہتے ہیں اور اگر اس کے اندر وہ برائی نہ ہو تو پھر اسے غیبت نہیں کہیں گے بلکہ بہتان کہیں گے۔

غیبت کے بارے میں چند احادیث مبارکہ

تیسری بات آج کے درس میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے اس کے بارے میں اللہ کا فرمان تو سن ہی لیا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند

احادیث بھی سن لیجئے۔

ابوداؤد میں ہے کہ معراج کی رات حضور اکرم ﷺ کا گزر ایسی قوم پر ہوا جو تانبے کے ناخن سے اپنے چہرے اور سینے نوچ رہی تھی آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کی غیبت کیا کرتے تھے۔

غیبت کے زنا سے سنگین ہونے کی وجہ

مجمع الزوائد حدیث کی کتاب ہے اس میں روایت ہے کہ آپ ﷺ نے غیبت کو زنا سے بھی بدتر قرار دیا۔ کسی کے ذہن میں یہ سوال آسکتا ہے کہ غیبت کو زنا جیسے بدترین گناہ سے بھی زیادہ برا قرار دینے کی آخر کیا وجہ ہے، تو صاحبو! اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا چونکہ حق اللہ میں کوتاہی ہے اس لئے وہ محض توبہ سے بھی معاف ہوسکتا ہے جبکہ غیبت حق العبد میں کوتاہی ہے اس لئے جب تک بندہ معاف نہیں کرے گا اس وقت تک یہ گناہ معاف نہیں ہوگا۔

غیبت زبان کے علاوہ دوسرے اعضاء سے بھی ہوسکتی ہے؟

یہاں یہ سن لیجئے! کہ غیبت جیسے زبان سے ہوتی ہے اسی طرح ہاتھ، پاؤں اور آنکھ سے بھی ہوسکتی ہے، یعنی اگر ہاتھ، پاؤں یا آنکھ کے اشارے سے بھی کسی کو پیٹھ پیچھے برا کہہ دیا تو یہ بھی غیبت میں شمار ہوگا۔

ترمذی میں ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہاتھ کے اشارے سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کہا

کہ اسی صفیہ کا آپ تذکرہ کر رہے ہیں جس کا قد اتنا سا ہے، (یعنی چھوٹے قد کی ہے) تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! تم نے ایسا عمل کیا ہے اور اشارے سے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اس کی بو اور زہر سمندر میں ملا دیا جائے تو پورا سمندر زہریلا ہو جائے۔

غیبت اور چغلی

غیبت کی طرح چغلی لگانا بھی حرام ہے، عربی زبان میں چغلی کو "نمیمة" کہتے ہیں، اردو میں اس کا آسان ترجمہ "لگائی بجھائی" ہوسکتا ہے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ دو مسلمان بھائیوں کو آپس میں محبت اور پیار سے زندگی گزارتے دیکھ ہی نہیں سکتے، وہ انہیں آپس میں لڑانے بھڑانے کے لئے اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر پہنچاتے ہیں، اسی کو نمیمۃ اور چغلی کہتے ہیں، چغلی اور لگائی بجھائی مسلمان کی شان نہیں یہ تو کافروں کی صفت ہے، سورۃ القلم میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے ایک مشہور دشمن اور کافر و مشرک کی بری صفات بیان کی ہیں، اس میں سے ایک چغلی لگانا بھی ہے۔ فرمایا:

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيمٍ ﴿١١﴾ (وہ طعنے دیتا ہے اور چغلیاں لگاتا ہے)

ایک حدیث میں رسول خدا ﷺ نے فرمایا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَتَّاتٌ (چغل خور جنت میں داخل نہیں ہو سکے گا)۔

قابلِ اتباع عمل

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا ایک واقعہ نظر سے گزرا اگر ہم بھی

ان کے اسوہ پر عمل کر لیں تو چغل خوروں اور غیبت کرنے والوں کا مکمل طور پر خاتمہ ہوسکتا ہے۔ ان کے سامنے ایک شخص نے کسی کی چغلی لگائی آپ نے فرمایا کہ دیکھو! اگر تم جھوٹے ہوتو فاسق ہو اور سورۃ الحجرات میں اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی فاسق شخص تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کرلیا کرو، تحقیق کے بغیر اس کی خبر پر اعتماد نہ کرو۔ اگر تم سچے ہو جب تحقیق ہو جائے تو کہہ دو کہ تم تو چغل خور ہو اور ہمیں چغلی اور غیبت سننے سے منع کیا گیا ہے، اس لئے میں تمہاری بات پر کان دھرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، ہاں ایک تیسری صورت بھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر تم چاہتے ہوتو میں تمہیں معاف کردیتا ہوں اس نے دست بستہ عرض کیا کہ حضرت ! مجھے معاف کردیں آئندہ یہ حرکت کبھی نہیں کروں گا آپ نے فرمایا جاؤ میں نے تمہیں معاف کردیا۔ چنانچہ اس دن کے بعد سے اسے آپ کے سامنے کسی کی چغلی کرنے کی جرات نہیں کی۔

قابل رشک انسان اور اس کی تین صفات

نضرۃ النعیم نامی ایک عجیب کتاب میری نظر سے گزری۔ حضرت عمرو بن میمون ازدی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے انہوں نے روایت نقل کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اپنی قوم کو طور کی طرف لے جا رہے تھے تو آپ خود جلدی سے پہلے طور پر پہنچ گئے باقی قوم پیچھے تھی، ان کے دل میں جو محبت الٰہیہ تھی اور اللہ کے ساتھ کلام کا جو اشتیاق تھا وہ آپ کو جلد بازی پر آمادہ کر رہا تھا۔ چنانچہ

آپ دوڑے ہوئے جلدی جلدی پہنچ گئے۔ تو وہاں آپ نے دیکھا کہ پہلے سے ایک شخص موجود ہے اور اللہ کے ساتھ راز و نیاز میں مصروف ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر بڑا رشک آیا کہ یہ کون خوش نصیب ہے جو مجھ سے پہلے یہاں پہنچا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا، اے اللہ! یہ کون ہے؟ اس کا نام اور اتہ پتہ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے موسیٰ! اس کے نام اور اتے پتے میں کیا رکھا ہے اس کے اندر تین صفتیں ایسی پائی جاتی ہیں جس کی وجہ سے میں اس سے محبت کرتا ہوں۔

پہلی صفت

پہلی صفت یہ کہ یہ کسی سے حسد نہیں کرتا، کسی کے پاس کوئی فضل و کمال، نیک عمل، خوشحالی، اولاد، صحت، ثروت و غنیٰ دیکھتا ہے تو اس کو دیکھ کر جلتا نہیں ہے، حسد میں مبتلا نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے کہ اے اللہ! جیسے تو نے اسے نوازا ہے مجھے بھی نواز دے۔ حسد حرام ہے اور غبطہ ورشک جائز ہے۔ رشک یہی ہے کہ اللہ سے دعا کی جائے کہ اے اللہ! جیسے تو نے اسے نوازا ہے مجھے بھی نواز دے، اللہ تعالیٰ نے کسی کو فقیر بنایا ہے کسی کو غنی، کہ دیکھوں کہ یہ فقر میں مجھے بھول تو نہیں جاتا اور یہ غنیٰ میں مجھے بھول تو نہیں جاتا، اُسے بھی آزمارہا ہے اور اسے بھی آزمارہا ہے، ایک کو فقر میں اور ایک کو غنیٰ میں۔ مال دے کر، مال لے کر، اولاد دے کر، اولاد لے کر، بیماری میں، صحت میں، مختلف شکلوں میں اور مختلف صورتوں میں آزمائش

ہوتی ہے۔لہٰذا حسد نہ کرنا چاہئے۔اللہ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے۔

دوسری صفت

دوسری صفت اس کے اندر یہ پائی جاتی ہے کہ یہ اپنے والدین کی خدمت کرتا ہے ان کا نافرمان نہیں ہے، ان کی دل آزاری نہیں کرتا۔

اپنے والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک یہ بھی بہت بڑا نیک عمل ہے۔آپ اس نیک عمل کا اندازہ اس روایت سے کریں جس میں آتا ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاکید کی اے عمر! میرے دنیا سے جانے کے بعد ایک شخص آئے گا اس کا نام اویس قرنی ہوگا، کرد قبیلے سے اسکا تعلق ہوگا ، یمن کا رہنے والا ہوگا تم اس سے دعا کی درخواست کرنا، حضرت اویس قرنی صحابی نہیں ہیں ، حالانکہ حضور اقدس ﷺ کے زمانے میں زندہ تھے، لیکن زیارت سے محروم رہے والدہ کی خدمت میں مصروف رہنے کی وجہ سے۔آپ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی زیارت کتنا بڑا عمل ہے۔حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے صحابیت کا شرف ملتا ہے۔وہ شرف کہ جو نہ عبادت سے مل سکتا ہے نہ ریاضت سے، نہ حج سے ، نہ عمروں سے، نہ جہاد سے، نہ صدقہ وخیرات سے ، یہ شرف تو صرف حضور اکرم ﷺ کی زیارت سے مل سکتا ہے۔حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اگر چاہتے تو حضور اکرم ﷺ کی زیارت کر کے صحابیت کا شرف حاصل کر سکتے تھے۔مگر والدہ کی خدمت میں مصروف ہونے کی وجہ زیارت نہ کر سکے۔لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے ان

کے عمل کو اتنا پسند فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تاکید کی کہ اویس قرنی آئے تو اس سے دعا کی درخواست کرنا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی تلاش میں اور ٹوہ میں لگے رہے۔ حج کے لئے آنے والے قافلے میں تحقیق اور تفتیش کرتے رہے کہ یمن کا قافلہ تو نہیں آیا، کُرد قبیلے کے لوگ تو نہیں آئے اور اگر کُرد قبیلہ آیا ہے تو ان میں سے کوئی اویس نامی شخص تو نہیں ہے۔ جب آپ آئے تو آپ نے ان سے دعا کی درخواست کی، انہوں نے کہا حضرت! میں آپ کے لئے دعا؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ آپ امیر المومنین، صحابیِ رسول۔ فرمایا: اویس! یہ میں خود نہیں کہہ رہا ہوں مجھے اس کی تاکید میرے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ کہ تم سے دعا کی درخواست کروں۔ تو یہ مقام جو حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہوا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی آپ سے دعا کی درخواست کی تو یہ مقام والدہ کی خدمت سے حاصل ہوا۔

تیسری صفت

تیسری صفت اے موسیٰ! اس شخص کے اندر یہ پائی جاتی ہے کہ یہ کسی کی غیبت اور چغلی نہیں کرتا۔ یہ تین صفات بیان فرمائیں۔ اللہ پاک ہمیں بھی یہ تینوں صفات عطا فرمادے۔ تو میں عرض کررہا تھا کہ جس طرح غیبت حرام اسی طرح چغلی بھی حرام، اور غیبت و چغلی میں فرق میں نے بتادیا۔

غیبت کرنا کب جائز ہے؟

پانچویں بات یہ کہ وہ کون سے مواقع ہیں جن مواقع میں غیبت کا کرنا

جائز ہے۔ محدثین کرام اور فقہا نے تحقیق کے بعد وہ مواقع بھی تحریر فرمائے ہیں۔ جن مواقع میں غیبت کرنا جائز ہوگا۔ مثلاً۔

پہلا موقعہ...... یہ ہے کہ ایک شخص پر ظلم ہوا ہے اور وہ اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی داستان بادشاہ یا قاضی کے سامنے بیان کرنے کے لئے دوسرے کی برائی بیان کرتا ہے تو یہ برائی کرنا جائز ہوگا۔ ظاہر ہے کہ اگر یہ اسکی برائی نہیں کرے گا، اپنے اوپر بیتنے والے ظلم کی داستان کو بیان نہیں کرے گا تو ظلم پر گرفت کیسے ہوگی۔ اور اسے اس کے ظلم پر سزا کیسے ملے گی؟

دوسرا موقعہ...... یہ ہے کہ دوسرے مسلمان کو کسی شریر اور بدمعاش کے شر سے بچانے کے لئے اس کی برائی کرنا جائز ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ دور سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ "بِئْسَ اَخُو الْعَشِيْرَةِ" (بہت برا شخص ہے) جب وہ قریب آ گیا تو آپ نے نرمی کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تعجب ہوا کہ جب دور تھا تو آپ نے فرمایا بہت برا ہے اور جب قریب آ گیا تو اس کے ساتھ نرم لہجے میں گفتگو فرمائی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے تعجب کا اظہار حضور اکرم ﷺ کے سامنے فرمایا تو آپ ﷺ نے فرمایا عائشہ! بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ان کے شر سے بچنے کے لئے ان کے ساتھ نرمی سے گفتگو کرنی پڑتی ہے۔ لیکن علماء فرماتے ہیں کہ جب وہ دور تھا تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے بارے میں یہ کیوں کہا کہ یہ بدترین انسان ہے، اس کی وجہ یہ بیان

کرتے ہیں کہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سمجھانا چاہتے تھے کہ عائشہ! اس کے شر سے بچ کر رہنا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کے شر سے بچانے کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تبصرہ فرمایا اور یہ الفاظ فرمائے۔ لیکن یاد رکھئے! یہ معاملہ اللہ کے اور اسکے بندے کے درمیان ہے کہ واقعی ہماری نیت یہی ہے کہ ہم دوسرے مسلمان کو ایک شریر کے شر سے بچانا چاہتے ہیں یا اپنے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اور اپنے کینے کے اظہار کے لئے اس کی برائی کرتے ہیں اس باریک فرق کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ اگر واقعی نیت ایسی ہے کہ میں اپنے دوستوں، بیوی بچوں، قبیلے والوں اور خاندان والوں کو اس شخص کے شر سے بچاؤں اور اس مقصد کے لئے اس کی برائی کرتے ہیں تو یہ برائی بیان کرنا جائز ہے۔

تیسرا موقعہ...... یہ ہے کہ اگر ہم سے کسی کے بارے میں مشورہ کیا جائے ، مثال کے طور پر ایک شخص کہیں رشتہ کرنا چاہتا ہے یا دوسرے کے ساتھ کاروبار کرنا چاہتا ہے یا اس کے پڑوس میں مکان خریدنا چاہتا ہے اور اس کے بارے میں آپ سے مشورہ کرتا ہے، کیا رائے ہے؟ رشتہ کرلوں؟ اشتراک کرلوں؟ اسکے پڑوس میں مکان خریدلوں؟ تو چونکہ حدیث کے مطابق جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ امانت دار ہوتا ہے اسے چاہئے کہ ٹھیک ٹھیک مشورہ دے، مشورہ دینے میں خیانت نہ کرے۔ اگر وہاں رشتہ کرنا مناسب نہ ہوتو صاف صاف کہہ دے، وہ غلط لوگ ہیں رشتہ مت کیجئے۔ اسی طرح کاروبار وغیرہ کے بارے میں بھی اگر وہ شخص صحیح نہیں ہے تو

وضاحت کر دی جائے کہ وہ کرپٹ آدمی ہے اس سے دور رہے۔ شریعت نے اس میں وسعت رکھی ہے۔ جہاں پیٹھ پیچھے برائی کی ضرورت ہے وہاں اجازت ہے۔ بالکل پابند نہیں کیا گیا کہ برائی کر ہی نہیں سکتے۔

چوتھا موقعہ...... یہ ہے کہ ہم کسی کو برائی سے روکنا چاہتے ہیں تو برائی سے روکنے کے لئے اپنے ساتھ دوسروں کو ملاتے ہیں اس کی برائی بیان کرتے ہیں کہ دیکھو بھائی اس نے زنا کا اڈا قائم کر رکھا ہے، اس نے چوروں کا جتھا تیار کیا ہوا ہے ہم سب کو مل کر اس کے خلاف محاذ بنانا چاہئے تو برائی کے سد باب کے لئے اور اپنے ساتھ دوسروں کو ملانے کے لئے اگر پیٹھ پیچھے کسی کی برائی بیان کرتے ہیں تو یہ جائز ہے۔

پانچواں موقعہ...... یہ ہے کہ راوی پر جرح کرنا، جیسے احادیث میں ہر قسم کے راوی ہیں، سچے بھی ہیں، جھوٹے بھی ہیں، حافظے کے اعتبار سے قوی بھی ہیں، ضعیف بھی ہیں، دیانت دار بھی ہیں، خائن بھی ہیں، بدعتی بھی ہیں، سنت پر چلنے والے بھی ہیں، عادل بھی ہیں، غیر عادل بھی ہیں، ثقہ بھی ہیں، غیر ثقہ بھی ہیں۔ محدثین کرام ان میں سے کسی کا لحاظ نہیں کرتے ہر ایک کے حالات اور کچا چٹھا کھول کے رکھ دیتے ہیں کہ یہ راوی کیسا تھا۔ حافظے کے اعتبار سے، دیانت کے اعتبار سے، معاملات کے اعتبار سے کیسا تھا، اگر وہ حافظے کے اعتبار سے کمزور ہے یا دیانت کے اعتبار سے کمزور ہے تو اس کی روایت قبول نہیں کی جائے گی۔

چھٹا موقعہ...... یہ ہے کہ ایسا شخص جو اعلانیہ طور پر جرائم کا ارتکاب کرتا ہو

اپنے عیوب پر خود پردہ نہیں ڈالتا ایسے شخص کی برائی کی جاسکتی ہے۔

یہ چھ مواقع وہ ہیں جن میں کسی کی برائی بیان کی جاسکتی ہے۔

غیبت سے بچنے کا نسخہ اور علاج

اب آیئے آخری سوال کی طرف کہ غیبت سے بچنے کا علاج کیا ہے؟ ہم غیبت سے کیسے بچیں؟ اصل اور اہم سوال یہی ہے آپ نے غیبت کی تعریف بھی سن لی، غیبت کتنا بڑا گناہ ہے، غیبت اور چغلی میں فرق اور غیبت کے جواز کے مواقع بھی سن لئے، اب اصل چیز جو ہماری عملی زندگی سے تعلق رکھتی ہے کہ غیبت سے کیسے بچا جائے؟

میرے بزرگو اور دوستو! یہ وعظ، یہ تقریریں، یہ درس، یہ کتابیں اگر سب کچھ محض لذت کے لئے ہے تو بے فائدہ ہے نہ سنانے والے کو کچھ حاصل ہوگا نہ سننے والے کو بلکہ سنانے والا، بیان کرنے والا زیادہ آزمائش میں ہے۔

واعظین کے لئے لمحہ فکریہ

میں تو بعض اوقات لرز جاتا ہوں، ڈر جاتا ہوں کہ یہ درس، یہ وعظ ہمارے لئے وبال جان نہ بن جائے کیونکہ اگر درس سے مقصد اللہ کی رضا نہیں محض مجمعے کو گرمانا مقصد ہے، یا محض پیسے کا حصول مقصد ہے، شہرت مقصد ہے تو پھر سنانے والے کو کچھ بھی حاصل نہیں ہے عمل کرنے کا جذبہ اگر نہیں تو یہ بیان اس کے لئے وبال بن جائے گا، حدیث میں آتا ہے حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن جہنمی دیکھیں گے کہ جو بیان کیا کرتا تھا وہ بھی جہنم میں

ہے کہیں گے ارے مولوی صاحب! آپ کہاں؟ آپ کہاں؟ آپ جہنم میں کیسے آگئے؟ آپ تو ہمیں بڑی اچھی اچھی باتیں بتایا کرتے تھے، وہ صاحب کہیں گے ہاں، میں تمہیں تو بتاتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا، تمہیں منع کرتا تھا لیکن خود برے اعمال سے باز نہیں آتا تھا۔ اسی طرح سننے والوں کا مقصد بھی عمل ہونا چاہیے، میں بار بار عرض کرتا رہتا ہوں کہ ہم تو کمزور ہیں، اگر ہمت کریں، کوشش کریں اللہ سے مانگیں، ان شاء اللہ ہمیں باری تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بچنے کی توفیق عطا فرما دے گا۔

پہلا طریقہ:.....تو بھئی! اصل اہمیت اس بات کو حاصل ہے جو آخر میں بیان کر رہا ہوں کہ کیسے بچا جائے؟ بچنے کا سب سے پہلا طریقہ تو اللہ نے خود بیان کیا ہے اللہ نے جہاں ان برائی سے منع فرمایا کہ بدگمانی نہ کرو، دوسروں کے عیوب تلاش نہ کرو اور پھر فرمایا غیبت نہ کرو تو آخر میں آیت کو ختم کن الفاظ پر کیا؟

اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ

بے شک اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا اور انتہائی مہربان ہے

گویا کہ اللہ ترغیب دے رہے ہیں کہ جو کچھ ہو چکا سو ہو چکا اب آئندہ کے لئے تو توبہ کرو۔

ایک اشکال اور اس حل

آپ کے دل میں خیال آئے گا کہ غیبت تو ایسا گناہ ہے کہ اس کی معافی مانگنی پڑتی ہے دوسرے سے، کیونکہ یہ تو بندے کا حق ہے جب تک بندہ

معاف نہیں کرے گا صرف معافی مانگنے سے تو یہ گناہ معاف نہیں ہوگا، بلاشبہ آپ کا خیال درست ہے اور علماء نے ایسا ہی لکھا ہے مگر ایک بات عرض کرتا ہوں اللہ کی رحمت پر یقین رکھتے ہوئے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ اگر سچے دل سے کوئی ایسے گناہ سے توبہ کرلے گا جس میں اگر بالفرض حق العبد بھی ہے تو اللہ کی ذات سے امید ہے ہوسکتا ہے کہ اللہ قیامت کے دن اس مظلوم کو بلائے جس پر ظلم ہوا، جس کی عزت آبرو پر ہم نے بٹا لگایا، جس کی برائی کرتے رہے اور اللہ اس کو کہے کہ یہ میرا بندہ سچے دل سے توبہ کر چکا، میرے سامنے رو چکا، میں تجھے اپنی طرف سے اس کی زیادتیوں کے بدلے میں جنت میں اعلیٰ مقام دیتا ہوں تو بھی اس کو معاف کردے، تو ممکن ہے کہ اللہ پاک اس بندے کی معافی کا راستہ نکال دے ورنہ قانون اور قاعدے کی بات وہی ہے جو میں پہلے عرض کر چکا ہوں حقوق العباد میں صرف توبہ کافی نہیں بلکہ وہاں معافی تلافی بھی ضروری ہے، لیکن اللہ کی رحمت سے امید کرتے ہوئے کہ اگر سچے دل سے توبہ کی جائے تو ممکن ہے اللہ پاک اس مظلوم کو راضی کر کے اس ظالم کو بھی معاف کردیں اور اس مظلوم کو بھی جنت میں اعلیٰ مقام عطا کردیں۔ بہرحال غیبت سے بچنے کا پہلا طریقہ یہ ہے کہ آئندہ نہ کرنے کا عزم کیا جائے اور توبہ کی جائے۔

غیبت سے بچنے کا نسخہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ فرماتے

ہیں کہ بھائی! اپنے اوپر کچھ جرمانہ مقرر کر لے خود جرم کیا ہے از خود ہی قاضی بن جائے یاد رکھیں! جو خود قاضی بن جائے اور اپنے جرم کے لئے عدالت سجا لے انشاء اللہ قیامت کے دن وہ بڑی عدالت کے سامنے پیش ہونے سے بچ جائے گا، جو خود اپنے جرم کی سزا تجویز کر لے وہ بڑی عدالت میں شرمندہ ہونے سے بچ جائے گا، خود قاضی بنے اور خود سزا تجویز کرے، ایسی بھی مثالیں ہیں بزرگوں کی کہ انہوں نے خود اپنے لئے پٹائی کی سزا تجویز کی۔ یا سزا مقرر کر لے کہ اگر غیبت کی تو میں دو نفل پڑھوں گا، چار، چھ پڑھوں گا نفس پر بوجھ ہوگا باز آجائے گا۔ یا مالی صدقہ کی سزا تجویز کر لے کہ اگر ایک مرتبہ غیبت کی پچاس روپے صدقہ کروں گا یوں جب جیب سے پیسے نکلیں گے تو نفس پر بھاری ہوگا تو پھر نفس اسے کبھی غیبت نہیں کرنے دے گا۔ یہ علاج حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے بیان فرمایا۔

غیبت سے بچنے کا ایک اور علاج

تیسرا علاج یہ ہے کہ اپنی برائیوں پر نظر رکھے بسا اوقات میں نے دیکھا ہے اپنے بارے میں بھی دیکھا دوسروں کے بارے میں بھی دیکھا، آپ خود بھی دیکھیں گے ایک شخص دوسرے کی برائی بڑے جلے دل کے ساتھ بیان کر رہا ہوتا ہے حالانکہ وہ خود اس بیماری میں مبتلا ہوتا ہے بڑے دکھ سے کہہ رہا ہوگا، ارے جی! کیا کریں لوگ جھوٹ بولتے ہیں اور خود جھوٹا ہوگا، ارے جی! بڑے ظالم لوگ ہیں غریبوں کے حقوق کھا جاتے ہیں اور خود بہت بڑا ڈاکو

ہوگا، لٹیرا، دغاباز، خائن اور فراڈی ہوگا۔ دوسرے کی برائیاں کر رہا ہے اور خود اپنے آپ کو بھول جاتا ہے تو تھوڑی دیر کے لئے اپنی برائیوں پر نظر ڈالے، حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو شخص خود اپنے کسی عیب میں مبتلا ہے اور وہ پھر دوسروں کے عیب کو بیان کرتا ہے تو وہ ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا خود اصلاح کا محتاج ہے اور دوسروں کی اصلاح کرنا چاہتا ہے بہت سے لوگ ہوتے ہیں کہ شیطان انہیں سکھاتا ہے کہ تم یہ کہو کہ ہمارا مقصد برائی بیان کرنا نہیں ہے ہمارا مقصد تو اصلاح ہے۔ تو فرمایا اصلاح کی ابتدا اپنے آپ سے کرو اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرو گے تو دوسرے کی برائیوں سے نظر ہٹ جائے گی اور فرمایا کہ یہی لوگ جو اپنی اصلاح کی فکر کرتے ہیں یہ اللہ کو سب سے زیادہ پیارے اور محبوب ہیں۔

غیبت سے بچنے کا چوتھا علاج

اور بھائی! چوتھا علاج یہ ہے کہ غیبت کے کئی نقصانات ہیں ان کو سامنے رکھا جائے ابھی آپ سن چکے تھے کہ غیبت کرنا اپنے بھائی کا گوشت کھانا ہے، غیبت کرنے والے قیامت کے دن اپنے ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینے کا گوشت نوچیں گے، غیبت کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا سے بدتر جرم قرار دیا ہے، اسی طرح ایک حدیث میں بتایا گیا کہ غیبت کرنے والوں کو دوزخ میں گندگی کھانی پڑے گی، ایک حدیث میں ہے کہ غیبت کرنے والے قبر کے عذاب میں مبتلا ہوتے ہیں، غیبت کرنے کی وجہ سے ایمانی انوارات سے انسان محروم ہوجاتا ہے۔

حقیقی مفلس کون؟

اور یہ بھی یاد رکھا جائے کہ قیامت کہ دن ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ جن کی میں نے غیبتیں کی ہیں اللہ پاک میری نیکیاں لے کرانہیں دیدے اور میں کنگلا اور فقیر ہوجاؤں جیسا کہ حدیث میں ہے اللہ کے نبی ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم مفلس کسے کہتے ہو؟ عرض کیا حضرت! جس کے پاس دینار ودرہم نہ ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں یہ بھی مفلس ہے لیکن حقیقی مفلس تو وہ ہوگا جو قیامت کے دن بہت ساری نیکیاں لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کا مال دبایا ہوگا، کسی کا حق کھایا ہوگا، کسی کی عزت پر داغ لگایا ہوگا۔ سب اپنے اوپر ہونے والے ظلم کی داستان جب بیان کریں گے تو اللہ اسے حکم دیں گے کہ ان سب کے حقوق ادا کرو، وہ ادا نہیں کر سکے گا اب اس کی نیکیاں لے کران میں تقسیم کی جائیں گی پھر بھی بعض حق دار باقی رہ جائیں گے تو پھران کے گناہ اٹھا کراس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا یہ سب سے بڑا مفلس ہے، نیکیوں سے بھی محروم ہوگیا اور دوسروں کے گناہوں کا بوجھ بھی اس پر آپڑا۔ اللہ پاک مجھے اور آپ سب کوغیبت اور چغلی سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

طعنہ زنی اور نام بگاڑنا
ایک گناہ کبیرہ

از افادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

- ......معاشرہ کیا ہے؟
- ......معاشرہ کی اصلاح کیوں نہیں ہوتی؟
- ......مسلمانوں کو عیب لگانے کا گناہ۔
- ......اسلامی تعلیمات کی نزاکت۔
- ......توبہ کی ترغیب۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا یَسۡخَرۡ قَوۡمٌ مِّنۡ قَوۡمٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنُوۡا خَیۡرًا مِّنۡهُمۡ وَلَا نِسَآءٌ مِّنۡ نِّسَآءٍ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُنَّ خَیۡرًا مِّنۡهُنَّ ۚ وَلَا تَلۡمِزُوۡۤا اَنۡفُسَکُمۡ وَلَا تَنَابَزُوۡا بِالۡاَلۡقَابِ ؕ بِئۡسَ الِاسۡمُ الۡفُسُوۡقُ بَعۡدَ الۡاِیۡمَانِ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ یَتُبۡ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۱۱﴾

(سورۃ الحجرات آیت ۱۱، پ ۲۶)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

معاشرہ کیا ہے؟

بزرگانِ محترم و برادرانِ عزیز!

آج کے درس کا موضوع بھی چھ خطرناک بیماریاں ہیں، پہلے یہ جان لیجئے کہ معاشرہ کیا ہے؟ معاشرہ مل جل کر رہنے کا نام ہے۔ معاشرہ کسی

دوسرے سیارے یا آسمانی مخلوق کا نام نہیں ہے، ہماری اجتماعی زندگی اور آپس کے تعلقات، میل ملاپ اور مل جل کر رہنے کا نام معاشرہ ہے، یہ جو کہتے ہیں کہ معاشرہ خراب ہے اس کا مطلب ہے کہ ہم خراب ہیں، ہماری ہی اصلاح کا نام معاشرے کی اصلاح ہے۔ اور ہماری خرابی اور ہمارے فساد کا نام، معاشرے کا فساد ہے، لیکن انسان کی عادت یہ ہے کہ وہ غلطی تو خود کرتا ہے لیکن غلطی ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا اس کی نسبت کسی اور کی طرف کرتا ہے، آپ نے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہوگا کہ اجی! کیا کریں ماحول خراب ہے۔ کہاں جائیں معاشرہ بڑا گندہ ہے، یوں بہانے بنا لئے جاتے ہیں لیکن حقیقت میں معاشرہ ہمارا ہی نام ہے، ہمارے ٹھیک ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ ٹھیک ہوگیا اور ہمارے خراب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ معاشرہ خراب ہوگیا۔

ہر شخص کی سوچ کیا ہونی چاہئے؟

اور اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ بات کہوں کہ ہم میں سے ہر ایک کی سوچ تو یہ ہونی چاہیے کہ معاشرے کی درستگی اور معاشرے کی خرابی کا تعلق میرے ساتھ ہے، میں یہ سمجھوں کے میرے ساتھ تعلق ہے، آپ یہ سمجھیں کہ آپ کیساتھ تعلق ہے کیونکہ آج کے دور کی خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ بھی ہے کہ باتیں بہت ہے، لیکچر بہت ہے، وعظ بہت ہے علم، مطالعہ، تصنیف وتالیف یہ سب کچھ بہت ہے لیکن عمل بہت تھوڑا ہے اور بسا اوقات خود کہنے والوں کے

اندر عمل نہیں ہوتا، اپنے حال سے غافل ہیں، بس دوسروں کی فکر پڑی ہوئی ہے، بعض حضرات بڑے درد سے کہتے ہیں کہ لوگ خراب ہو رہے ہیں، معاشرہ بگڑ رہا ہے، ماحول بگڑ رہا ہے لیکن اپنے آپ کو درست کرنے کی فکر نہیں کرتے، حضور اکرم ﷺ کی بڑی عجیب حدیث ہے اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَالَ هَلَكَ النَّاسُ فَهُوَ اَهْلَكُهُمْ

جو کہتا ہے کہ لوگ تباہ ہو گئے، لوگ بگڑ گئے وہ لوگوں میں سے سب سے بگڑا ہوا انسان ہے، جس کی دوسروں پر تو نظر ہے لیکن خود اپنے اوپر نظر نہیں، باتیں ہیں عمل نہیں۔

موجودہ زمانے کا بڑا المیہ

یقین جانیے! اسی لئے باتوں سے اثر بھی نکل گیا، اصلاحِ معاشرہ کے نام پر کئی تنظیمیں، کئی جماعتیں کام کر رہی ہیں لیکن معاشرہ ہے کہ دن بدن بگڑتا جا رہا ہے حالات کے سدھار کی کوئی صورت ہی نظر نہیں آتی وہ جو کسی نے کہا:

یہ کیسی منزل ہے کیسی راہیں کہ تھک گئے پاؤں چلتے چلتے
مگر وہی فاصلہ ہے قائم جو فاصلہ تھا سفر سے پہلے

یہی ہمارا حال ہے کہ اس ملک عزیز کو بنے ہوئے چھپن سال ہو گئے ہیں لیکن آج بھی ہم وہی پر ہیں جہاں سے چلے تھے بلکہ یہ لگتا ہے کہ

کچھ اور بگڑ گئے ہیں، اس بگاڑ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے ٹھیک ہو جائیں لیکن ہمیں اپنی فکر نہیں ہے بس دوسروں کی فکر ہے، دوسرے بدل جائیں لیکن ہم نہ بدلیں۔

ہر ایک اپنی اصلاح کی فکر کرے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ (سورۃ المائدۃ آیت ۱۰۵، پ ۷)

اے لوگو تم اپنی فکر کرو، اپنی اصلاح کرو اگر تم اپنی اصلاح کر لو گے، اپنی فکر کر لو گے تو پھر جو بگڑے ہوئے ہیں ان کا بگاڑ، ان کی گمراہی تمہیں کچھ بھی نقصان نہیں دے گی:

يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا

(سورۃ التحریم آیت ٦، پ ٢٨)

اے لوگو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ ان کی فکر کرو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ معاذاللہ! دین کی بات دوسروں کو سنائی ہی نہ جائے اور دعوت وتبلیغ کا سلسلہ ترک کر دیا جائے، امت کی فکر نہ کی جائے اور صرف اپنی فکر کی جائے جب تک خود نہیں بنے گا عمل نہیں کرے گا تب تک انکی باتوں میں اثر پیدا نہیں ہوگا بڑا عجیب شعر ہے۔

آدمی نہیں سنتا آدمی کی باتوں کو
پیغمبر بن کر غیب کی صدا ہو جا

مقصد یہ کہ لوگ خالی خولی باتیں نہیں سنتے، وہ عمل کو دیکھتے ہیں، اگر تم عمل کرو گے تو لوگ ضرور متاثر ہونگے، تمہارا عمل غیب کی آواز اور بڑا موثر بن جائے گا۔

زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

بسا اوقات ایسے بے عمل اور بدعمل لوگ روشنی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں جن کے اندر خود روشنی نہیں ہوتی اب روشنی کی باتیں تو کرتے ہیں لیکن دل میں روشنی نہیں تو روشنی کیسے پھیلے گی؟ حضرت مولانا علی میاں صاحب نور اللہ مرقدہ نے ایک کتاب لکھی ہے، ان بزرگوں کے حالات کے بارے میں جن بزرگوں کی انہوں نے زیارت کی، اس کتاب کا نام انہوں نے رکھا ہے "پرانے چراغ" وہ جو پرانے لوگ تھے وہ واقعی چراغ تھے وہ جلتے تھے، ایک چراغ جلتا تھا تو اس سے دوسرا چراغ، دوسرے سے تیسرا، یوں چراغ سے چراغ جلتا جاتا تھا، لیکن جب پہلا چراغ ہی نہیں جلے گا تو روشنی کیسے ہوگی اور اس چراغ سے دوسرا چراغ کیسے روشن ہوگا۔ اور جو دین کے بڑے روشن چراغ تھے آج ان کی گدیوں پر، ان کی مسندوں پر، ان کے منصبوں پر وہ لوگ بیٹھ گئے جو خود اندھیرے میں ڈوبے ہوئے ہیں، جو شخص خود اندھیرے میں ڈوبا ہوا ہو وہ معاشرے میں روشنی کیسے پھیلا سکتا ہے، اسی قسم کے بگڑے ہوئے پیرزادوں اور گدی نشینوں کے بارے میں کسی دل جلے شاعر نے کہا ہے۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں ہیں عقابوں کے نشیمن

جہاں عقاب بیٹھتے تھے وہاں جب زاغ اور کوے بیٹھیں گے تو پھر حال کیا ہوگا؟ اصلاح کیسے ہوگی، روشنی کہاں سے پھیلے گی۔

اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتا ہوں

اگلی بات کہنے سے پہلے ایک بات کہنا چاہتا ہوں اس بات کو ہمیشہ کے لئے ذہن میں بٹھالیں وہ یہ کہ میرا وعظ، میری تقریر اور میری تنقید سن کر کبھی بھی یہ نہ سوچیں کہ میں خود اپنے آپ کو بڑا پاکباز سمجھ رہا ہوں میرا اللہ گواہ ہے کہ سارے مجمع میں جتنے لوگ بیٹھے ہیں چاہے بوڑھے ہوں یا جوان، بچے ہوں یا بڑے، داڑھی والے ہوں یا داڑھی منڈے، میں سب سے زیادہ اپنے آپ کو کمتر سمجھتا ہوں۔

حقیقی دین دار اصلاحِ معاشرہ کی ضامن ہے

عرض یہ کرنا چاہتا ہوں کہ میں اپنی ناقص سوچ کے مطابق اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر دین دار حقیقی معنوں میں دیندار بن جائیں تو معاشرہ ایسا نہ رہے، جیسا نظر آ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا (اے ایمان والو! ایمان لے آؤ۔)

میں اللہ کے ان الفاظ کو اپنے ناقص الفاظ میں بدل کر کہتا ہوں اے دین دارو! تم دین دار بن جاؤ، اے نمازیو! تم نمازی بن جاؤ، تم نماز کا حق ادا کرنے والے بن جاؤ، نماز کی حقیقت اپنے اندر پیدا کرنے والے بن جاؤ، اللہ تو فرماتا ہے:

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

(سورۃ العنکبوت آیت ۴۵، پ ۲۱)

بے شک نماز بے حیائی کے کاموں سے روکتی ہے لیکن ہماری نماز تو ہمیں نہیں روکتی، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں جھوٹ بھی بولتے ہیں، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں دوسروں کا، غریبوں کا، مظلوموں کا حق بھی کھاتے ہیں، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں خیانت بھی کرتے ہیں، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں دوسروں کو حقیر بھی سمجھتے ہیں، ہم نماز بھی پڑھتے ہیں غیبت اور چغلی بھی کرتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں ظلم بھی کرتے ہیں، ادھر نماز پڑھ کر نکلتے ہیں دکان پر جاتے ہیں نماز کو بھول جاتے ہیں، سمجھ یہ رکھا ہے کہ ہم دین دار ہیں اس لئے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں میری دکان کے ساتھ دین کا کیا تعلق؟ میرے گھر کے ساتھ دین کا کیا تعلق؟ دکان میں تو میں دکانداری والے اصولوں کے مطابق چلوں گا، گھر میں تو میں اپنی خاندانی رسم ورواج کے مطابق چلوں گا۔

تو میرے بزرگو اور دوستو! ہمارے جیسے اس قسم کے نمازی اور اس قسم کے دیندار جو حقیقی زندگی میں اور معاشرتی وعملی زندگی میں دین پر اور دین کی

تعلیمات پر عمل نہیں کرتے نماز کو بدنام کرتے ہیں، داڑھی کو بدنام کرتے ہیں، حج، عمرہ، تبلیغ، جہاد، مدرسہ کو بھی بدنام کرتے ہیں۔

مسلمان پر عیب نہ لگایا جائے

میرے نمازی اور دیندار بھائیو اور بزرگو! آپ کے سامنے قرآن کی روشنی میں جو معاشرتی بیماریاں بیان کی جارہی ہیں، ان کے بارے میں عزم کر لیجئے کہ ہم ان سے بچنے کی کوشش کریں گے اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ وہ ہمیں بچنے کی توفیق عطا فرمادے، ان چھ معاشرتی بیماریوں اور خرابیوں میں سے ایک خرابی جو تمسخر ہے یعنی دوسرے کا مذاق اڑانا اس پر گفتگو گذشتہ درس میں ہوچکی ہے اس کے بعد دوسری خرابی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ:

وَلَا تَلْمِزُوٓا اَنْفُسَكُمْ

قرآن کے انداز پر قربان جایئے قرآن کہتا ہے "اپنوں پر عیب نہ لگاؤ" بلکہ لفظی ترجمہ کیا جائے تو معنیٰ ہوگا "اپنے آپ پر عیب نہ لگاؤ" اپنے آپ کو طعنے نہ دو اللہ تعالیٰ کہنا تو یہ چاہتے ہیں کہ دوسرے مسلمان کو طعنہ نہ دو، اس پر عیب نہ لگاؤ، لیکن اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے الفاظ کیا منتخب فرمائے فرمایا:

وَلَا تَلْمِزُوٓا اَنْفُسَكُمْ (اپنے آپ پر عیب نہ لگاؤ۔)

گویا کہ دوسرے مسلمان کو طعنہ دینا اس پر عیب لگانا حقیقت میں اپنے آپ کو طعنہ دینا ہے اور اپنے آپ پر عیب لگانا ہے جیسا کہ دوسری

جگہ فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ (اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔)

اللہ تعالیٰ فرمانا تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں کو قتل نہ کرو لیکن فرمایا کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو، ارے تیرا اپنے مسلمان بھائی کو قتل کرنا حقیقت میں اپنے آپ کو قتل کرنا ہے۔ بتایئے دنیا کی کوئی کتاب، کوئی مذہب یہ تصور دے سکتا ہے جو تصور قرآن نے دیا؛

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (ارے تم سب بھائی بھائی ہو)

سارے کے سارے مومن ایک جسم کی طرح ہیں۔ لہٰذا دوسرے مسلمان کو قتل کرنا اپنے آپ کو قتل کرنا ہے، دوسرے کو تکلیف دینا اپنے آپ کو تکلیف دینا ہے، دوسرے کو طعنہ دینا اور اس پر عیب لگانا حقیقت میں اپنے آپ کو طعنہ دینا اور اپنے آپ پر عیب لگانا ہے۔

اور تیسویں پارے میں فرمایا:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ①

خرابی ہے اس شخص کے لئے جو عیب نکالتا ہے، جو طعنہ دیتا ہے

بعض حضرات نے کہا "ھمزۃ" وہ ہے جو پیٹھ پیچھے عیب نکالتا ہے اور "لمزۃ" وہ جو منہ پر طعنہ دیتا ہے۔ بعض نے کہا "ھمزۃ" اسے کہتے ہیں جو فعل سے، عمل سے، اشارے سے کسی کے عیب کو بیان کرے، کسی کی طرف اشارہ کر دیا کہ یہ دیکھو یہ جسمانی معذور ہے، وہ آنکھوں سے معذور ہے، اس کی

شکل سادہ ہے اور "لمزۃ" جو کہ زبان سے،قول سے کسی کا عیب نکالتا ہے فرمایا:

وَيۡلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِۙ①

خرابی ہے اس شخص کے لئے جو عیب نکالتا ہے، جو طعنے دیتا ہے۔

مسلمان کی شان

اپنوں کو طعنے دینا،اپنوں کے اندر عیب نکالنا یہ مسلمان کی شان نہیں ہے، رسول اقدس ﷺ کا فرمان ہے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

لَيۡسَ الۡمُؤۡمِنُ بِالطَّعَّانِ وَالَا بِاللَّعَّانِ

مسلمان نہ تو طعنے دینا والا ہوتا ہے نہ ہی لعنت کرنے والا ہوتا ہے، دوسرے کو طعنے دینا یعنی ایسی بات کہنا جس سے کسی کا دل دکھ جائے ، یہ اللہ کے ہاں بڑا گناہ ہے عرب شاعر نے کہا

جَرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الۡتِيَامُ
وَلاَ يَلۡتَامُ مَاجَرَحَ اللِّسَانُ

تیر اور تلوار کے زخم تو مٹ جاتے ہیں لیکن جو زبان کے زخم ہوتے ہیں یہ مٹتے نہیں ہیں،بعض اوقات زبان سے کسی کے دل پر زخم لگایا جاتا ہے وہ اگر زبان سے نہ بھی بولے لیکن اس کے دل سے ایک آہ نکلتی ہے جس کو انسان تو نہیں سن سکتے لیکن اللہ سن لیتے ہیں اور زخمی دل سے نکلی ہوئی آہ بسا اوقات انسان کی دنیا اور آخرت کی تباہی کا سبب بن جاتی ہے،اس لئے خواہ مخواہ کسی

کا دل نہ دکھایا جائے بلکہ مومن کا دل خوش کرنے اور جیتنے کی کوشش کی جائے، نہ کہ دل کو زخمی کرنے اور توڑنے کی۔

تیسری خرابی

تیسری خرابی بیان فرمائی: وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ اور دوسروں کے نام نہ بگاڑو، دوسروں کو برے القاب سے نہ پکارو، کوئی ایسا لقب، ایسا نام، ایسا لفظ جو دوسروں کو پسند نہ ہو اس کے ساتھ اسے پکارنا جائز نہیں۔ ہمارے مفسرین نے اس کی مثالیں لکھ دی ہیں، مثلاً کسی کو کہہ دیا یا کافر، یافاسق، یا منافق، یا یہودی، یانصرانی، ممکن ہے کہ وہ پہلے کافر تھا لیکن اب اللہ نے اسے توفیق دے دی اس نے ایمان قبول کرلیا، لیکن یہ اسے چڑانے کے لئے کافر کہتا ہے تو فرمایا کہ یوں نہ کہا کرو، مفسرین نے مثال کے طور پر یہ چند الفاظ لکھے ہیں لیکن ان کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ الفاظ تو کہنا جائز نہیں اور ان کے علاوہ جو بھی بُرے الفاظ اور برے القاب ہیں وہ استعمال کئے جاسکتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا لفظ کوئی بھی ایسا لقب جو دوسرے کو پسند نہ ہو، جس کے ذریعے دوسرے کے جسمانی عیب کو بیان کیا گیا ہو، اس کی تحقیر کی گئی ہو اس کا استعمال کرنا جائز نہیں ہے مثلاً او کالے، او بھینگے، اور لنگڑے، او اندھے، یہ سب ایسے الفاظ ہیں جو دوسرے کی دل آزاری کا سبب بنتے ہیں لہذا ان کا استعمال جائز نہیں۔

اسلامی تعلیمات کی نزاکت

آپ اندازہ کیجئے اسلامی تعلیمات کی نزاکت اور باریکی کا، ایک دعا سکھائی گئی ہے کہ جب دوسرے کو بیماری، تکلیف اور پریشانی میں مبتلا دیکھو تو اللہ کا شکر ادا کرنے کے لئے یہ دعا پڑھ لیا کرو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَفَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلًا

ساری تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے مجھے اس مصیبت سے بچا رکھا ہے جس میں تم مبتلا ہو اور اپنی مخلوق میں سے بہت سوں سے مجھے اچھا بنایا ہے اور فضیلت دی ہے۔

دل آزاری سے بچیے

لیکن علماء نے لکھا ہے کہ یہ دعا آہستہ پڑھی جائے، بلند آواز سے نہ پڑھی جائے، کہیں ایسا نہ ہو کہ بلند آواز کے ساتھ دعا پڑھنے سے اس کا دل دکھ جائے کہ میری بیماری، میری پریشانی اور میری معذوری کو دیکھ کر یہ دعا پڑھ رہا ہے تو یوں اس کا دل دکھ جائے گا، میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے کہ لوگ جب کسی معذور کو دیکھتے ہیں تو منہ سے عجیب آوازیں نکالتے ہیں، او ہو، او ہو، افسوس! بیچارے کو دیکھو، پھر ہاتھوں سے اشارے کر کے اپنے بچوں کو دکھائیں گے، دوسروں کو دکھائیں گے یعنی اس معذور کا دل دکھانے کی سر توڑ کوشش کریں گے۔ تو یہ جو ہمارے بھائیوں، ہماری بیٹیوں اور

ہماری ماؤوں کی عادت اور طریقہ ہے تو یہ انتہائی غلط طریقہ ہے اس سے دوسرے کی دل آزاری ہوتی ہے۔ جبکہ اسلام نے ہمیں اس سے سختی کے ساتھ منع کیا ہے اسی طرح الٹے سیدھے نام رکھنا اور نام بگاڑنا بھی ایک فن بنا جا رہا ہے جبکہ قرآن نے اس سے منع کیا ہے، ہاں! اچھا لقب، اچھا نام رکھا جاسکتا ہے جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لقب عتیق، صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فاروق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ذوالنورین، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ابوتراب، حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا اسد اللہ، حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا داهیۃ الاسلام وغیرہ وغیرہ۔ لیکن برا نام اور لقب رکھنے اور مسلمان بھائیوں کا گالی دینے اور برا بھلا کہنے کی اجازت نہیں۔

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نصیحتیں

حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ جب میری پہلی ملاقات ہوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تو آپ مختلف باتیں ارشاد فرماتے رہے میں رخصت ہونے لگا تو میں نے عرض کیا "اعهد الی" اللہ کے نبی! مجھے کچھ نصیحت ارشاد فرما دیجیئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: لاتسبن احدا کسی کو گالی نہ دینا، کسی کو برا بھلا نہ کہنا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر اللہ تعالیٰ نے عمل کرنے کا، وعدہ پورا کرنے کا اور زبان کی سچائی کا بڑا عجیب جذبہ و ملکہ رکھا تھا، فرماتے ہیں کہ جب سے مجھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا اس کے بعد سے میں نے نہ کسی آزاد کو گالی دی، نہ کسی غلام کو، نہ کسی اونٹ کو، نہ کسی

بکری کو، کبھی کسی کو میں نے برا بھلا نہیں کہا، اور فرمایا کہ جابر! کسی بھی نیکی کے کام کو حقیر اور چھوٹا نہ سمجھنا اگرچہ وہ اتنا سا کام کیوں نہ ہو کہ تم اپنے بھائی کو مسکرا کر ملو اس کو بھی چھوٹی نیکی نہ سمجھنا۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ چھوٹی نیکیاں بھی بڑا اجر پا جاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں معیار مطلوب ہے مقدار نہیں

اللہ کے ہاں مقدار کو نہیں معیار کو دیکھا جاتا ہے، ہوسکتا ہے کہ ایک شخص کے دو نفل دوسرے کے دو ہزار سے بھاری ہوں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا کہ میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ایک مد یا ایک مٹھی جو اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، تم احد کے پہاڑ کے برابر سونا بھی خرچ کر دو تو گندم کی اک مٹھی تک نہیں پہنچ سکتے۔

کوالٹی اور معیار کو دیکھا جاتا ہے، کس نیت سے کہہ رہا ہے، کتنے درد سے کہہ رہا ہے، میری رضا کا جذبہ ہے، دکھاوا کتنا ہے، نمود و نمائش کتنی ہے، اللہ کے ہاں اس چیز کو دیکھا جاتا ہے، اس لئے چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو حقیر نہ سمجھا جائے، ہوسکتا ہے محبت کے ساتھ اور اللہ کی رضا کے جذبے کے ساتھ آپ نے مسلمان کے ساتھ مصافحہ کیا اور تعزیت کی، اس کے دکھ درد میں شریک ہوئے، آپ کو وہ ثواب مل گیا جو حج عمرے سے نہیں مل سکتا، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزید فرمایا کہ جابر! دیکھو ٹخنوں سے ازار کو، چادر کو اوپر رکھا کرو اس لئے کہ نیچے رکھنا تکبر کی علامت ہے اور اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔

آخری بات اور نصیحت جو فرمائی اور اصل میں اسی کے لئے میں نے یہ پوری حدیث پڑھی فرمایا کہ:

وَاِنِ امْرُءٌ شَتَمَكَ اَوْ بِمَا يَعْلَمُ فِيْكَ فَلَا بِمَا تَعْلَمُ فِيْهِ فَاِنَّمَا وَبَالُ ذٰلِكَ عَلَيْهِ

اگر کوئی مسلمان تمہیں گالی دے یا تمہیں طعنہ دے عیب لگائے ایسا عیب جو تمہارے اندر پایا جاتا ہے تو تمہیں اس کے بارے میں جو عیب معلوم ہے تم اسے اس کا طعنہ مت دینا اسلئے کہ اس کا وبال اسی پر پڑے گا تم اپنے آپ کو اللہ کے غضب کا حقدار کیوں بناتے ہو۔

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان بننا

رات بھر عبادت کرنا آسان ہے لیکن ایسے موقع پر جبکہ دوسرا گالی دے رہا ہو، طعنہ دے رہا ہو، اس وقت اللہ کی رضا کے لئے اپنے غصے کو دبا جانا، اپنی زبان کو روک لینا، زبان پر تالا لگا دینا مشکل کام ہے، لیکن اس پر اجر وثواب بہت زیادہ ہے۔ ان مجاہدوں ہی کی وجہ سے تو انسان کا مقام بلند ہوتا ہے اور وہ اللہ کا محبوب اور پیارا بن جاتا ہے، وہ شعر آپ نے سنا ہوگا

فرشتوں سے بڑھ کر ہے انسان ہونا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

کیا محنت ہوتی ہے؟ کیا نفل پڑھنے پڑھتے ہیں؟ نہیں، نفل تو فرشتے زیادہ پڑھ سکتے ہیں، اصل جو محنت ہوتی ہے وہ یہ کہ کہیں شہوانی جذبات ہوتے ہیں، کہیں نفسانی جذبات ہوتے ہیں، کہیں کچھ اور خیالات وجذبات

انسان کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں، لیکن وہ اپنے آپ کو بچا لیتا ہے، روک لیتا ہے، صبر کا گھونٹ پی لیتا ہے، جس کی وجہ سے اللہ کے ہاں اسے نوازا جاتا ہے ایسے ہی لوگوں کے لئے قیامت کے دن اعلان ہوگا "اَیْنَ الْعَافُوْنَ عَنِ النَّاسِ" کہاں ہیں لوگون کو معاف کرنے والے؟ صبر کرنے والے؟ آؤ! اپنا اجر لے لو، تم بندوں کو معاف کرتے تھے میں اللہ تمہیں معاف کرتا ہے۔

فسق کا نام ہی برا ہے

اللہ نے فرمایا کہ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ۭ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ ایمان کے بعد فسق کا نام برا ہے، ایک مطلب تو اس کا یہ ہے کہ ایمان کے بعد فسق کا، گناہ کا نام ہی برا ہے، یعنی جب ایک شخص نے کفر سے توبہ کر لی، ایمان لے آیا پھر تم اسے "یا کافر" کہتے ہو، تمہیں شرم نہیں آتی کہ اسے کفر کا طعنہ دیتے ہو، ایک شخص فاسق تھا، گناہ گار تھا، اس نے گناہوں سے توبہ کر لی تو پھر اسے فاسق کہتے ہو ارے! میں جانتا ہوں تم کیا تھے؟ اگر میں نے تمہارے گناہوں پر پردہ ڈال رکھا ہے تو اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ تم دوسروں کو ذلیل اور شرمندہ کرتے رہو، اللہ کہتے ہیں کہ اس کا معاملہ تو میرے ساتھ ہے، تمہارے ساتھ تو نہیں ہے، وہ گناہ گار ہے تو میرا گناہ گار ہے اور میرا دستور یہ ہے کہ جو توبہ کر لے میں اسے شرمندہ نہیں کیا کرتا۔

بندے کی توبہ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت

ایک حدیث میں آیا کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ، جب کوئی

بندہ سچے دل سے توبہ کر لیتا ہے، اللہ کہتا ہے کہ جن رجسٹروں میں اس کے گناہ لکھے ہوئے ہیں اے میرے فرشتو! تم ان رجسٹروں سے ان کے گناہ مٹا دو تا کہ میرا بندہ کہیں ان گناہوں کو دیکھ کر شرمندہ نہ ہو، میں اپنے بندے کو شرمندہ بھی نہیں کرنا چاہتا کہ تو ایسا تھا تو نے یوں کیا اور تو نے یوں کیا۔ اور دوسرا مطلب اس جملے کا مفسرین کرام نے یہ لکھا ہے کہ ایمان قبول کرنے کے بعد اے مسلمانو! تمہیں گناہ کے نام سے بھی نفرت ہونی چاہئے، گناہ تو دور کی بات ہے تمہیں گناہ کے نام سے بھی نفرت ہونی چاہئے۔ ایک تو ہے زنا اور ایک ہے زنا کا لفظ۔ تو واقعی اگر دل میں ایمان ہے تو تمہیں صرف زنا کے عمل سے ہی نہیں بلکہ زنا کے نام سے بھی نفرت ہونی چاہئے۔ شراب کے پینے سے ہی نہیں، شراب کے لفظ سے بھی نفرت ہونی چاہئے۔ جھوٹ کے قول سے ہی نہیں، جھوٹ کے لفظ سے بھی نفرت ہونی چاہئے۔ ایمان کے بعد گناہ کا نام ہی برا ہے، نام ہی مناسب نہیں، نام ہی سے نفرت ہونی چاہئے۔

توبہ کی ترغیب

آیت کے آخر میں فرمایا: وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴿۱۱﴾ توبہ کرلو، اگر پہلے تمسخر کرتے رہے، مذاق اڑاتے رہے، دوسروں کو طعنے دیتے رہے، نام بگاڑتے رہے، دلوں کو دکھاتے رہے، دوسروں کو حقیر سمجھتے رہے تو اب توبہ کرلو۔

میں نے جہاں تک قرآن کریم کا مطالعہ کیا ہے اس کی روشنی میں عرض

کرتا ہوں کہ جہاں اللہ پاک نے کسی گناہ گار کا یا کسی گناہ کی سزا کا ذکر کیا ہے تو وہاں آس پاس، قریب توبہ کا، اپنی رحمت کا اور اپنی مغفرت کا بھی ذکر کیا ہے۔ گویا اللہ ترغیب دینا چاہتا ہے کہ تم جس سنگین جرم اور گناہ میں مبتلا ہو اس سے توبہ کرلو، مثال کے طور پر آپ دیکھیں گے چور کی سزا بیان کرنے کے بعد فرمایا:

فَمَنْ تَابَ مِنْ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٩﴾ (سورۃ المائدہ آیت ۳۹، پ ۶)

جو توبہ کر لے گناہ کے بعد اور اپنی اصلاح کر لے اللہ اس کی توبہ قبول کرے گا۔ اس لئے کہ اللہ بڑا بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔

سورۃ الفرقان میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مخصوص بندوں کی جو صفات بیان فرمائی ہیں ان میں سے ایک صفت یہ بھی ہے:

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ (سورۃ الفرقان آیت ۶۹، ۶۸، پ ۱۹)

جس نے زنا کا گناہ کیا، قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا اور اس میں ذلیل ہو کر پڑا رہے گا۔

اس کے فوراً بعد فرمایا:

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

مگر جس نے توبہ کر لی ایمان لے آیا، نیک اعمال کئے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ

ان کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا

(سورۃ الفرقان آیت ۷۰، پ ۱۹)

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ اور اللہ بڑا بخشنے والا انتہائی مہربان ہے۔

قرآن کریم میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ گناہ کی سزا بیان کرنے کے بعد اللہ نے توبہ کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا ہے کہ پہلے معاشرتی خرابیوں کا تذکرہ کیا، ان کی مذمت بیان فرمائی اور آخر میں توبہ کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

اور جو توبہ نہیں کرے گا اور باز نہیں آئے گا تو یہ ظالم ہے

اس لئے کہ اللہ نے کیسے عمدہ طریقے سے سمجھا دیا لیکن پھر بھی باز نہیں آتا ،اگر توبہ کر لے تو پھر وہ ظالم نہیں ہے، تو اللہ معاف کرنے والا ہے، توبہ قبول کرنے والا ہے، اس وقت تک توبہ کا دروازہ بند نہیں کرے گا، جب تک کہ موت کا فرشتہ سامنے دکھائی نہیں دے گا، یا یہ کہ جب تک کہ سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا، اللہ نے توبہ کا دروازہ ہر گناہ گار کے لئے کھول رکھا ہے، اس دروازے کو نہ کوئی مولوی بند کر سکتا ہے، نہ کوئی صوفی، نہ کوئی فرشتہ۔

ایک عجیب حدیث یاد آ گئی نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ایک بڑا ہی عابد زاہد انسان تھا اس نے ایک گناہ گار کے بارے میں تکبر میں آ کر کہہ دیا اللہ تیری تو کبھی مغفرت نہ کرے گا اور اللہ تجھے کبھی جنت میں داخل

نہیں کرے گا۔ اللہ نے فرمایا تو کون ہے میری مغفرت کا ٹھیکیدار، یہ اپنی عاجزی، انکساری اور توبہ کی وجہ سے جنت میں جائے گا اور تو اپنے تکبر کی وجہ سے جہنم میں جائے گا تو کون ہے جو فیصلے کرتا پھرتا ہے کہ فلاں جنت میں جائے گا اور فلاں جنت میں نہیں جائے گا۔ یہ تو اللہ پاک کا اپنا نظام اور اختیار ہے وہ گناہ گار کو چاہے تو توبہ کی توفیق دے کر جنت کا حق دار بنادے، اس لیے کہ اعمال کا دارومدار تو خاتمہ پر ہے، ہوسکتا ہے کہ اس کا خاتمہ اچھا ہوجائے۔ تو میرے بزرگو اور دوستو! ان معاشرتی خرابیوں میں سے دو خرابیاں آج ہم نے سنیں اور سنائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں تمام معاشرتی خرابیوں سے محفوظ رکھے۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

بدگمانی اور عیب جوئی
ایک گناہ کبیرہ

ازافادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......اصلاحِ قلب کی اہمیت
- ......اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھا گمان رکھنے کا وجوب
- ......مسلمانوں کے بارے میں بدگمانی کا گناہ
- ......عیب جوئی کا نقصان
- ......اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر اور اپنا اپنا محاسبہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعۡضَ الظَّنِّ اِثۡمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوۡا وَلَا یَغۡتَبۡ بَّعۡضُکُمۡ بَعۡضًا ط اَیُحِبُّ اَحَدُکُمۡ اَنۡ یَّاۡکُلَ لَحۡمَ اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ ط وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۲﴾

(سورۃ الحجرات آیت ۱۲، پارہ ۲۶)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

گمان کیا ہے؟

میرے محترم بزرگو، دوستو میری ماؤں، بہنو، بیٹیو!

سورۂ حجرات کی جو آیت میں نے خطبہ میں تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے تین معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی فرمائی ہے آج کے درس میں ان

میں سے دو خرابیوں کے بارے میں بات ہوگی، پہلی معاشرتی بیماری بدگمانی ہے اس آیت میں ایمان والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ بہت زیادہ گمان کرنے سے احتراز کرو، گمان کا تعلق دل کیساتھ ہے عربی میں اسے ظن کہتے ہیں اردو میں ظن کا معنی گمان بھی ہے، شک بھی ہے اور بعض اوقات یہ یقین کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

انسانی جسم میں دل کا مقام

یہ دل بھی عجیب چیز ہے محبت کا مرکز بھی یہی ہے اور نفرت کا مرکز بھی یہی ہے، تعمیر کا مرکز بھی یہی ہے اور تخریب کا بھی یہی ہے۔ اصلاح کا مرکز بھی یہی ہے اور بگاڑ کا مرکز بھی یہی ہے۔ جیسا کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے جسم میں گوشت کا ایک ٹکڑا اور لوتھڑا ہے اگر وہ درست ہوجائے تو پورا جسم درست ہوجائے اور اگر وہ بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جائے۔ اسی لئے حضرات انبیاء علیہم السلام کی محنت، دعوت و اصلاح اور تربیت کا اصل ہدف دل رہا ہے انبیاء علیہم السلام نے سب سے پہلے دلوں کی اصلاح پر محنت کی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دل درست ہوگئے تو پھر نظر بھی درست ہوجائے گی، کان بھی درست ہوجائیں گے، زبان بھی درست ہوجائے گی، ہاتھ بھی درست ہوجائیں گے، پاؤں بھی درست ہوجائیں گے اور پوری زندگی درست ہوجائے گی۔

دل میں آنے والے خیالات

اور دل کا مسئلہ یہ ہے کہ اس میں ہر طرح کے خیالات آتے ہیں ان میں

سے بعض اختیاری ہوتے ہیں اور بعض غیر اختیاری، جو اختیاری خیالات ہیں ان پر تو گرفت ہے لیکن جو غیر اختیاری ہیں ان پر اللہ گرفت نہیں فرماتا، قرآن کریم کی جب وہ آیت اتری جس میں اللہ نے فرمایا ہے کہ تمہارے دلوں میں جو کچھ ہے خواہ اسے ظاہر کردیا چھپا کر رکھو، اس پر اللہ تمہارا محاسبہ کرے گا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہو گئے انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا اے اللہ کے نبی! جو کچھ ہمارے اختیار میں ہے اس سے تو ہم بچتے ہیں لیکن جو ہمارے اختیار میں نہیں اس سے ہم کیسے بچیں تو اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت کریمہ اتاری:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ط

(سورۃ البقرۃ آیت ۲۸۶، پ۳)

اللہ پاک کسی انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں بناتا، کوئی ایسا حکم نہیں دیتا جو انسان کی طاقت سے باہر ہو تو غیر اختیاری خیالات اور وساوس آجائیں تو ان پر کوئی گرفت نہیں۔

وساوس کی یلغار کا دور

یہ وساوس والا مسئلہ بھی آج کا اہم مسئلہ ہے کیونکہ آج کا دور وساوس کی یلغار کا دور ہے، وسوسے ڈالنے والے بھی بہت ہیں اور وسوسے قبول کرنے والے بھی بہت ہیں، وسوسوں کے اسباب بھی بہت سارے ہیں، پورا میڈیا، اخبارات ورسائل، جرائد، ٹی وی انٹرنیٹ اور دوسرے ذرائع اور

گندی صحبتیں، مجلس اور محفلیں، آوارہ دوست اور لٹریچر، بے پردگی، فحاشی وعریانیت، بازار یہ سب دلوں میں وساوس پیدا کرنے کے لئے موثر ذرائع ہیں مجھے تو کبھی کبھی یہ خیال آتا ہے کہ اللہ پاک نے قرآن کریم کے آخر میں جوسورت رکھی ہے اس میں وسوسوں سے پناہ مانگنے کا حکم دیا تو شاید اس میں ایک حکمت یہ بھی ہے اور شاید اس طرف بھی اشارہ ہے کہ آخری زمانہ جو ہوگا وہ وسوسوں کی یلغار کا زمانہ ہوگا اور ان وسوسوں سے اللہ کے سوا کوئی پناہ نہیں دے سکے گا۔

بدگمانی کی حرمت اور اچھا گمان رکھنے کا حکم

غیراختیاری خیال آجائے تو اس پر اللہ پاک مواخذہ نہیں کرتے لیکن جو اختیاری خیالات ہیں ان پر مواخذہ ہے، بعض اوقات ہم دوسروں کے بارے میں غلط گمان رکھتے ہیں، اختیاری طور پر بعض لوگ اپنے دل کو بدگمانی کا مرکز بنالیتے ہیں ہر وقت خیالات، وساوس اور بدگمانیوں کی گندگی ان کے دل میں رہتی ہے جبکہ بدگمانی اللہ کے بارے میں بھی حرام ہے اور اللہ کے بندوں کے بارے میں بھی حرام ہے۔

اللہ کے بارے میں اچھے گمان کا مطلب

اسلام کی تعلیم یہ ہے اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھو، اللہ کے بارے میں اچھا گمان کیا ہے؟ حضرت خلف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی بن بکاء رضی اللہ عنہ سے یہ سوال کیا کہ اللہ کے بارے میں اچھا گمان کیا ہے تو انہوں

نے فرمایا کہ اللہ کے بارے میں اچھا گمان یہ ہے کہ تم یہ امید رکھو کے میں جو مومن ہوں تو اللہ میرا حشر کافروں کیساتھ نہیں فرمائے گا میں اگر اپنی طاقت کے مطابق نیکی کی راہ پر ہوں تو اللہ فاسقوں، فاجروں اور بدکاروں کے ساتھ ایک جگہ ہمیں جمع نہیں فرمائے گا۔ جو اپنی طاقت میں ہے وہ کرلو پھر اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھو۔

اچھا گمان اور جھوٹی آرزوئیں

اچھا گمان اور چیز ہے اور جھوٹی آرزوئیں اور چیز ہے۔ اللہ کے بارے میں اچھا گمان بہت بڑی عبادت اور اسلام کی تعلیم ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِنَّ حُسْنَ الظَّنِّ بِاللّٰهِ تَعَالٰی مِنْ حُسْنِ الْعِبَادَةِ"

اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھنا یہ تو اللہ کی عبادت اور بندگی کا حسن ہے بہت بڑی عبادت، بہت بڑا عمل ہے۔ لیکن جھوٹی آرزوئیں کہ انسان کرتا کچھ نہیں اور خالی آرزوئیں لگائے بیٹھا ہے ایسے ہی جیسے یہودیوں کی آرزوئیں تھیں:

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ

ہم جہنم میں نہیں جائیں گے مگر کچھ دن کے لئے۔

(سورة البقرة ایت ۸۰، پ ۱)

اور پھر جنت ہوگی اور ہم ہوں گے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا

کیا اللہ نے تم سے یہ وعدہ کیا تھا؟

اللہ نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا۔

وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتٰبَ إِلَّآ أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَظُنُّونَ ﴿٧٨﴾

(سورہ البقرۃ آیت ۷۸، پ ۱)

ان کے پاس تو صرف آرزوئیں ہی آرزوئیں ہیں عمل کچھ نہیں ایسے ہی جھوٹی امیدیں ہیں کہ ہم تو جنت میں جائیں گے چاہئے کچھ بھی کرتے رہیں گناہوں کی ساری گندگی ہم جمع کرلیں، یہودیوں والی تہذیب ہم اپنالیں، نصاری والا تمدن ہم اختیار کرلیں پھر بھی ہم جنت میں جائیں گے، یہ جھوٹی آرزوئیں ہیں یہ اور چیز ہے لیکن اپنی طاقت کے مطابق عمل کرنے کے بعد (کیونکہ بندگی کا حق تو ہم سے ادا نہیں ہوسکتا) مغفرت کی اور جنت کی امید رکھنا اور چیز ہے۔

بندگی کا حق

رسول اکرم ﷺ جب یہ فرماتے ہیں کہ اے اللہ! تیری بندگی کا حق ادا نہیں ہوسکا، اللہ تیری معرفت کا حق ادا نہیں ہوسکا تو ہم کون ہیں جو یہ دعویٰ کریں کہ ہم نے بندگی کا حق ادا کردیا۔ ایسے ایسے لوگ بھی گزرے ہیں کہ چالیس چالیس سال جن کی راتیں عبادت میں گزر گئیں انکی موت کا وقت

جب قریب آیا تو کہنے لگے اللہ! معاف کر دینا تیری عبادت اور بندگی کا حق ادا نہیں ہوسکا تو جب اتنی عبادت کرنے والے حق ادا نہیں کر سکے تو ہم سے حق کہاں ادا ہوگا ہم تو بڑے کمزور ہیں، اللہ خود کہتا ہے کہ ہم نے انسان کو ضعیف پیدا کیا ہے جب اللہ خود کہتا ہے کہ ہم نے انسان کو ضعیف پیدا کیا ہے۔

ہمیں بھی عاجزی کا اظہار کرنا چاہیے

ہمیں چاہئے کہ اللہ سے یوں عرض کریں اے اللہ! میں کمزور ہوں بہت ہی کمزور ہوں تو نے مجھے یوں پیدا کیا کہ میرے ساتھ پیٹ کو بھی لگا دیا، شہوت کو بھی لگا دیا، جذبات بھی لگا دیئے، خیالات بھی لگا دیئے، دنیا کی ضروریات بھی لگا دیں، اخراجات بھی لگا دیئے، شیطان کو بھی پیدا کر دیا جنوں میں بھی اور انسانوں میں بھی، بڑی بڑی باتیں بنانے والے، یہ میرا ہے یہ تیرا ہے یہ تقسیمیں کرنے والے، کوئی بھی نہ ہوگا، اللہ سوال کرے گا:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط

آج کس کی بادشاہی ہے؟ کوئی جواب دینے والا نہ ہوگا اور اللہ خود جواب دے گا: لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴿۱۶﴾ ہمارے سارے دعوے جھوٹے، بادشاہی کے دعوے جھوٹے۔ ایک میری بادشاہی ہے میں کل بھی اکیلا تھا آج بھی اکیلا ہوں، میں نے تمہیں عارضی طور پر اقتدار دیا تھا ملکیت دی تھی، لیکن تم اسے ہمیشہ کا اقتدار، ہمیشہ کی ملکیت سمجھ بیٹھے، تو وہ الاوّل بھی ہے الآخر بھی ہے۔

اللہ کا در ہر وقت کھلا ہے

وہ التّواب ہے سب کی توبہ قبول کرنے والا، کافروں کی، مشرکوں کی، فاسقوں کی، فاجروں کی، قاتلوں کی، زانیوں کی اور گناہ گاروں کی۔ اس نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے، جب تک سورج مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع نہیں ہو جاتا توبہ کا دروازہ کھلا رہے گا۔ ہر دفتر کے دروازے کھلنے کا بھی کوئی وقت ہوتا ہے لیکن اللہ کے درِ توبہ کا کوئی وقت نہیں۔ دن ہو یا رات، جب بھی کوئی پکارے اور جس زبان میں پکارے، اللہ کے سامنے گڑگڑائے اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ جائیں چاہیے اس کی ساری زندگی گناہوں میں گزری ہو اللہ پاک فرماتے ہیں کہ میں اس کی توبہ قبول کرتا ہوں، بندے کے مانگنے میں اور سچی توبہ کرنے میں دیر ہوسکتی ہے لیکن اللہ کے قبول کرنے میں کوئی دیر نہیں ہوتی۔ فرمایا جب کوئی بندہ میری طرف ایک ہاتھ آتا ہے میں دس ہاتھ آتا ہوں، بندہ میری طرف آہستہ آتا ہے میں تیز دوڑ کر اس کی طرف آتا ہوں تو وہ التواب ہے توبہ قبول کرنے والا۔

وہ اَلْمُغْنِیْ ہے غنی کرنے والا۔ وہ اَلْمُعْطِیْ ہے عطا کرنے والا، اَلسَّمِیْعُ ہے سب سننے والا، وہ بَصِیْرٌ ہے سب کو دیکھنے والا، وہ اَلْخَبِیْرُ ہے سب کی خبر رکھنے والا۔

اللہ کے صفاتی ناموں کی برکت

تو ایمان اللہ کی ذات پر بھی ضروری ہے اور اس کی صفات پر بھی

ضروری ہے ان صفات کے ذریعے بندہ اللہ کی معرفت اور محبت حاصل کرتا ہے اور میں عرض کروں گا کہ اللہ توفیق دے تو کثرت کے ساتھ اللہ کے اسماء کا ورد کیا کریں اور میرا ایک ناقص سا تجربہ ہے وہ یہ کہ جس کا کوئی مسئلہ اور پریشانی ہو اسی کی مناسبت سے اللہ کے ناموں میں سے کسی کا انتخاب کر کے کثرت کے ساتھ اس کا ورد کیا جائے۔ رزق کی تنگی ہے تو یَا رَزَّاقُ یَا مُغْنِیُ کثرت کے ساتھ پڑھا جائے۔ کوئی مسئلہ اٹکا ہوا ہے تو یَا فَتَّاحُ یَا فَتَّاح بار بار پڑھا جائے۔

فرشتوں پر ایمان

اللہ کی ذات وصفات کے بعد جس چیز پر ایمان لانا ضروری ہے وہ ہے فرشتوں پر ایمان! فرشتے اللہ پاک کی نورانی مخلوق ہیں جو ہمہ وقت اللہ کی عبادت اور اطاعت میں مصروف ہیں عبادت کا حال یہ ہے کہ کوئی رکوع میں ہے، کوئی سجود میں ہے، کوئی قیام میں ہے، کوئی تسبیح پڑھ رہا ہے، کوئی تحمید کر رہا ہے، کوئی دعا کر رہا ہے اور کوئی ذکر کر رہا ہے۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے شب معراج فرشتوں کو دیکھا مختلف حالتوں میں اللہ کی عبادت کر رہے ہیں، کوئی قیام کی حالت میں ہے، کوئی رکوع کی حالت میں ہے، کوئی سجدے کی حالت میں ہے، کوئی ثناء کر رہا ہے، کوئی تلاوت کر رہا ہے حضور ﷺ کو یہ انداز پسند آئے، اللہ نے فرمایا اے میرے نبی! تمہیں عبادت اور ذکر کے یہ انداز بڑے پسند آئے ہیں، میں آپ کو ایسا تحفہ

دوں گا آپ کی امت کے لئے، جس میں فرشتوں کی عبادت کے سارے انداز میں نے جمع کر دیئے ہیں اور وہ ہے نماز! اس میں قیام بھی ہے، رکوع بھی ہے،، قعود، حمد، ثناء، دعا، تلاوت، نبی اکرم ﷺ پر درود، سارے ذکر بھی جمع اور عبادت کے سارے انداز بھی جمع۔ بعض حضرات کہتے ہیں کائنات کی ساری مخلوق اللہ کی عبادت کرتی ہے، درخت قیام کی حالت میں، پہاڑ بیٹھ کر، چوپائے جھک کر اور کیڑے مکوڑے رینگ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں اللہ نے مخلوق کی عبادت کے سارے انداز نماز میں جمع کر دئے، اس میں درختوں والا قیام بھی ہے، پہاڑوں والا قعود بھی، چوپاؤں والا رکوع، کیڑے مکوڑوں والا سجدہ بھی ہے سارے انداز اللہ نے جمع فرما دیے۔ تو فرشتے اللہ پاک کی نورانی مخلوق ہیں جو اللہ پاک کی نافرمانی نہیں کرتے، اس کی عبادت اور اطاعت میں لگے ہوئے ہیں، اللہ جس کو جو حکم دیتا ہے وہ اس کی تعمیل میں لگا ہوا ہے، قرآن مجید میں ہے فرمایا:

عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ اَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ⑥ (سورۃ التحریم آیت ۶، پ ۲۸)

اللہ جب ان کو حکم دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

کتابوں پر ایمان

تیسری چیز جس پر ایمان لانا ہے وہ ہے اللہ پاک کی ساری کتابوں پر

ایمان! حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک جتنے صحیفے اور جتنی کتابیں نازل ہوئیں خواہ ہم ان صحیفوں کے نام جانتے ہوں یا نہ جانتے ہوں ہم ان پر ایمان رکھتے ہیں، ایک مسلمان تورات پر ایمان رکھتا ہے، زبور پر ایمان رکھتا ہے، انجیل پر ایمان رکھتا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صحیفوں پر ایمان رکھتا ہے کہ یہ ساری کتابیں برحق اور اللہ کی طرف سے نازل ہوئیں، لیکن آخری کتاب اللہ کی قرآن کریم ہے اور قرآن ساری آسمانی کتابوں کے لئے ناسخ ہے۔اب ساری کتابیں منسوخ ہوگئیں سوائے قرآن کے، پہلی کتابوں میں سچائیاں تھیں اللہ پاک نے وہ ساری کی ساری قرآن میں جمع فرمادیں کوئی بھلائی اور اچھائی کی بات ایسی نہیں جو پہلی آسمانی کتابوں میں ہو اور وہ قرآن میں نہ ہو، کوئی یہودی کوئی عیسائی ثابت نہیں کرسکتا کہ فلاں اچھائی کی بات تورات، زبور اور انجیل میں تو ہے لیکن قرآن میں نہیں۔

قرآن کریم ایک جامع کلام

قرآن ساری بھلائیوں، ساری اچھائیوں، ساری نیکیوں، ساری خیرات، ساری حسنات، ساری عبادات اور سارے اچھے اخلاق کا جامع ہے۔اور قرآن مصدق ہے پہلی ساری کتابوں کا! یعنی قرآن ہر آسمانی کتاب کی تصدیق کرتا ہے قرآن مہیمن ہے مہیمن کا معنی یہ ہے کہ قرآن حفاظت کرتا ہے اس نے پہلی کتابوں کے مضامین کی حفاظت کی۔لیکن اب

اتباع صرف قرآن کی ہوگی۔

مسلمان کی وسعتِ ظرفی

سن لیجئے! کہ مسلمان وسیع الظرف ہوتا ہے، تنگ ظرف، تنگ ذہن نہیں ہوسکتا، ایک یہودیٰ سارے نبیوں کا انکار اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کی کتاب تورات کا اقرار کر کے یہودی ہوسکتا ہے اور ایک عیسائی سارے نبیوں اور ساری کتابوں کا انکار کر کے اور عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا قرار دے کر عیسائی ہوسکتا ہے لیکن ایک مسلمان اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جن تک کہ ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر ایمان نہ رکھے۔ یہ مسلمان کی وسعت ظرفی ہے اس وسعت ظرفی کی تعلیم قرآن نے اور ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی۔

اچھے گمان کی عادت ڈالیں

بیان ہورہا ہے ان اعمال کا، ان برے اخلاق کا، ان اسباب کا جو آپس میں نفرت پیدا کرتے ہیں، تعلقات کو خراب کرتے ہیں فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ

اے ایمان والو! زیادہ گمان کرنے سے بچو بیشک بعض گمان گناہ ہیں ہر گمان گناہ نہیں ہے بعض گمان گناہ ہیں حکم ہمیں یہ دیا گیا ہے کہ اللہ کے

بارے میں اچھا گمان رکھیں اور اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھنے کا ایک نمایاں مطلب یہ ہے کہ انشاء اللہ اللہ میرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔

حدیث میں آیا نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ بندے کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہے جیسا کہ بندہ اللہ کے بارے میں گمان رکھتا ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے نبی اکرم ﷺ ایک بڑے میاں کی بیمار پرسی کے لئے گئے تھے اور آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا بَاسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی

پریشان نہ ہوں اللہ پاک آپ کو ٹھیک کر دے گا

اس نے کچھ شکوہ سا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

جب تم اللہ کے بارے میں یہی گمان رکھتے ہو کہ اللہ مجھے تندرست نہیں کر سکتا، نہیں کرے گا تو ٹھیک ہے بھائی! بیمار ہی رہو کیسے ہی حالات کیوں نہ ہوں ایک سچے مسلمان کو ہر وقت اللہ سے اچھا گمان رکھنا چاہئے اور امید رکھنی چاہئے کہ ان شاء اللہ اللہ میرے ساتھ اچھا معاملہ کرے گا۔

حسنِ ظن کے ساتھ حسنِ عمل بھی ضروری ہے

یہ الگ بات ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ کچھ نہ کچھ عمل کرتے رہیں صرف حسنِ ظن ہی نہ ہو۔ امید ہی نہ ہو ڈر بھی ہو، عمل بھی ہو لیکن اچھا گمان بھی رکھیں اور سچی بات تو یہ ہے کہ ہمارے پاس تو اپنے بارے میں اچھا گمان رکھنے کے کوئی عمل نظر ہی نہیں آتا بس یہی ہے کہ امید ہے کہ اللہ معاف

فرمادے گا۔ اپنے اعمال کے بل بوتے پر ایسا یقین نہیں ہے کہ ہم جنتی ہوں گے لیکن اللہ کی رحمت سے امید ہے۔ تو اللہ کے بارے میں اچھا گمان رکھا جائے تو بعض گمان اچھے ہیں۔

بندوں کے بارے میں حسنِ ظن

اسی طرح حکم دیا گیا کہ اللہ کے بندوں کے ساتھ بھی اچھا گمان رکھا جائے خواہ مخواہ برا گمان نہ رکھا جائے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ انکی عادت ہوتی ہے ہر کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا۔ یہ ایسا ہوگا، یہ ویسا ہوگا، یہ وہاں جا رہا ہوگا، اس نے یوں کہا ہوگا یہ بدگمانی گھر کے گھر اجاڑ دیتی ہے، اس بدگمانی کی وجہ سے خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں تو فرمایا بعض گمان گناہ ہوتے ہیں لہذا زیادہ گمان کرنے سے بچو۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ہر مسلمان کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں فی الحال اور کافر کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں فی المآل۔ مسلمان کو تو فی الحال اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں اور کافر کو فی المآل کہ ہوسکتا ہے کہ اللہ اسے ایمان کی توفیق دیدے تو وہ مجھ سے بھی اچھا ہو جائے۔ تو ہر ایک کے بارے میں اچھا گمان کیا جائے۔

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ فرمایا کہ بعض گمان گناہ ہیں۔

جہاں بدگمانی ہو یہ بدگمانی گناہ تک پہنچادیتی ہے اور یہ بدگمانی بعض اوقات انسان کو وہمی مریض بنا دیتی ہے ہر وقت دوسروں کے بارے میں بری ہی بات سوچتا رہتا ہے۔فلاں ایسا، فلاں ایسا، فلاں ایسا ہوگا۔یہاں تک کہ اس کی بدگمانیوں کا دائرہ وسیع ہوتے ہوتے اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کو بیچ میں لے لیتا ہے اور اس کا سکون تباہ ہوکر رہ جاتا ہے، جو شخص کثرت کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے اسکی زندگی جہنم کا نمونہ بن جاتی ہے۔

عیب جوئی سے اجتناب کا حکم

وَلَا تَجَسَّسُوْا اور بھید نہ ٹٹولا کرو، دوسروں کے عیوب تلاش نہ کرو۔

چھپ کر باتیں سننا، دوسروں کے خطوط پڑھنا، کسی کے گھر میں تاک جانک کرنا یہ ساری صورتیں ہیں بھید ٹٹولنے کی، راز نکالنے کی۔اس سے منع کیا گیا۔

حضرت ابو بردہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد میں روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے وہ لوگو! جو اپنی زبان سے تو ایمان لائے ہو لیکن تمہارے دل میں ابھی تک ایمان داخل نہیں ہوا دوسروں کے عیوب تلاش مت کرو۔جو شخص دوسروں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ اس کے عیوب تلاش کرے گا اور اپنے گھر میں ہوتے ہوئے بھی اللہ اس کو ذلیل اور رسوا کردے گا۔

پردہ پوشی کی فضیلت

ایک حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عجیب فضیلت ہے کہ کاش

ہمارے دل میں اتر جائے تو ہم اس پر عمل کرنے والے بن جائیں حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَاٰی عَوْرَۃً فَسَتَرَھَا کَانَ کَمَنْ اَحْیٰ مَوْؤُدَۃً

جس نے کسی مسلمان بھائی کا عیب دیکھا پھر اس پر پردہ ڈال دیا تو وہ ایسے ہے جیسے کسی نے زندہ درگور کی جانے والی بیٹی کو زندہ کر دیا اللہ اکبر کتنی بڑی فضیلت ہے۔ عرب بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے اللہ کے نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ جتنی فضیلت اس شخص کو حاصل ہوتی ہے جو کسی بچی کو زندہ درگور ہونے سے بچا لے اتنا ہی ثواب اسے ملے گا جو کسی مسلمان کے عیب کو دیکھ کر اس پر پردہ ڈال دے بہت بڑی فضیلت ہے۔ کاش! ہمارے دلوں میں اتر جائے۔ آج ہم دوسروں کے عیوب تلاش کرنے میں لگے رہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہماری اپنے عیوب پر نظر نہیں ہے۔

نہ تھی حال کی جب ہمیں خبر
رہے دیکھتے اوروں کے عیب وہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر
تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا

اپنا محاسبہ کیجئے

کبھی ہم فرصت میں اگر بیٹھیں تو اپنے عیوب کی فہرست بنائیں کہ میرے اندر کتنے عیوب ہیں، میں کتنے گناہوں میں مبتلا ہوں، میں نماز میں سستی کرتا ہوں، میں زکوٰۃ میں سستی کرتا ہوں، میرے اندر اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا کوئی جذبہ نہیں ہے، میں غیبت کرتا ہوں، میں چغلیاں کرتا ہوں، جھوٹ بولتا ہوں، میں ملاوٹ کرتا ہوں۔ پھر ہم میں سے ہر ایک اپنے عیوب تلاش کرنا چاہے تو نا معلوم کتنے عیوب جمع ہو جائیں گے۔ اپنے عیوب پر نظر نہیں ڈالتے دوسروں کے عیوب تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں فرمایا کہ جو دوسروں کے عیوب تلاش کرے گا اللہ اسے رسوا کر دے گا۔ فرمایا کہ عیب نہ ٹٹولا کرو۔ یہ حکم صرف افراد کو ہی نہیں حکومتوں کو بھی ہے۔ اگر عیب تلاش کرو گے تو تعلقات درست نہیں رہیں گے۔ ہر شخص کے اندر کوئی نہ کوئی کمزوری ہوتی ہے، اس دنیا میں انسان رہتے ہیں فرشتے نہیں رہتے ہر ایک کے اندر کوئی نہ کوئی کمزوری، کوئی ولی اللہ ہی کیوں نہ ہو اس کے اندر بھی کوئی کمزوری ہوگی تو اگر ہم کمزوریاں ہی تلاش کرنا شروع کر دیں تو پھر تعلقات درست نہیں رہ سکتے۔ بیٹا باپ کی کمزوریاں تلاش کرتا ہے تو پھر تعلقات درست نہیں رہ سکتے، باپ بیٹوں کی کمزوریاں ہی تلاش کرتا رہے تو پھر تعلقات درست نہیں رہ سکتے حالانکہ اتنا قریبی رشتہ ہے دوستیاں نہیں رہ سکتیں اگر ہم عیب ٹٹولیں۔ لہٰذا ہر شخص اپنے عیوب کی اصلاح کی فکر میں لگا

رہے، اللہ پاک ہمیں اخلاص کے ساتھ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (امین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

مسلمانوں کے درمیان
مضبوط رشتہ

ازافادات

داعیِ قرآن ، مُفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......قرآن کریم کی روشنی میں ایمانی اخوت کا تذکرہ
- ......اسلام کی نظر میں معیار فضیلت کیا ہے؟
- ......اسلامی بھائی چارہ اور اس کے تقاضے کیا ہیں؟
- ......اسلام کی نظر میں ایک مسلمان کا کیا مقام ومرتبہ ہے؟
- ......ظلم وستم کے پہاڑ اور ہماری ذمے داری۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ اِخۡوَۃٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَ اَخَوَیۡکُمۡ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۰﴾ (سورۃ الحجرات آیت ۱۰، پ ۲۶)

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَلِیُّ الۡعَظِیۡمُ

میرے محترم بزرگو، دوستو اور میری ماؤں، بہنو، بیٹیو!

انسانوں کے درمیان اللہ پاک نے جتنے بھی رشتے رکھے ہیں ان میں سے سب سے مضبوط رشتہ وہ ایمان کا رشتہ ہے۔ یہی وہ رشتہ تھا جس نے عرب کے جنگجوؤں کو اور خون کے پیاسوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

یہی وہ رشتہ ہے جس نے فارس کے سلمان رضی اللہ عنہ اور روم کے صہیب رضی اللہ عنہ کو اور حبشہ کے بلال رضی اللہ عنہ کو اور عرب کے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک دوسرے کا بھائی بھائی بنا دیا تھا۔

قرآن کریم کی روشنی میں رشتہ ایمانی

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس رشتہ کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے اللہ نے سورۃ الحجرات میں فرمایا:

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ (سورۃالحجرات آیت ۱۰، پ ۲۶)

ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اور اللہ نے سورۂ آل عمران میں فرمایا:

وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا

(سورۃ ال عمران آیت ۱۰۳، پ ۴)

اے مسلمانو! اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو، اللہ کے احسان کو یاد کرو کہ جب تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کی محبت ڈال دی۔ اور تم ایک دوسرے کے آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

اللہ نے سورۂ انفال میں فرمایا:

وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ۚ لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّآ أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ

میرے حبیب ﷺ! اگر آپ زمین میں جو کچھ ہے یہ خرچ کر دیتے تو بھی ان کے دلوں میں محبت نہیں ڈال سکتے تھے۔ اللہ پاک نے مومنوں کے دلوں میں محبت ڈال دی۔

پیسے کے زور پر، دولت کے زور پر، اقتدار کے زور پر، آپ ان کے درمیان محبت نہیں ڈال سکیں گے۔

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ (سورۃ الانفال آیت ۶۳، پ ۱۰)

بلکہ اللہ نے ان کے دلوں میں ان کے درمیان محبت ڈال دی۔

سورۂ توبہ میں اللہ نے فرمایا:

فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ؕ (سورۃ التوبہ آیت ۱۱ پارہ ۱۰)

اگر یہ توبہ کرلیں، کوئی بھی توبہ کرلے، مشرک توبہ کرلے، کافر توبہ کرلے، یہودی توبہ کرلے، عیسائی توبہ کرلے، بوڑھا یا جوان توبہ کرلے کوئی بھی توبہ کرلے، گورا توبہ کرلے، کالا توبہ کرلے کسی بھی قوم کا ہو وہ توبہ کرلے امیر توبہ کرلے، غریب توبہ کرلے، خوبصورت توبہ کرلے، بدصورت توبہ کرلے۔

جو بھی توبہ کرلے اور نماز قائم کرلے اور زکوۃ دے تو وہ تمہارا دینی بھائی ہے۔ توبہ کرنے والا، شرک سے توبہ کرنے والا، کفر سے توبہ کرنے والا۔ لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے والا ہمارا بھائی بن گیا۔

دیگر اقوام میں امتیازی سلوک

دنیا کی بہت ساری قوموں میں ذات پات کے اعتبار سے، نسل و نسب کے اعتبار سے، رنگ اور زبان مختلف ہونے کے اعتبار سے ایک مذہب

ہونے کے باوجود امتیاز کیا جاتا ہے۔یعنی مذہب کے اعتبار سے دونوں کا مذہب ایک لیکن ایک کا رنگ اور دوسرے کا رنگ اور، ایک کی نسل اور دوسرے کی نسل اور، اور ایک کی قومیت اور دوسرے کی قومیت اور۔

تو اس اعتبار سے ایک مذہب ہونے کے باوجود بھی فرق کیا جاتا ہے۔ ہمارے پڑوسی ملک میں ہندو بستے ہیں لیکن ہندو مذہب میں یکجا ہونے کے باوجود بھی نسل اور نسب کی بناء پر ان میں امتیاز کیا جاتا ہے۔لیکن اسلام کہتا ہے کہ نہیں جس نے کلمہ قبول کرلیا، اسلام قبول کرلیا وہ تمہارا بھائی بن گیا چاہے اس کی نسل کچھ بھی کیوں نہ ہو؟ چاہے اس کا رنگ کیسا ہی کیوں نہ ہو، چاہے وہ کسی بھی قوم سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو۔الحمدللہ۔مسلمانوں کے اندر یہ حوصلہ پایا جاتا ہے کہ لیٹرینوں کو صاف کرنے والا اور جمعدار اور مردار کھانے والا چوڑا اور کالے رنگ کا حبشی اگر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھ لے۔ہم اس کو سینے سے لگانے کے لئے تیار ہیں بلکہ اس کے پاس علم ہو عمل ہو ہم اس کو اس مُصلےّ پر اور اس ممبر پر بٹھانے کے لئے تیار ہیں۔

حیران کن مثالیں

اور ایسی مثالیں ہیں، ہندوؤں کی اولاد، سکھوں، عیسائیوں کی اولاد، اور چوروں کی اولاد، بھنگیوں کی اولاد جب انہوں نے ایمان قبول کیا۔قرآن و حدیث کا علم حاصل کیا تو ایسی مثالیں نظر آئیں کہ سید کا بیٹا پیچھے کھڑا ہے اور اس ہندو اور سکھ کا بیٹا آگے مصلے پر بیٹھا ہے۔علامہ اور محدث کا بیٹا شاگردوں میں بیٹھا ہے اور اس غیر مسلم کا بیٹا مسند حدیث پر بیٹھ کر حدیث کا درس دے

رہا ہے، صرف ذات کی بناء پر، صرف نسب کی بناء پر اور صرف رنگ و زبان کی بناء پر اسلام نے یہ اجازت نہیں دی کہ غریب کو پچھلی صف میں کھڑا کیا جائے اور عالم، سید کے بیٹے کو اور مالدار کے بیٹے کو اگلی صف میں کھڑا کر دیا جائے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔

اسلام کی نظر میں معیارِ فضیلت

جس کے اندر تقوی، جس کے اندر علم، جس کے اندر عمل اور جس کے اندر ایمان ہو گا وہ دوسروں سے آگے بڑھ جائے گا چاہے وہ نسل اور نسب کے اعتبار سے کتنا ہی پیچھے کیوں نہ ہو:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰکُمْ ط (سورۃ الحجرات آیت ۱۳، پ ۲۶)

مسلمان کے حقوق

تو فرمایا کہ جو توبہ کر لے، نماز کو قائم کر لے، زکوۃ دے، شرک چھوڑ دے، بت پرستی چھوڑ دے۔ اللہ کو مان لے، نبوت پر ایمان لے آئے، آخرت پر ایمان لے آئے وہ تمہارا بھائی ہے اور اس کے کچھ حقوق ہیں ایسے نہیں کہ زبانی، کلامی بھائی، لفظی طور پر بھائی، عارضی طور پر بھائی۔ نہیں! اس کے کچھ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا دوسرے کلمہ پڑھنے والے مسلمان پر لازم ہیں۔

ان میں سے سب سے پہلا حق، وہ محبت ہے جو شخص کلمہ پڑھ لے گا سچا مسلمان بن جائے گا اس سے محبت کرنا ہمارے ایمان کا تقاضا ہے ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ آقا ﷺ نے قسم کھا کر فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَا یُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے مسلمان بھائی کے لئے وہ چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔جب تک مجھ سے محبت نہ کرے۔

قسم کھا کر فرمایا: اپنے لئے پسند کرتا ہے عزت، دوسرے مسلمان بھائی کے لئے بھی عزت پسند کرے، اپنے لئے پسند کرتا ہے عافیت، مجھے دکھ نہ پہنچے، تکلیف نہ پہنچے، نقصان نہ پہنچے، گھاٹا نہ ملے، میرے ساتھ کوئی دھوکہ نہ کرے اپنے لئے یہ پسند کرتا ہے تو دوسرے کے لئے بھی یہی پسند کرے۔

وہ شخص مومن نہیں ہے جو اپنے لئے تو پسند کرتا ہے کہ مجھے کوئی دھوکہ نہ دے، نقصان نہ دے اور دوسروں کو دھوکہ دیتا ہے، دوسرے کو نقصان دیتا ہے، ملاوٹ کرتا ہے، لوٹتا ہے، فریب کرتا ہے، جھوٹ بولتا ہے، کم تولتا ہے، زیادتی کرتا ہے۔اپنے لئے کچھ اور پسند کرتا ہے اور دوسرے کے لئے کچھ اور یہ مومن نہیں ہوسکتا۔

اپنے لئے پسند نہیں کرتا کوئی گالی دے تو دوسروں کے لئے بھی گالی کو پسند نہ کرے۔اپنے لئے پسند نہیں کرتا کہ میرے جسم کو، میری جان کو خطرہ لاحق ہو، تو دوسرے مسلمان کے لئے بھی خطرہ نہ بنے اگر بنتا ہے تو آقا ﷺ فرماتے ہیں کہ کامل مسلمان نہیں ہوسکتا قسم کھا کر فرمایا۔

حلاوتِ ایمان اور تین صفات

ایک حدیث میں فرمایا کہ لوگو!

جس شخص میں تین صفات پائی جائیں گی وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا، ایمان کی مٹھاس محسوس کرے گا۔ہم میں سے پتا نہیں کتنے ہوں گے ہم لوگ جانتے ہیں کہ نہیں جانتے کہ ایمان کی بھی مٹھاس ہوتی ہے جیسے گڑ کی مٹھاس ہے، مٹھائی کی مٹھاس ہے اور حلوہ کی مٹھاس ہے اور سیب کی، خربوزہ کی اور آم کی اور دوسری چیزوں کی مٹھاس ہے۔اسی طرح ایمان کی بھی مٹھاس ہوتی ہے ایسی مٹھاس کہ دنیا کی ساری مٹھاسیں اس مٹھاس پر قربان کی جاسکتی ہیں۔

اللہ پاک نے جسے یہ مٹھاس عطا فرمادی تو پھر اس کی نظر میں کسی اور چیز کی مٹھاس اور لذت چلتی ہی نہیں۔اسے اللہ کہنے میں جو مزہ آتا ہے اور اسے سجدہ کرنے میں جو مزہ آتا ہے اور اسے رکوع کرنے میں جو مزہ آتا ہے اور اسے اللہ سے مانگنے میں جو مزہ آتا ہے اور اسے اللہ کے سامنے رونے میں جو مزہ آتا ہے، خدا کی قسم! دوسروں کو کسی بھی چیز میں وہ مزہ نہیں آتا، دنیا بھر کی نعمتیں کھانے میں وہ مزہ نہیں آتا۔اللہ جس کو ایمان کی مٹھاس عطا فرمادے اور حلاوت عطا فرمادے۔

آقا ﷺ کیا فرماتے ہیں؟

کہ جس شخص کے اندر تین صفات پائی جائیں گی وہ ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا، مٹھاس محسوس کرے گا۔دعا بھی کر لیجئے! کہ اللہ یہ تینوں صفات ہمارے اندر پیدا فرمادے اور عزم بھی کر لیجئے۔کون سی تین چیزیں؟ فرمایا کہ

مَنْ كَانَ اللهُ وَرَسُولُهُ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

پہلی صفت یہ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کیساتھ کائنات کے ہر چیز سے اور کائنات کے ہر رشتہ سے زیادہ محبت کرے۔ ہر رشتہ سے زیادہ، ہر چیز سے زیادہ، سونے سے زیادہ، دولت سے زیادہ، ہر راحت سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ محبت کرتا ہو۔

دوسری صفت کیا ہے؟

وَمَنْ أَحَبَّ عَبْدًا لَّا يُحِبُّ إِلَّا لِلّٰهِ

اور جو کسی بندہ سے محبت کرتا ہو اور محبت کس لئے کرتا ہو صرف اللہ کے لئے کوئی مادی غرض نہیں، کوئی دنیاوی فائدہ نہیں، کوئی خونی رشتہ نہیں۔ محبت کرتا ہے صرف کس کے لیے؟ اللہ کے لئے۔ یہ اللہ کا بندہ ہے، یہ مومن ہے، یہ نیک ہے، یہ دین کی خدمت کرنے والا ہے، یہ دین کے لئے جہاد کرنے والا ہے، یہ دین کے لئے قربانی دینے والا ہے۔ میں اس لیے محبت کرتا ہوں۔ یہ صفت پائی جائے۔ کسی بندے سے محبت کرے یہ کون سا بندہ ہے؟ مومن بندہ۔ جو مومن بندے سے محبت کرتا ہے اور محبت کس لیے؟ صرف اللہ کے لئے۔ کسی ذاتی غرض کے لیے نہیں۔

تیسری صفت کیا ہے؟

فرمایا کہ:

وَمَنْ يَكْرَهُ أَنْ يَعُوْدَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ أَنْ أَنْقَذَهُ اللهُ مِنْهُ

كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُلْقَى فِي النَّارِ

جسے ایمان سے محروم ہو کر کفر کی طرف جانا اتنا ناپسند ہو جتنا کسی کو آگ میں ڈالا جانا ناپسند ہوتا ہے۔

اس سے اس کو اسطرح محسوس ہو کہ میں ایمان سے محروم ہو گیا یہ ایسا ہی ہے کہ جیسے مجھے آگ میں ڈالا گیا اللہ! میرا کیا بنے گا؟ میری تو دنیا بھی تباہ ہوجائیگی میری آخرت بھی تباہ ہوجائے گی۔ دل میں بڑا ڈر محسوس کرتا ہے کہیں میں ایمان سے محروم نہ ہو جاؤں۔ جیسے آگ میں گرنے سے ڈرتا ہے، کفر میں بھی گرنے سے ڈرتا ہے۔

فرمایا کے جس کہ اندر یہ تین صفات پائی جائیں گی وہ اپنے دل کے اندر ایمان کی حلاوت محسوس کرے گا۔ تو عرض یہ کرر ہا تھا کہ مسلمان سے محبت کرنا یہ مسلمان کا حق ہے۔

اللہ کا محبوب شخص

ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

ایک شخص اپنی بستی سے نکلا اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے فرشتہ آیا اس سے پوچھا؟ کیوں جارہے ہو؟ اس نے کہا میں اپنے مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے جارہا ہوں۔ فرشتے نے پوچھا کیا اس سے کوئی مادی غرض ہے؟ کوئی مطلب ہے؟ کوئی فائدہ پیش نظر ہے؟ کہنے لگا نہیں! کوئی فائدہ نہیں، کوئی غرض نہیں، کوئی لالچ نہیں اس سے محبت کرتا ہوں اللہ کے لئے اور

صرف اللہ کے لئے اس کی زیارت کو جارہا ہوں۔

فرشتے نے کہا اللہ تو ویسے ہی جانتا تھا تم کس لیے جا رہے ہو؟ لیکن میرے اللہ نے مجھے بھیجا یہ سوال جواب کرنے کے لیے اور اللہ نے مجھ سے کہا کہ جب تم یہ جواب سن لو۔ تو میرے بندے سے یہ کہہ دینا کہ جیسے تم اس مومن بندے سے محبت کرتے ہو اللہ کہتے ہیں کہ میں بھی اسی طریقے سے تم سے محبت کرتا ہوں۔

میرے بھائیو! مسلمان سے محبت یہ مسلمان کا حق ہے۔ وہ ہمارا بھائی ہے چاہے وہ کوئی بھی ہو چاہے وہ دنیا کے کسی کونے میں رہتا ہو وہ ہمارا بھائی ہے۔ وہ اپنی طرف سے دور دراز گاؤں میں رہتا ہے، وہ سات سمندر پار رہتا ہے وہ ہمارا بھائی ہے۔

حج کے موقع پر دلی کیفیت

الحمدللہ، الحمدللہ اللہ کا شکر ادا کرتا تھا اس احسان پر حج کے موقع پر تقریباً یا دوسو دس ملکوں کے حاجی جمع تھے، رنگ الگ، زبانیں الگ، لباس الگ، لہجے الگ، مزاج الگ، مختلف ملکوں کے دوسو دس ملکوں کے حاجی حاضر ہیں اور الحمدللہ جب میں اپنی دل کی حالت کو دیکھتا تھا تو میں محسوس کرتا تھا کہ یہ سارے میرے بھائی اور میری بہنیں ہیں، یہ سارے ہی میرے آقا ﷺ کی امت ہے۔ میرے آقا ﷺ کی روحانی اولاد پوری دنیا میں پھیلی ہوئی ہے۔ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں لاالہ الااللہ

محمد رسول اللّٰہ پڑھنے والا موجود نہ ہو۔کوئی سمندر اور خشکی کا ٹکڑا ایسا نہیں، کوئی گاؤں اور کوئی شہر ایسا نہیں، کوئی ملک ایسا نہیں جہاں پر میرے آقا ﷺ کے ماننے والے موجود نہ ہوں۔

مسلمانوں کو ممتاز کرنے والا اصل رشتہ

وہ سارے کے سارے ہمارے بھائی ہیں۔ہم ان سے محبت کرتے ہیں ایمان کی وجہ سے۔اس لیے کہ میں بھی اس نبی کا ماننے والا جس نبی ﷺ کے ماننے والے وہ ہیں۔اللہ کے ماننے والے تو بہت سارے ہیں کسی نہ کسی انداز میں یہودی بھی اللہ کو مانتے ہیں، عیسائی بھی اللہ کو مانتے ہیں اور سکھ میں اللہ کو مانتے ہیں اور ہندو بھی اللہ کو کسی نہ کسی انداز میں مانتے ہیں لیکن اصل چیز جو ہمیں ممتاز کرتی ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا رشتہ ہے بے شمار انسان ہیں جو اللہ کو تو مانتے ہیں مگر محمد مصطفی ﷺ کو نہیں مانتے۔مگر میں مانتا ہوں اور ایک ارب انسان مانتے ہیں اور جتنے مانتے ہیں وہ سارے کے سارے ہمارے بھائی ہیں، ہماری بہنیں ہیں اور ان میں سے کوئی ہمارا بیٹا ہے اور کوئی ہماری بیٹی ہے اور کوئی ہماری ماں کے درجہ میں ہے سب ہمارے رشتہ دار ہیں۔اگر میں رشتہ کو محسوس نہیں کرتا تو میرے دل میں اس رشتے کی قدر نہیں ہے۔تو سن لیجئے!

اسلامی بھائی چارہ اور اُسکا تقاضا

آج فلسطین میں مسلمان بھائیوں، مسلمان بہنوں، مسلمان بیٹوں، مسلمان

بیٹیوں اور مسلمان بزرگوں پر جو کئی ہفتوں سے بندش ہے اگر اس کا درد
مین اپنے دل میں محسوس نہیں کرتا۔ تو خدا کی قسم! میں مؤمن نہیں ہوسکتا، میں
کامل مؤمن نہیں ہوسکتا۔ مسلمان وہ ہے کہ مغرب کے کسی کونے میں ایک
مسلمان کے سینے میں خنجر گھونپا جاتا ہے، گولی چلائی جاتی ہے تو مشرق کے
آخری کونے میں رہنے والا مسلمان اس کے دل کے درد کو اپنے سینے میں
محسوس کرے۔ وہ یہ سمجھے کہ یہ گولی اس پر نہیں چلی میرے اوپر چلی
ہے۔ تب وہ کامل مسلمان ہوسکتا ہے ورنہ وہ کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ حقیقی
مسلمان ہونا یہ کوئی معمولی چیز نہیں ہے، اس کا خون کوئی معمولی چیز نہیں
ہے۔ اللہ اکبر!

ایک مسلمان کے خون کی عظمت

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر اس دنیا کے رہنے والے سارے کے
سارے انسان بالفرض فرضی طور پر بات کی جارہی ہے مسلمان کے خون کی
عظمت کو دیکھیں فرضی طور پر بات کی جارہی ہے۔ کہ اگر اس دنیا کے رہنے
والے سارے کے سارے انسان ایک مسلمان کے قتل میں شریک ہوجائیں تو
اللہ دنیا میں رہنے والے سارے انسانوں کو دوزخ میں ڈال دے گا۔ ایک
مسلمان کے خون کی اتنی عظمت اور حرمت ہے حجۃ الوداع کے موقع پر
آقا ﷺ نے کیا فرمایا؟ آپ جانتے ہیں۔

مسلمانوں کے دلوں میں پہلے مکہ کی عظمت بٹھائی، ذوالحجہ کے مہینے کی

عظمت بٹھائی اور حج کے دن کی عظمت بٹھائی۔ یاد کرائی، مستحضر کرائی اور اس کے بعد آقا ﷺ نے فرمایا: لوگو!

جس طرح مکۃ المکرمہ حرمت والا، ذوالحجہ کا مہینہ حرمت والا، اور عرفات کا دن حرمت والا اسی طریقے سے ایک مسلمان کا خون بھی حرمت والا ہے اور ایک موقعہ پر آقا ﷺ نے یہاں تک فرمادیا کعبہ کے سامنے کھڑے ہوکر کعبہ سے خطاب کرتے ہوئے اے کعبہ! میں تیری عظمت اور حرمت کو خوب جانتا ہوں لیکن ایک مسلمان کی عظمت اور حرمت تجھ سے بھی زیادہ ہے۔

مجھے یقین ہے ہمارے دل میں جو مساجد کا احترام ہے اور ایمان ابھی کچھ نہ کچھ زندہ ہے کتنے ہی گناہ گار ہی سہی، ایمان زندہ ہے مجھے یقین ہے کہ بالفرض آج معاذ اللہ یہ مسجد گرادی جائے تو ہم سراپا احتجاج بن جائیں گے۔ ہندوستان میں ایک بابری مسجد گرائی گئی۔ تہلکہ مچ گیا، بڑے بڑے جلسے، بڑے جلوس، بڑی تقریریں، بڑے نعرے، بڑی بڑی قراردادیں۔

آپ یہ سوچیے! کہ اگر ہمیں پتا چلے۔ معاذاللہ! یہودیوں نے مسجد حرام کو گرادیا، مسجد نبوی کو گرادیا تو عالم اسلام میں کیا کہرام نہیں مچ جائے گا؟

لیکن آقا ﷺ فرمارہے ہیں۔ کہ مسلمان کے خون کی حرمت مسجد حرام سے بھی زیادہ اور مسجد نبوی سے بھی زیادہ اور کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ جب مسلمانوں کے خون سے زمین رنگین نہ ہوتی ہو۔ کوئی دن نہیں جاتا۔ معصوم بچے، معصوم بچیاں جب ان کا سرتن سے الگ کردیا جاتا ہو۔ آج کی سردی،

ہم ننگے بدن باہر نکلتے ہیں تو چونک جاتے ہیں ہم اپنے چھوٹے بچوں کو باہر نہیں نکلنے دیتے۔

بے انتہا ظلم اور مسلمانوں کی بے حسی

حالانکہ کراچی کی سردی کا تو پتہ ہی نہیں چلتا لیکن اس کے باوجود ہمارا بچہ بغیر کسی گرم لباس کے اس سردی میں باہر نکلے تو ہمارا دل تڑپ جاتا ہے۔لیکن کتنے ہی فلسطینی ایسے ہیں اور کتنے ہی فلسطینی بچیاں ٹھٹھرتی ہوئی سردی کے اندر ٹھٹھرتی ہوئی ہواؤں کے اندر یخ بستہ ہواؤں کے اندر، ان کے جسم پر بنے ہوئے ٹکڑوں کے لباس اور بے چارے پیوند لگا کر پہن رہے ہیں اور عالم اسلام کے وڈیرے ٹس سے مس نہیں ہورہے، منافقت کی انتہاء ہے انتہاء۔

سب سے بدترین گناہ

میں کہتا رہتا ہوں اور کہتا رہوں گا اب بھی کہہ رہا ہوں کہ عالم اسلام کا سب سے بدترین گناہ منافقت ہے۔ نیچے سے اوپر تک مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کے اندر منافقت کی بیماری عام ہوگئی۔

بالخصوص، مسلمانوں کے شیوخ میں، مسلمانوں کے وڈیروں میں، مسلمانوں کے حکمرانوں میں منافقت کی بیماری عام ہوگئی۔ مسلمان عوام کو خوش کرنے کے لئے پر جوش تقریریں بھی کرتے ہیں، اخباری بیانات بھی جاری کرتے ہیں اور اللہ سے زیادہ غیروں سے ڈرتے بھی ہیں اور اللہ سے زیادہ غیروں کو خوش کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔

اب نئے ملکی صدر حلف اٹھانے والے ہیں اور پورے عالم اسلام کے وڈیروں کو دعوت بھی دی جاتی ہے۔ دیکھئے! کیسے خوش آمدانہ انداز میں شرکت کرتے ہیں کوئی ایسا نہیں کہ جسے جرأت ہو۔ اب کیسے کہوں خدا کی قسم! شرم آتی ہے کتنے دن ہو گئے فلسطین پر آگ برستے ہوئے۔ میں نے کل کے اخبار میں دیکھا کہ کسی نے جرأت کی تو ایک کمیونسٹ ملک نے امریکہ کے پڑوسی نے جرأت کی ہے کہ مطالبہ کیا کہ امریکی اور اسرائیلی صدر کو عالمی عدالت میں پیش کیا جائے اور وہ رعائتی نرخ پر ان کو تیل فراہم کر رہا تھا اس کی سپلائی بند کر دی جائے۔

ہماری بے بسی

اگر کوئی عملی قدم اٹھائے بھی تو وہ غیر مسلم ملک ہے ہمارے شہزادوں کو، عربی شہزادوں کو یہ جرأت نہ ہو سکی کہ کوئی عملی قدم اٹھا سکے ہم مجبور ہیں ہمارا اللہ جانتا ہے کہ ہم مجبور ہیں وہ ہماری مجبوری کو جانتا ہے ہم مجبور ہیں ہم عوام تو کچھ نہیں کر سکتے۔

ہم تو اس منبر رسول ﷺ پر بیٹھ کر اس گندے ظلم کے خلاف، اس جارحیت کے خلاف آواز اٹھائیں گے، اٹھا رہے ہیں، دعائیں کیں، کر رہے ہیں، کرتے رہیں گے۔

آپ دیکھیں! دنیا میں حیوانوں کو شکار کرنے کے لئے لائسنس کی ضرورت ہے۔ لیکن فلسطینیوں کا شکار کرنے کے لئے یہودیوں کو کسی لائسنس

کی ضرورت نہیں ہے۔ بے تحاشا ان کا شکار کیا جا رہا ہے، کتوں کے ہسپتال ہیں، بلیوں کے دفتر ہیں، ان کے لئے دوائیاں میسر لیکن جو فلسطینی بچے اور بچیاں زخموں سے چور ہیں نہ ان کے لئے کوئی ہسپتال نہ دفتر اور نہ دوائیں۔

بیداری کی ضرورت

اور پورا عالم اسلام لعنت میں ڈوبا ہوا ہے، عیاشیوں میں ڈوبا ہوا ہے، فحاشی میں ڈوبا ہوا، عریانی میں ڈوبا ہوا، مغربی ترقی میں ڈوبا ہوا۔ کوئی مادی غرض نہیں، کوئی دنیاوی فائدہ نہیں، کوئی خونی رشتہ نہیں۔ محبت کرتا ہے صرف اللہ کے لئے یہ اللہ کا بندہ ہے، یہ مومن ہے کوئی اچھی قیادت اللہ ہمیں نصیب کر دے (آمین) میں تو کبھی تنگ آ کر کہہ دیتا ہوں کہ محمد بن قاسم ہماری قسمت میں نہیں، کوئی حجاج بن یوسف ہی مل جائے وہ بھی ایک مسلمان بیٹی کی ناموس خطرے میں دیکھ کر تڑپ اٹھا تھا ان ستاون ملکوں کے شہزادوں میں تو ایک بھی نہیں اٹھتا۔ اللہ ہمارے گناہ معاف اور اعمال درست فرمائیں اور اللہ ہمیں اچھی قیادت نصیب فرمائیں۔ (آمین)

وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

موجودہ حالات
اور
اسلامی اخوت

ازافادات

داعیٔ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد
فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

- ......مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم
- ......ایمانی اخوت کی اہمیت اور فضیلت
- ......مسلمانوں کے افرادی اور مالی وسائل
- ......افتراق و انتشار کی نحوست اور اس سے بچنے کا راستہ
- ......موجودہ حالات اور ہماری ذمہ داری

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا ۚ
فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰٮهُمَا عَلَى الۡاُخۡرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِىۡ تَبۡغِىۡ حَتّٰى
تَفِىۡٓءَ اِلٰٓى اَمۡرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ
وَاَقۡسِطُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الۡمُقۡسِطِيۡنَ ۝۹ اِنَّمَا الۡمُؤۡمِنُوۡنَ
اِخۡوَةٌ فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَ اَخَوَيۡكُمۡ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ
تُرۡحَمُوۡنَ ۝۱۰

(سورۃ الحجرات آیت ۱۰، ۹، پ ۲۶)

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

ترجمہ: اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں کا ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے پھر اگر رجوع ہو جائے تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو اور انصاف کا خیال رکھو بے شک اللہ تعالیٰ

!انصاف والوں کو پسند کرتا ہے مسلمان تو سب بھائی ہیں سو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اصلاح کر دیا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو تا کہ تم پر رحمت کی جائے۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

یہ سورۂ حجرات کی آیت نمبر ۹، ۱۰ ہے، ان میں سے پہلی آیات کریمہ میں یہ فرمایا گیا کہ مسلمانوں میں سے دو جماعتوں کی آپس میں لڑائی ہو جائے اور قتل و قتال کی نوبت آجائے تو ان کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کرو۔ اصل میں تو یہ خطاب اسلامی حکومت سے ہے، اسلامی مملکت کو چاہئے کہ وہ ان دونوں جماعتوں کے درمیان صلح کرائے جو آپس میں برسر پیکار ہیں۔ اگر وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں تو اچھی بات ہے اور اگر دونوں جماعتیں صلح پر آمادہ نہ ہوں تو وہ باغی شمار ہوں گی اور ان کا حکم وہی ہوگا جو باغیوں کا ہوتا ہے اور اگر ان میں سے ایک جماعت صلح پر آمادہ ہے لیکن دوسری جماعت صلح کے لئے آمادہ نہیں اور ظلم و زیادتی کی مرتکب ہو رہی ہے تم سارے اس کے خلاف مل کے جنگ کرو اور اسے اصلاح پر مجبور کر دو، اگر تمہارے قتال، اسلحہ اور طاقت کے استعمال کرنے سے وہ جماعت صلح پر آمادہ ہو جاتی ہے تو پھر ان کے درمیان عدل کے ساتھ صلح کرنے کی کوشش کرو، ان کے اشکالات دور کرو، محض طاقت اور زور سے کام نہ لو بلکہ دلوں کی رنجش کو دور کرنے کی کوشش کرو تا کہ ہمیشہ کے لئے یہ مسئلہ حل ہو جائے اور دل صاف ہو جائیں، صلح کروانے والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ صلح کروائے کسی کی طرف داری نہ کرے، نہ کسی

پر زیادتی کرے:

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝۹

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

قرآن کریم کا اندازِ ترغیب

آپ جانتے ہیں کہ قرآن صرف قانون کی کتاب نہیں ہے، اگرچہ اس میں قوانین بھی بیان کیے گئے ہیں لیکن قرآن قوانین پر انسان کو عمل پر آمادہ کرنے کیلئے روایتی طریقے اختیار نہیں کرتا بلکہ کچھ اور طریقے اختیار کرتا ہے، صرف یہ نہیں کہ ڈنڈے کی زبان، دھمکی، قید اور سزا سے ڈرایا جائے۔ نہیں! اس کے ساتھ ساتھ قرآن کریم اس طرح کی ترغیبات بھی دیتا ہے کہ "دیکھو انصاف سے کام لینا اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے"۔ اس مقام پر تفاسیر میں ایک سوال اٹھایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان بھی تو اختلافات ہوئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے لشکر کے درمیان اختلاف ہوا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے درمیان بھی اختلاف ہوا تو ان کا کیا حکم ہے؟

مشاجراتِ صحابہ رضی اللہ عنہم

تو یاد رکھئے! جو محتاط اور قابل اعتماد اور مستند سنی علماء ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلافات اور تنازعات، مشاجرات اور جھگڑے ہوئے ہمیں ان کے اندر حاکم نہیں بننا چاہئے کہ کون حق پر اور کون غلطی کر رہا تھا؟ ہمیں یہ فیصلہ کرنے کی ضرورت نہیں اور نہ ہم اس منصب پر

ہیں کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کرسکیں، ان میں سے کسی کے طرز عمل کو قطعی اور یقینی طور پر غلط کہنا یہ بھی جائز نہیں اس لئے کہ ان میں سے ہر ایک اپنے اپنے اجتہاد اور اپنی سوچ کے مطابق درستگی پر تھا۔ یاد رکھئے کہ مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے تو ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر وہ درست اجتہاد کرے تو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر وہ اجتہاد میں غلطی کر جائے تو بھی اسے ایک اجر مل جاتا ہے کہ اس نے اپنی سوچ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضا اور حضور ﷺ کا طریقہ اختیار کرنے کی اور اس پر چلنے کی کوشش کی لیکن اس سے غلطی ہوگئی تو اس کو تب بھی اجر ملے گا۔

مشہور حدیث آپ نے سنی ہوگی کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ تم نے عصر کی نماز جا کر بنو قریظہ میں پڑھنی ہے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چلے بنو قریظہ کے محلے میں پہنچنے سے پہلے نماز عصر کا وقت ہوگیا، اب ان کی دو جماعتیں ہوگئیں، ایک جماعت کا خیال یہ تھا کہ ہمیں عصر کی نماز پڑھ لینی چاہئے۔ کیونکہ حضور ﷺ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ اگر راستہ میں عصر کی نماز کا وقت ہوجائے تو بھی نماز نہ پڑھو بلکہ آپ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جلدی جانے کو کوشش کرو تاکہ تم عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھ سکو۔ لہٰذا ایک جماعت نے تو راستے میں نماز پڑھ لی اور دوسری جماعت نے دیر سے نماز پڑھی لیکن بنو قریظہ کے محلے میں جا کر ہی پڑھی، دونوں جماعتوں نے حضور ﷺ کو ساری صورتحال بتائی تو اللہ کے نبی ﷺ نے ان میں سے کسی کو بھی غلط قرار نہیں دیا اس لئے کہ جس نے جلدی پڑھی اس کا مقصد بھی اپنے نفس کی اتباع

اور اپنی ذاتی آسائش اور راحت و آرام نہیں تھا اور جس نے دیر سے پڑھی اس نے سستی، غفلت یا شیطان کے بہکاوے میں آکر دیر سے نماز نہیں پڑھی، جنہوں نے جلدی پڑھی ان کا مقصد بھی حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل تھا اور جنہوں نے دیر سے پڑھی ان کا مقصد بھی حضور ﷺ حکم کی تعمیل تھا۔

ہم کون ہیں حَکم بننے والے؟

میں اس وقت تفصیل میں نہیں جاؤں گا ورنہ اس پر تفصیلی بات ہو سکتی ہے کہ ان کے درمیان جنگیں کیوں ہوئیں؟ اور کیسے دونوں فریق حق پر تھے، میں اختصار کے ساتھ عرض کر رہا ہوں کہ علماء کرام نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دونوں فریقوں کو ہم حق پر کہیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی یقینی طور پر غلط اور معاذاللہ! باطل پر قرار نہیں دے سکتے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ معاملہ تو اللہ کا ہے ناں! صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہمارا تو کچھ نہیں بگاڑا، میری عزت پر تو انہوں نے کوئی دھبہ نہیں لگایا میرا خون نہیں بہایا، میرے باپ دادا کا خون انہوں نے نہیں بہایا، مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا، ان کا معاملہ تو اللہ کیساتھ تھا اور اللہ نے کہہ دیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ وہ جو کہا جاتا ہے کہ میاں بیوی راضی تو کیا کرے قاضی، تو جب اللہ ان سے راضی ہے تو میں اور آپ کون ہیں ان کے درمیان حَکم بننے والے اور فیصلہ کرنے والے؟ معاذاللہ! ان کے اختلافات کی آڑ میں ان پر کیچڑ اچھالنے والے، اور

ان میں کسی کو غلط اور کسی کو صحیح کہنے والے؟

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی پیاری بات فرمائی، فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان جو لڑائیاں ہوئیں یہ ایسی لڑائیاں تھیں۔ جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم موجود تھے اور ہم غائب تھے، وہ پورے حالات کو جانتے تھے ہم پورے حالات نہیں جانتے! لہٰذا جن باتوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے ہم ان کی پیروی کریں گے اور اگر کسی بات میں اختلاف ہوا تو ہم اس بارے میں سکوت اختیار کریں گے۔

ایک اہم بات

ایک بات ذہن میں بیٹھا لیجئے! کہ قرآن کریم ایک ایسی کتاب ہے جو الحمد کی ہمزہ سے لے کر والناس کی سین تک قطعی، یقینی اور سچی کتاب ہے، اس کی کوئی آیت، کوئی سورت، کوئی رکوع اور کوئی حرف قابل بحث نہیں ہے کہ ہم اس کے بارے میں بحث کرسکیں کہ یہ آیت ضعیف تو نہیں ہے؟ یہ آیت معاذاللہ! موضوع تو نہیں ہے؟ قرآن میں جو کچھ ہے سارا کا سارا قطعی اور یقینی ہے۔

احادیثِ طیبہ سے متعلق

دوسرے نمبر پر احادیث ہیں، احادیث میں آپ جانتے ہیں کہ علماء نے بحث کی ہے کہ کون سی حدیث صحیح ہے، کون سی ضعیف ہے، کون سی موضوع ہے، اور موضوع کا معنی ہے من گھڑت، گویا ایسی احادیث بھی ہوسکتی ہیں جو گھڑی گئی ہیں یاد رکھیئے! کہ یہودیوں اور رافضیوں اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے

دشمنوں نے احادیث کے گھڑنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔اس لئے احادیث پر بحث ہوگی اور کی گئی ہے۔جتنی احادیث آپ کو صحیح ملتی ہیں یقین فرمائیں کہ اس سے زیادہ وہ احادیث ہیں جو یا تو ضعیف ہیں یا موضوع ہیں اور موضوعات پر مستقل کتابیں لکھی گئی ہیں ،یعنی ایسی کتابیں جن میں گڑھی ہوئی احادیث کو جمع کیا گیا ہے۔

تاریخ سے متعلق

تیسرے نمبر پر آجاتی ہے تاریخ،تاریخ کا مقام احادیث سے بھی نیچے ہے،احادیث میں تو پھر بھی بحث ہوئی،محدثین نے راویوں کے حالات پر بحث اور تحقیق کی کہ کون سا راوی کیسا تھا؟اس کا حافظہ اور کردار کیسا تھا؟اس کے معاملات کیسے تھے؟ایک ایک چیز کو واضح کر کے رکھ دیا اور امت کے سامنے بیان کردیا،اس لیے کہا گیا کہ راویوں کے عیوب بیان کرنا یہ کوئی غیبت اور چغلی نہیں ہے بلکہ جائز اور ضروری ہے۔آپ ذرا حدیث کی کتابیں اٹھا کر دیکھیں جب راویوں کے بارے میں بحث ہوتی ہے کسی کے بارے میں لکھا ہوگا "کذاب" بہت بڑا جھوٹ،کسی کے بارے میں لکھا ہوگا "حرام خور تھا" کسی کے بارے میں لکھا ہوگا "بدکار تھا" کسی کے بارے میں لکھا ہوگا کہ "اس کا حافظہ نا قابل اعتماد تھا"۔

لیکن تاریخ میں تو یہ بھی نہیں ہوا کہ تاریخی روایات کو بحث ونقد اور جرح وتعدیل کے بعد قبول کیا گیا ہو اور ہم یہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اختلافات

اور تنازعات سنتے ہیں یہ نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے بلکہ تاریخ ہے۔ لہٰذا تاریخ کو ہم قرآن اور حدیث کا درجہ نہیں دے سکتے۔

قرآن کریم کی روشنی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام

ہمارے لئے سب سے پہلی حیثیت قرآن کو حاصل ہے اور اللہ نے قرآن میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بارے میں کہہ دیا:

اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (سورۃ الفتح آیت ۲۹، پ ۲۶)

وہ کافروں کے مقابلے میں بہت سخت ہیں اور آپس میں بڑے مہربان ہیں:

سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ط

ان کے چہرے پر سجدے کے نشانات اور خشوع وخضوع کے آثار تھے۔

(سورۃ الفتح آیت ۲۹، پ ۲۶)

اس طرح کتنی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف بیان کی ہے۔ لہٰذا ہم میں سے کسی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اس بحث میں پڑے اور اس کا فائدہ بھی کچھ نہیں سوائے اس کے کہ ہم اپنے ایمان کو خراب کریں ظاہر ہے کہ بے ادبی ہوگی تو ایمان ضائع جائے گا۔

مومن بھائی بھائی ہیں

تو پہلی آیت کریمہ کی مختصر تشریح تو یہ تھی جو میں نے عرض کر دی۔ دوسری آیت کریمہ آیت نمبر ۱۰ ہے اس میں فرمایا:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (سورۃ الحجرات آیت ۱۰، پ ۲۶)

ایمان والے سارے کے سارے بھائی ہیں۔

لہٰذا دو مسلمانوں کے درمیان کبھی کوئی اختلاف ہو جائے تو صلح کروا دیا کرو! یہ بات توجہ سے سن لیں کہ دو مسلمانوں کے درمیان صلح کروانے کی اتنی اہمیت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صلح کرانے کے لئے جھوٹ بولنا بھی جائز ہے وہ جھوٹ یہ ہے کہ ذو معنی الفاظ استعمال کیے جائیں مثلاً ایک سے کہہ دیا یار! وہ تمہیں بڑا یاد کر رہا تھا دوسرے سے کہہ دیا کہ وہ تم سے بڑی محبت کرتا ہے۔ دو مسلمانوں کے درمیان لڑائی کروانا سب سے بڑا گناہ ہے اور دو مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا یہ بہت بڑی نیکی ہے اور آگے فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (سورۃ الحجرات آیت: ۱۰ پ: ۲۶)

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔

معلوم ہوا کہ جو مسلمانوں کے درمیان صلح کرنے کی کوشش کرے گا اور اللہ سے ڈرے گا وہ اللہ کی رحمت کا حق دار ہے۔

موجودہ حالات اور ایمانی اخوت

اس آیت کریمہ کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے اور آج کے جس موضوع کا اعلان کیا گیا کہ "موجودہ حالات اور ایمانی اخوت" اسے واضح کرنے کی کوشش کریں گے، یاد رکھیئے! کہ اسلام سے قبل یا تو نسبتی اخوت تھی یا قبائلی، آج بھی یہی ہے ایک تو نسب کا بھائی ہوتا ہے اور ایک قبیلے یا قوم کا فرد ہوتا ہے اسے بھی بھائی سمجھا جاتا ہے، یہ نظریہ قرآن کے منافی نہیں ہے، دیکھئے اللہ نے جگہ جگہ

قرآن میں: وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا۔ فرمایا کہ ان کی طرف ان کے بھائی کو بھیجا، قوم عاد تو کافر لیکن ہود علیہ السلام مسلمان اور اللہ کے نبی لیکن اللہ نے انہیں قوم کا بھائی کہا۔ اسی طرح فرمایا: وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاھُمْ صٰلِحًا قوم ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا۔ یوں مختلف انبیاء کرام علیہ السلام کے بارے میں فرمایا گیا کہ وہ نبی اپنے قبیلے اور قوم کے بھائی تھے۔

ایمانی بھائی کا تصور

لیکن اسلام سے قبل ایمانی بھائی کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ایمانی بھائی کا تصور قرآن اور صاحب قرآن حضرت محمد ﷺ نے دیا۔ چنانچہ قرآن نے بار بار اس کا ذکر کیا کہ ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ دیکھئے! ایک شخص وہ ابھی کچھ دیر پہلے یہودی تھا عیسائی تھا، مجوسی تھا اور ہمارا اس سے کوئی رشتہ ناطہ اور تعلق نہیں تھا اس نے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھا تو وہ ہمارا بھائی بن گیا، حبشہ میں نجاشی رہتا ہے اور وہ ایمان قبول کر لیتا ہے اور انتقال کرتا ہے نہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو دیکھا، نہ ہی حضور اکرم ﷺ نے اس کو دیکھا، نہ اس نے مدینہ دیکھا نہ مکہ دیکھا، ملاقات نہیں ہوئی، درمیان میں بہت بڑا فاصلہ ہے جغرافیائی بُعد ہے۔ لیکن اللہ کے نبی ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں کہ تمہارے بھائی کا انتقال ہو گیا ہے اس کی نماز جنازہ پڑھو اس لئے کہ وہاں پر اس کا جنازہ پڑھنے والا کوئی نہیں۔

دنیا کے آخری کونے میں ایک شخص رہتا ہے لیکن وہ کلمہ پڑھتا ہے۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ تو قرآن کہتا ہے کہ وہ تمہارا بھائی ہے۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا

(سورۃ آل عمران آیت ۱۰۳، پ ۴)

اللہ کے احسان کو یاد کرو جب تم آپس میں دشمن تھے اللہ نے تمہارے دلوں میں محبت ڈال دی اور تم اللہ کے فضل وکرم سے بھائی بھائی بن گئے۔

خون کے پیاسے تھے لیکن ایمان کی برکت سے اللہ نے تمہیں آپس میں بھائی بھائی بنا دیا۔

ایک تیسری آیت میں اللہ نے یہ دعا سکھائی کہ:

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ

(سورۃ الحشر آیت ۱۰، پ ۲۸)

اے اللہ! ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جا چکے ہیں۔

ان ایمان والے بھائیوں کے لئے بھی دعا کیا کرو اور یہ کہا کرو:

وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝١٠

اے اللہ! ہمارے دلوں میں کسی بھی مسلمان کا کینہ پیدا نہ فرما تو بڑا شفقت کرنے والا بڑا مہربان ہے۔ (سورۃ الحشر آیت ۱۰، پ ۲۸)

تو قرآن نے بار بار یہ تصور دیا کہ جو ایمان والا ہے وہ تمہارا بھائی ہے۔

تم بھائی بھائی ہو

پھر حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو، انداز بدل بدل کر ذہن سازی کی گئی، آپ ﷺ نے مختلف و بے شمار مواقع پر یہ بات فرمائی کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: أُنْصُرْ أَخَاكَ ظَالِمًا أَوْ مَظْلُوْمًا تم اپنے بھائی کی مدد کرو اگر چہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، عرض کیا اللہ کے نبی ﷺ! اگر مظلوم ہے تو ہم اس کی مدد کر سکتے ہیں لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: تم اس کا ہاتھ پکڑ و اس کو ظلم سے روکو، یہ اس کی مدد ہے اس میں آپ ﷺ نے مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا۔

اللہ کا محبوب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ایک شخص ایک بستی سے دوسری بستی کی طرف جا رہا تھا، اللہ نے فرشتے کو بھیجا کہ جاؤ، اس سے پوچھو کس مقصد سے جا رہے ہو؟ اس نے کہا کہ دوسری بستی میں میرا ایک مسلمان بھائی رہتا ہے میں اس کی زیارت کے لئے جا رہا ہوں۔ پوچھا کیا اس نے تم پر کوئی احسان کیا ہے؟ کہا کوئی احسان نہیں کیا وہ بھی مومن، میں بھی مومن صرف اسکی زیارت کے لئے جا رہا ہوں اور میں اللہ کی رضا کے لئے اس سے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے کہا کہ مجھے اللہ نے تیری طرف نمائندہ بنا کر بھیجا ہے کہ جب میرا یہ بندہ کہے کہ میں اس سے

اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں تو میرے بندے سے کہہ دینا کہ میں اللہ بھی تجھ سے محبت کرتا ہوں جیسے تم دوسرے مسلمان بھائی سے محبت کرتے ہو، جب تمہارا مقصد صرف ایک مسلمان کی زیارت ہے اور اس سے محبت کا اظہار ہے تو تم اللہ کے محبوب بن گئے، اللہ تم سے پیار کرتا ہے۔

آپس کے بغض کا بہت بڑا نقصان

ایک تیسری روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا پیر اور جمعرات کے دن مسلمانوں کے اعمال اللہ کے حضور پیش کیے جاتے ہیں پھر ان بندوں کی مغفرت کی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے والے نہیں ہوتے۔ لیکن وہ دو مسلمان بھائی (یہاں بھی بھائی کا لفظ ہے) جن کے دلوں میں آپس میں بغض ہوتا ہے اللہ فرماتے ہیں کہ ان کی مغفرت نہ کرو:

اُنْظُرُوْا حَتّٰی یُصْلِحَا، اُنْظُرُوْا حَتّٰی یُصْلِحَا، اُنْظُرُوْا حَتّٰی یُصْلِحَا

(تین دفعہ فرمایا) جب تک یہ آپس میں صلح نہیں کر لیتے نامہ اعمال میں ان کی مغفرت نہ لکھو۔

ایک چوتھی روایت بھی سن لیجئے! حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلْمُسْلِمُ اَخُو الْمُسْلِمِ (مسلمان مسلمان کا بھائی ہے۔)

نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور آگے فرمایا جو اپنے مسلمان بھائی

کی حاجت پوری کرنے میں مصروف ہوتا ہے اللہ پاک اس کی ضروریات پوری کرنے کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں اور یہ جو اپنے مسلمان بھائی کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے اللہ پاک اس کے عیبوں پر پردہ ڈالتا ہے۔

تین دن سے زیادہ قطع کلامی کا حکم

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لَا یَحِلُّ لِرَجُلٍ اَنْ یَّھْجُرَ اَخَاہُ فَوْقَ ثَلٰثِ لَیَالٍ

کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے اور اس سے قطع کلامی کرے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بے مثال بھائی چارگی

اس سلسلے میں بے شمار احادیث ہیں ساری احادیث ایک مجلس میں بیان کرنا ممکن نہیں، بتانا یہ چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے انداز بدل بدل کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں یہ بات بٹھا دی کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو اور واقعی یہ بات ان کے دلوں میں بیٹھ گئی۔آپ دیکھیں کہ ان کی نسل مختلف، نسب مختلف، زبان مختلف، معاشی حیثیت مختلف، ایک امیر ہے دوسرا غریب، ایک کالا ہے، دوسرا گورا، ایک عجمی ہے دوسرا عربی، ایک اونچے قبیلے سے تعلق رکھتا ہے دوسرا بظاہر ادنیٰ قبیلے سے تعلق رکھتا ہے لیکن جب کوئی ایمان قبول کرلیتا تھا تو وہ آپس میں بھائی بھائی بن جاتے تھے۔

ذرا غور کیجئے! حضرت سلمان فارسی ہیں، حضرت بلال، حبشی ہیں،

حضرت صہیب، رومی ہیں، حضرت ابو سفیان، اموی ہیں، حضرت عدی، طائی ہیں (رضی اللہ عنہم) لیکن جتنے بھی تھے وہ سارے کے سارے آپس میں بھائی بھائی تھے اور ایسے بھائی کہ بعض اوقات خود بھوکے رہ کر دوسرے کو کھلاتے تھے اور خود پیاسے رہ کر دوسرے کو پلاتے تھے۔

ایثار وقربانی

آپ نے یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ایک مرتبہ کوئی مہمان تشریف لائے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کے گھروں سے پچھوایا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ جواب آیا کہ آج تو کچھ بھی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا تم میں سے کوئی میرے مہمان کی مہمان نوازی کے لئے آمادہ ہے؟ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے پیشکش کی "حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میں تیار ہوں" گھر لے گئے، اہلیہ سے پوچھا کچھ ہے؟ اس نے کہا بچوں کے لئے کچھ بچا کر رکھا ہوا ہے اس کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، فرمانے لگے بچوں کو کسی طرح بہلا پھسلا کر سلا دو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے میرا مسلمان بھائی ہے، مسافر ہے، بھوکا ہے اس کو کھلانا ضروری ہے چنانچہ چراغ ٹھیک کرنے کے بہانے سے بجھا دیا گیا اور دستر خوان بچھا دیا گیا اس لئے کہ وہ دور ایسا تھا کہ مہمان میزبان کے بغیر کھاتے بھی نہ تھے انہیں خیال ہوا کہ چراغ جلتا رہا تو یہ ہمارے بغیر کھائیں گے بھی نہیں، لہٰذا دستر خوان جب بچھایا گیا تو دونوں میاں بیوی منہ تو ہلاتے رہے لیکن کھایا کچھ بھی نہیں تھا تاکہ دوسرا مسلمان

بھائی پیٹ بھر کر کھالے، یہ عمل رات کی تاریکی اور سناٹے میں ہوا، اللہ کے سوا کوئی بھی دیکھنے والا نہیں تھا، اللہ تعالیٰ دیکھ رہے تھے کہ میرا مسلمان بندہ میری مسلمان بندی ایک مسلمان کا پیٹ بھرنے کیلئے اپنے آپ کو بھوکا رکھ رہے ہیں، اللہ نے قرآن کریم میں اس کا ذکر فرمایا:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۛ

(سورۃ الحشر آیت ۹، پ ۲۸)

میرے نبی کے صحابہ ایسے ہیں کہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اگرچہ خود بھوکا رہنا پڑ جائے۔

جنگ یرموک کا مشہور واقعہ ہے حضرت ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خیال ہوا کہ جنگ میں اپنے چچازاد بھائی کی خبر لوں میں احتیاطاً پانی کا ایک مشکیزہ ساتھ لیتا ہوا چلا، جب میدان میں پہنچا تو میرے بھائی زخموں سے چور، جان کنی کے عالم میں لیٹے ہوئے تھے میں نے پوچھا کیا آپ کو پانی کی ضرورت ہے؟ کہنے لگے ہاں! میں انہیں پانی پلانے لگا تو قریب ہی حضرت ہشام بن عاص رضی اللہ عنہ تھے وہ بھی زخموں سے چور تھے ان کی زبان سے نکلا "پانی" میرے بھائی نے اشارہ کیا کہ پہلے ادھر یعنی پہلے انہیں پانی پلادو! میں ہشام کے پاس پہنچا تو قریب میں ایک اور زخمی زخموں سے چور تھا اس نے کہا "پانی" تو ہشام نے تیسرے کی طرف اشارہ کردیا، میں جب اس کے پاس پہنچا تو وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو چکا تھا، میں واپس پلٹا تو حضرت ہشام رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو چکے تھے اور میں اپنے

بھائی کے پاس پہنچا تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے اور اللہ کے حضور جان کا نذرانہ پیش کر چکے تھے۔

ایمانی اخوت اور توکل کا حقیقی مفہوم

میرے بزرگو اور دوستو!

اس اسلامی اخوت اور بھائی چارہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بڑی طاقت عطا کر دی، دو چیزیں ان کی طاقت کا بنیادی سرچشمہ تھیں، ایک ایمان، دوسرا اتحاد۔ میں یہ نہیں کہتا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلحہ کی کوئی پرواہ نہیں کرتے تھے، حتی الامکان جو ان کی طاقت میں تھا اسلحہ فراہم کرنے کی کوشش کرتے تھے اور توکل کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ اسباب کو اختیار نہ کیا جائے، توکل کا مفہوم یہ ہے کہ اسباب کو اختیار کرنے کے بعد نتیجہ مسبب الاسباب پر چھوڑ دیا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی چودہ پندرہ سال کی محنت کا جو ثمرہ تھا یعنی تین سو تیرہ صحابہؓ انہیں لے کر بدر میں آگئے جو سواریاں ملیں وہ بھی لے آئے، جو تلواریں ملیں وہ بھی اپنے ساتھ لے آئے، وہ تھوڑا تھا یا زیادہ، جو کچھ میسر آیا وہ لے آئے اور لانے کے بعد صف بندی بھی کر دی، اور جو جنگی صورتحال تھی اسے بھی نظر میں رکھا لیکن اس کے بعد بھی آپ عریش میں تشریف لائے اور اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور ہاتھ اٹھا لئے کہ اے اللہ! میں نے اپنے چودہ پندرہ سال کی محنت تیرے دین کے لئے آج بدر میں لا کر کھڑی کر دی ہے یا اللہ! جو ہمارے بس میں تھا وہ ہم نے کر دیا اب نتیجہ

تیرے ہاتھ میں ہے لیکن اے اللہ! اگر یہ جماعت یہاں ہلاک ہو گئی تو دنیا میں تیرا نام لینے والا کوئی اور نہ ہوگا۔

یہ ہے توکل کہ جتنے بھی جائز اسباب فراہم ہو سکتے تھے وہ اختیار کئے لیکن اس کے بعد اللہ کے حضور ہاتھ اٹھائے دعا کی اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیا۔ لیکن بنیادی سرچشمہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طاقت کا ایمان اور ایمانی اخوت ہی تھا۔

کون سا ایمان مطلوب ہے؟

میرے بزرگو اور دوستو!

آج یہ دونوں چیزیں ہمارے اندر سے جاتی رہی ہیں ایمان بھی جاتا رہا، ایمانی اخوت بھی جاتی رہی، بار بار عرض کر رہا ہوں معاذ اللہ! میں کسی پر کفر کا فتویٰ نہیں لگا رہا، میں اس ایمان کی بات کر رہا ہوں جو ایمان دل میں نور پیدا کرتا ہے، وہ ایمان جو اللہ کی اطاعت پر مجبور کرتا ہے، وہ ایمان جو گناہوں سے روک دیتا ہے، وہ ایمان جو دل سے اللہ کے سوا ہر کسی کی محبت اور ہر کسی کا خوف نکال دیتا ہے، وہ ایمان جو انسان کو سچ بولنے پر آمادہ کرتا ہے، وہ ایمان جو عدل و انصاف پر آمادہ کرتا ہے، وہ ایمان جو انسان کو ظلم، جھوٹ، خیانت اور فراڈ سے روکتا ہے۔ میں اس ایمان کی بات کر رہا ہوں وہ ایمان ہمارے اندر نہیں رہا اور ایمانی اخوت بھی نہیں رہی۔ عالمی سطح پر ایک اللہ کے لئے محبت اور بھائی چارہ کی بات تو بعد میں کریں گے، پہلے ہم آپس میں یہ دیکھیں کہ ہمارے درمیان کتنی اخوت رہ گئی، کتنی محبت رہ گئی؟

اپنی آنکھوں سے دیکھا جارہا ہے کہ سگے بھائی ہیں ایک ماں باپ کے بیٹے ہیں لیکن دلوں میں حسد، کینہ، نفرت اور دشمنی بھری ہوئی ہے، مال و دولت کی محبت دلوں پر ایسی چھا گئی کہ سارے رشتے ماند پڑ گئے ہیں، گھروں میں محبت اور ایمانی اخوت نہیں رہی، محلوں میں نہیں، شہروں میں نہیں، ملکوں میں نہیں۔

جیسے اعمال ویسے عمال

یاد رکھئے! افراد ہی سے تو معاشرہ بنتا ہے، قطروں ہی سے تو دریا بنتا ہے جب ہم درست ہوں گے تو ہمارا معاشرہ بھی درست ہوگا اور ہمارے حکمران بھی درست ہوں گے، یہ تو ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

اَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ

تمہارے اعمال ہی تمہارے حکمران بنتے ہیں جیسے تم ہوگے ویسے تمہارے حکمران ہوں گے۔

ہم چاہتے ہیں کہ ہم ہوں تو چور، ڈاکو، فاسق، فاجر، شرابی، بے نمازی، اللہ کے حکموں کو توڑنے والے اور ہمارے حکمران ہوں ابوبکر صدیق، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم جیسے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور ہم تو ہوں گناہوں میں ڈوبے ہوئے اور اللہ کے فرشتے ہماری نصرت کے لئے اتریں اور وہ ہمارے قدموں تلے پر بچھائیں۔ تو جیسے ہم ویسے ہمارے حکمران، جیسے اعمال ویسے عمال۔

میں کیسے کہوں، واللہ! دل دکھتا ہے کتنی ہی جماعتیں ہیں جن کے اندر محبت نہیں ہے، اخوت نہیں، پیار نہیں، اعتماد نہیں، جماعتوں کے اندر لڑائیاں

اور جھگڑے! اور میں سیاسی اور بے مذہب جماعتوں کی بات نہیں کر رہا مذہبی جماعتوں کی بات کر رہا ہوں، تقسیم در تقسیم کا سلسلہ جاری ہے۔

اہل پاکستان پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی انعامات

بین الاقوامی سطح دیکھئے کہ مسلمانوں کو اللہ نے کتنا نوازا ہے، افرادی اعتبار سے دیکھیں تو مسلمانوں کی تعداد دنیا میں ۱۰۰ ارب سے زیادہ ہے، معاشی اعتبار سے دیکھیں تو پیٹرول کے دریا ان کے پاس، معدنیات کی کانیں ان کے پاس، سونے کے پہاڑ ان کے پاس، دنیا کے بہترین ساحل ان کے پاس۔

میں تو کبھی کبھی دنگ رہ جاتا ہوں کہ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کو کتنی مادی نعمتیں عطا کی ہیں، جہاں جہاں مسلمان ہیں وہاں وہاں پیٹرول ہے۔ معدنیات ہیں، خزانے ہیں، سمندر کے اندر خزانے، زمین کے اندر خزانے، دنیا کے بہترین زرخیز ممالک ہمارے پاس ہیں، واللہ! دوسرے ممالک کو تو چھوڑیں خود پاکستان کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جو اللہ تعالیٰ نے بار بار فرمایا ہے: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ تو ایسے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ سوال ہم پاکستانیوں ہی سے کیا گیا ہے، ظاہر ہے اللہ کا کلام تو سارے ملکوں اور سارے انسانوں کے لئے ہے لیکن ہمیں اللہ نے جتنا نواز رکھا ہے اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے کہ اللہ ہم سے سوال کر رہا ہے اے پاکستان والو! تم میری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے، اس چھوٹی سی سورت (رحمٰن) میں اللہ نے ۳۱ بار

مرتبہ سوال دہرایا ہے، میں پہلے سوچتا تھا کہ یہ ۳۱ بار کیوں کہا؟ لیکن جب کچھ شعور آیا اور سمجھ آئی تو میرے دل نے کہا اے اللہ! تجھے ۳۱ بار نہیں ۳۱ لاکھ مرتبہ پوچھنا چاہئے: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ ارے! تم میری کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ اللہ پورے قرآن میں یہی آیت درج کر دیتا ہے تو اس کا حق تھا کیونکہ واقعتاً اس کے انعامات ہم پر بے پناہ ہیں: فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبَانِ۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اللہ نے ہر اعتبار سے مسلمانوں کو نوازا ہے، انفرادی طاقت کے اعتبار سے بھی، معاشی اعتبار سے بھی، معدنیات کے اعتبار سے بھی، پٹرول کے اعتبار سے بھی اور پوری دُنیا کے سمندروں کا آپ جائزہ لیں اللہ کی شان! جہاں جہاں مسلمان آباد ہیں وہاں وہاں دنیا کے بہترین ساحل ہیں۔ یورپ والوں کو ایسے قیمتی ساحل کہاں میسر ہیں؟

ہمارے بزرگوں کی قربانیاں

بے شک یہ اللہ کی رحمت ہے، اللہ کی نعمت ہے اور اللہ کا فضل ہے مگر یاد رکھیں یہ ہمارے بزرگوں کی محنت ہے، ہمارے اسلاف کی قربانیاں ہیں، جیسے کولمبس اور دوسرے عیسائی دنیا کے بہترین خطے تلاش کرتے پھرتے تھے، ہمارے اسلاف اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے ایسی جگہوں پر پہنچتے تھے، نہ معلوم اس کراچی کے ساحل پر کون سے اللہ والے آئیں ہونگے اور یہاں رہنے والے کافروں کو انہوں نے کلمہ پڑھایا ہوگا ہم تو ان کی محنت کا پھل کھا رہے ہیں۔

ایمانی اخوت باقی نہیں رہی

اللہ نے مسلمانوں کو ہر اعتبار سے نوازا لیکن انہوں نے اللہ کی نعمتوں کی قدر نہیں کی، انہوں نے ان نعمتوں کو عیاشی اور فحاشی میں اڑا دیا مگر اپنے کمزور اور مظلوم مسلمان بھائیوں کے لئے ان نعمتوں کو استعمال نہ کیا، وجہ وہی ہے جو عرض کر چکا ہوں کہ ایمان بھی نہ رہا اور ایمانی اخوت بھی باقی نہیں رہی، ہمارے پڑوسی ملک افغانستان میں ہزاروں ٹن بارود گرایا گیا، مسلمان بھائیوں اور بہنوں کے چیتھڑے اڑائے گئے اور ساری دنیا کے مسلمان دیکھتے رہ گئے۔ درندگی کا یہ کھیل اب عراق میں بھی کھیلا جا رہا ہے آپ جانتے ہیں عراق پر بمباری تو اب ہوئی ہے لیکن سن ۹۱ میں بھی حملہ ہو چکا ہے اور گیارہ سال سے عراق پابندیوں کا شکار ہے جس کی وجہ سے وہاں کے رہنے والوں کو صاف پانی بھی میسر نہیں تھا، وہاں کا پانی جو صاف کر کے پیتے تھے اور اس میں جو خاص قسم کا کیمیکل ڈالا جاتا تھا اس کیمیکل پر بھی پابندی لگا رکھی تھی، گندہ پانی پیتے رہے اور عراقیوں کے پڑوس میں عرب شیوخ دنیا کے بہترین چشموں کا پانی منگوا کر پیتے رہے۔ ایمانی اخوت تو اس کی اجازت نہیں دیتی، اللہ کا نبی تو کہتا ہے تم مومن نہیں ہو سکتے اگر تم نے پیٹ بھر کر کھا لیا اور تمہارا پڑوسی بھوکا رہا۔

آج مسلمان نہتا رہ گیا

۹۱ء میں عراق پر جو بمباری ہوئی تو کہا جاتا ہے کہ ڈھائی ہزار

طیاروں نے حملہ کیا چونتیس کافر ممالک نے مل کو حملہ کیا لیکن چھپن اسلامی ممالک میں سے کسی ایک کو بھی جرات نہ ہوئی اپنے ایک بھائی کیساتھ تعاون کرنے کی اور آج نہ انہوں نے بغداد کو بخشا، نہ کربلا کو، نہ نجف اشرف کو، نہ بصرہ کو، نہ کوفہ کو، نہ موصل کو، نہ کرکوک کو، نہ ام قصر کو۔ کوئی شہر اور کوئی قصبہ اور کوئی گاؤں اور کوئی شاہراہ ایسی نہیں جہاں پر لاشیں بکھری نہ ہوں، اخبار میں تصویریں چھپ رہی ہیں امریکی مسلمانوں کی لاشوں کو ٹھڈے مار رہے ہیں، ان کی کھوپڑیوں سے کھیل رہے ہیں کوئی دیوار ایسی نہیں جس پر ان لوگوں کا خون نہ ہو، یہ وہ لوگ ہیں جن کی زبانوں پر کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ تھا۔ بہت سے لوگ ہماری ان باتوں کا غلط مطلب لیتے ہیں کہ مولوی صدام کی حمایت کر رہے ہیں ہم صدام کی حمایت نہیں کر رہے بلکہ ان لوگوں کی حمایت کر رہے ہیں جو ہمارے ہم مذہب ہیں، جن کی زبانوں پر وہی کلمہ تھا جو ہماری زبانوں پر ہے، جو اسی اللہ کو مانتے تھے جس اللہ کو ہم مانتے ہیں، اور جو اسی رسول پر ایمان رکھتے ہیں جس رسول پر ہمارا ایمان ہے، اور جو اسی کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں جس کی طرف ہم منہ کر کے نماز پڑھتے ہیں۔

ہمارے کرنے کا کام

میرے بزرگو اور دوستو! عرض کروں گا کہ مجھے غلط کہہ لیں یا صحیح کہہ لیں مگر میری عادت یہ ہے کہ میں ایسی جوشیلی تقریریں اور بھڑکیلی باتیں

کرنے کا عادی نہیں ہوں ایسی باتیں جن کا عمل کیساتھ کوئی تعلق نہ ہو، یہاں بیٹھا میں خواہ مخواہ امریکا کے خلاف تقریریں کرتا رہوں بش اور ٹونی کو چیلنج دیتا رہوں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں، ایسی تقریروں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا میں تو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ سوچیے! ہم کیا کر سکتے ہیں؟ ہمیں ان آیتوں پر عمل کرنے کا کیسے موقع مل سکتا ہے؟ نہ ہم پرویز کو بدل سکتے ہیں نہ فہد کو، نہ ہی دوسرے مسلمان حکمرانوں کو بدل سکتے ہیں۔ لیکن میں اور آپ اپنے آپ کو بدل سکتے ہیں ہم اپنے اندر تو ایمانی قوت قائم کر سکتے ہیں اپنے گھروں کے اندر، اپنے محلے کے اندر، اپنے معاشرے کے اندر، اپنی جماعت کے اندر محبت اور تعاون کی فضا پیدا کر سکتے ہیں، اپنے ساتھیوں کے ساتھ آپ محبت کریں تو اللہ کے لئے محبت ہو، ہر مسلمان کے ساتھ محبت ہو، جہاں تک آپ مسلمان کے دکھ درد میں شریک ہو سکتے ہیں شریک ہونے کی کوشش کریں تاکہ قرآن کے احکام پر کچھ تو عمل ہو جائے، بالکل کورے تو نہ رہیں۔ یہ اچھی اچھی باتیں صرف کتابوں تک محدود نہ رہ جائیں اللہ پاک سے دعا ہے، اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو حقیقی ایمان نصیب فرمائے اور حقیقی ایمانی اخوت وقوت بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قومیت کا اسلامی تصور

ازافادات

داعئ قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞ ...... پہلے کے بادشاہوں میں قومیت کا تصور۔

۞ ...... اسلام کی آمد سے قبل لوگوں کی حالتِ زار۔

۞ ...... قرآن و حدیث کی روشنی میں عصبیت کی کیا حیثیت ہے؟

۞ ...... اسلام کی نظر میں معیارِ فضیلت کیا ہے؟

۞ ...... کیا خاندانی محبت، عصبیت میں داخل ہے؟

۞ ...... رشتہ داری کا مقام اور اسکے حقوق۔

۞ ...... دشمن کی سازشیں اور ان سے بچاؤ کے کیا طریقے ہیں؟

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ:

فَأَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ﴿۱۳﴾ (سورۃالحجرات ۲۶،پ ۱۳)

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ

میرے اسلامی بھائیو اور بہنو!

آج کی نشست کا موضوع ہے: ''قومیت کا اسلامی تصور'' عام طور پر قومیت کے چار اسباب ہوتے ہیں:

۱:......نسل ۲:......رنگ

۳:......زبان ۴:......وطن

بعض لوگ نسل کی بناء پر قومیت کی بیماری میں مبتلا ہو جاتے ہیں، بعض

رنگ اور زبان کی بناء پر اور بعض وطن کی بناء پر اس بیماری میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جاہلیت خواہ وہ جاہلیتِ قدیمہ ہو یا جاہلیتِ جدیدہ جہاں جہالت ہوگی وہاں قومیت پرستی ہوگی۔

جاہل کا چار چیزوں پر فخر

جہالت زدہ انسان ان چار چیزوں پر فخر کرتے ہیں۔

اپنی نسل پر، اپنے رنگ پر، اپنی زبان پر اور اپنے وطن پر۔

تاریخ کا مطالعہ کریں تو ہمیں بے شمار ایسے افراد اور جماعتیں ملیں گی جن کا دعویٰ یہ تھا کہ ہم دوسرے انسانوں سے اعلیٰ اور افضل ہیں ہماری نسل دوسروں سے اعلیٰ ہے، مصر کے جو فرعون تھے انہوں نے عوام کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا رکھی تھی کہ ہم سورج دیوتا کے اوتار ہیں۔

ہندوستان کے بعض خاندان ایسے تھے جو اپنا تعلق سورج اور چاند سے جوڑتے تھے اس لیے بعض اپنے آپ کو سورج بنسی اور بعض چندر بنسی کہلواتے تھے۔

ہندوؤں کے چار گروپ

یہ تقسیم شروع سے چلی آرہی ہے کہ وہ ایک ہی مذہب کے پیروکاروں یعنی ہندوؤں کو چار گرویوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱)...... برہمن جو عام طور پر مذہبی رہنما بنتے ہیں۔

۲)...... چھتری، یہ فوجی اور سپاہی بنتے ہیں۔

۳)......ویش، یہ تجارت اور کاشتکاری سے منسلک ہوتے ہیں۔
۴)......شودر ان کو خدمت کے لئے مخصوص سمجھا جاتا ہے۔

اور ہندوؤں میں نسلی اعتبار سے سب سے اعلیٰ برہمن اور سب سے گھٹیا شودر سمجھے جاتے ہیں برہمن کے بارے میں تصور یہ ہے کہ وہ کتنا ہی ظالم اور لٹیرا کیوں نہ ہو وہ نجات یافتہ ہے کیونکہ اس کا تعلق اعلیٰ نسل سے ہے وہ محصول اور ٹیکس سے مستثنیٰ ہے۔ وہ سزائے موت کا مستحق نہیں ہوسکتا ہے۔

اور شودر کے بارے میں یہ نظریہ تھا کہ شودر برہمن کے پاس نہیں بیٹھ سکتا، ہندو ہوتے ہوئے بھی اپنی مذہبی کتابوں کو ہاتھ نہیں لگاسکتا اور مال جمع نہیں کرسکتا۔

بادشاہوں میں قومیت کا تصور

ایرانی بادشاہوں میں بھی قومیت کا تصور پایا جاتا تھا۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہماری رگوں میں خدائی خون دوڑتا ہے گویا معاذ اللہ یہ باور کروانے کی کوشش کرتے تھے کہ ہم انسانی نسل کے نہیں بلکہ خدائی نسل کے لوگ ہیں۔

چینی بادشاہ اپنے آپ کو آسمان کا بیٹا کہتے تھے۔ یہودی مذہب کی بنیاد بھی نسل پرستی پر ہے، اسی لیے وہ ایک مخصوص طبقہ یعنی ''بنی اسرائیل'' کا مذہب ہے جس میں کسی دوسرے کا دخول ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پورے عالم میں کہیں بھی یہودیت کی دعوت نہیں دیجاتی اسی لیے یہودیت کو دعوتی اور تبلیغی مذہب نہیں کہا جاسکتا۔

جرمنی کے نازیوں کے ذہنوں میں ہٹلر نے یہ بات بٹھادی کہ تم سب

سے برتر ہو اس لیے کہ تمہاری نسل سب سے اعلیٰ ہے۔

عرب اس بیماری میں گھرے ہوئے تھے اور قریش عرب میں اپنے آپ کو سب سے افضل گردانتے تھے۔

اسلام سے قبل

حد تو یہ کہ اسلام سے قبل ہر قوم ایک نسلی خدا کی پرستار تھی، پورے جزیرۂ عرب کے مشرکوں میں ہر قبیلے کا خدا الگ تھا۔ گویا خدا کی حیثیت ایک قومی خدا کی تھی اور مشرکین کو چھوڑیئے، یہود جیسی موحد قوم بھی خدا کو ''خدائے کائنات'' ماننے کی واضح طور پر قائل نہ تھی۔

قرآن نے ''خدائی اور بڑائی'' کے ان غلط تصورات کی تردید کی۔

سورۃ الفاتحہ میں ربّ العالمین فرما کر بتلا دیا کہ پوری کائنات میں پالنہار اور متصرف و قادر مطلق صرف خدا کی ذات ہے......

جو دن لا کر رات کی تاریکی غائب کر دیتا ہے......

دن کی چمک کو رات کی سیاہی میں چھپا دیتا ہے......

جو پھولوں کی مہک اور پرندوں کی چہک میں کارفرما ہے......

تو خدائی کا جو غلط دعویٰ تھا اس کو مٹا دیا اور اس کے بعد بڑائی اور افضلیت کے غلط نظریے کو یہ فرما کر ہمیشہ کے لئے دفن کر دیا کہ:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ

اَتْقٰىكُمْ (سورۃالحجرات ۱۳، پ۲۶)

لوگو! ہم نے تمہیں ایک مذکر اور ایک مؤنث سے پیدا کیا اور تمہارے کنبے اور قبیلے بنائے تاکہ تمہارا تعارف ہو۔ بے شک اللہ کے ہاں قابل عزت وہ شخص ہے جو تقویٰ دار ہے۔'' اللہ رب العزت فرمانا چاہتے ہیں کہ:

تمہارا رب بھی ایک......

تمہارا باپ بھی ایک......

تمہاری ماں بھی ایک......

تو پھر بڑائی اور فضیلت جتلانے کا کیا مطلب؟ آگے ارشاد فرمایا:

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط

کنبے اور قبیلے تعارف کے لیے ہیں

ہاں! یہ تعارف کے لیے ہی استعمال ہوں تفاخر اور بڑائی کے لیے نہیں، اس لیے کہ:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ

فضیلت اور بڑائی خدا کے ہاں تقویٰ والوں کو ہے

عالم انسانیات کا منشور

خطبہ وداع جسے پورے عالم انسانیت کا منشور کہا جاسکتا ہے اس میں سرکار دو عالم ﷺ نے قومیت کی جڑیں کاٹ کر رکھ دیں، فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاكُمْ وَاحِدٌ كُلُّكُمْ مِنْ اٰدَمَ وَ اٰدَمُ مِنْ تُرَابٍ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

وَلَيْسَ لِعَرَبِيٍّ عَلٰى عَجَمِيٍّ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى

ان لوگوں کی تردید فرمادی جو،

بدعملی کے باوجود...... بےعملی کے باوجود...... ظلم کے باوجود......

عزتیں لوٹنے کے باوجود......

دھوکہ بازی اور فریب کاری کے باوجود......

حرام خوری کے باوجود......

خود کو اپنی قوم، نسل کی بناء پر افضل اور اعلیٰ سمجھتے ہیں۔

یہود کا دعویٰ تھا:

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ (ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں)

اعمال کیسے بھی ہوں......

اخلاق کیسے بھی ہوں......

معاملات کیسے بھی ہوں لیکن قوم اعلیٰ تو نجات دہندہ!

اسلام کا عدل ومساوات

اسلام نے جب قومیت پرستی کے بت کو توڑا تو پھر حبشی اور رومی، فارسی اور غفاری، دوسی اور اموی بھائی بھائی بن گئے اور تمام امتیازات ختم ہو کر رہ گئے، علمی اور عملی ترقی کے دروازے سب کے لیے یکساں طور پر کھل گئے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ غلام تھے......

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غلام تھے......

ان کے صاحبزادے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ، آزاد کردہ غلام کے بیٹے تھے، لیکن چند ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ کون ہے جو ان کی عظمت ومنقبت کا مقابلہ کرسکے؟ بلکہ حضرت زید رضی اللہ عنہ تو واحد صحابی ہیں جن کا تذکرہ ان کے نام کے ساتھ قرآن مجید میں بھی آیا، کسی ہاشمی، کسی قریشی کا ذکر نہیں بلکہ ذکر ہے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا:

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے آخری دنوں میں لشکر کی قیادت کے لیے مقرر کیا اور اس لشکر کے سپاہی کون تھے؟

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے کبار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایک نوعمر امیر کی قیادت میں!

معیارِ فضیلت صرف تقویٰ

تو عرض کررہا تھا کہ اسلام نے قومیت پرستی کو مٹا کر علمی اور عملی ترقی کے دروازے سب کے لیے کھول دیے اور افضلیت کو تقویٰ کے ساتھ مشروط کردیا، فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّكُوْنَ اَكْرَمَ النَّاسِ فَلْيَتَّقِ اللّٰهَ

جو چاہتا ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ افضل بن جاؤں تو اسے چاہیے وہ تقویٰ اختیار کرے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ اللهَ تَعَالىٰ يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنِّي جَعَلْتُ نَسَباً وَجَعَلْتُمْ نَسَباً فَجَعَلْتُ أَكْرَمَكُمْ أَتْقٰكُمْ وَأَبَيْتُمْ إِلَّا أَنْ تَقُوْلُوا فُلَانُ ابْنُ فُلَانٍ وَأَنَا الْيَوْمَ أَرْفَعُ نَسَبِيْ وَأَضَعُ أَنْسَابَكُمْ أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ أَيْنَ الْمُتَّقُوْنَ

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اعلان فرمائیں گے کہ ایک نسب میں نے بنایا تھا اور ایک تم نے۔ میں نے عزت کا معیار تقویٰ کو قرار دیا مگر تم نے انکار کیا کہ عزت اور افضلیت کا معیار تقویٰ نہیں بلکہ فلاں قوم، قبیلے کا فرد ہونا ہے۔آج میں اپنے نسب کو بلندی عطا کروں گا اور تمہارے نسبوں کو گرا دوں گا، تمہارے نسبوں کا آج کے دن کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔

عصبیت کی تردید

عصبیت اور قومیت پرستی کی تردید میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

لَيْسَ مِنَّا مَنْ دَعَا إِلَى الْعَصَبِيَّةِ وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ قَاتَلَ عَلَى الْعَصَبِيَّة وَلَيْسَ مِنَّا مَنْ مَّاتَ عَلَى الْعَصَبِيَّةِ

''جس نے عصبیت کی دعوت دی اور عصبیت پر مرنے مارنے کی بات کی وہ ہم میں سے نہیں۔''

اور حقیقت یہی ہے میرے دوستو! اگر ہمارے اندر عصبیت اور قوم پرستی کی بیماری موجود ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ایمان میں کمال حاصل نہیں کر سکے۔ نمازیں اپنی جگہ، روزے، صدقات، حج اور عمرے اپنی جگہ بہت بڑی عبادتیں ہیں مگر اس مرض کے ہوتے ہوئے یہ سب بے روح اور بے

جان ہیں۔

ظلم وناانصافی والا جملہ

معاف کیجئے گا! بعض دیندار لوگ بھی جب کسی کے خلاف بات کرتے ہیں تو ساری کی ساری قوم کو لٹیرا، ڈاکو اور فاسق تک کہہ دیتے ہیں۔

یہ پٹھان تو ہوتے ہی ایسے ہیں......

یہ پنجابی تو ہوتے ہی ایسے ہیں......

یہ سندھی، مہاجر، یہ بلوچ تو ہوتے ہی سارے ایسے ہیں......

ارے نہیں، میرے بھائیو! کسی ایک فرد یا چند افراد کی کمزوریوں کو دیکھ کر ساری کی ساری قوم یا جماعت کو فاسق، لٹیرا، دھوکے باز، خائن، عزت فروش، کمینہ کہہ دینا انصاف نہیں۔ کمزوریاں اور خامیاں تو ہر ایک میں ہوتی ہیں۔ دنیا کی کوئی جماعت، کوئی گروہ، کوئی قوم ایسی نہیں جس میں سو فیصد لوگ صحیح ہوں۔

کوئی رشوت لینے والا نہ ہو......

کوئی دوسروں کے حقوق کھانے والا نہ ہو......

کوئی کمزوروں پر ظلم کرنے والا نہ ہو......

کوئی کسی کو ستانے والا نہ ہو......

کوئی قاتل اور ڈاکو نہ ہو......

کوئی زانی اور شرابی نہ ہو......

اور اگر میری یہ بات غلط ہو تو کسی ایک جماعت کا نام لیجئے جس کے

سارے افراد عابد و زاہد ہوں اور خامیوں سے پاک ہوں۔

مساجد کی تقسیم

میں ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا جو انڈیا سے چھپی ہے اس کے مصنف شاید انڈیا کے حوالے سے یا کسی اور ملک کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہاں مسجدیں بھی تقسیم ہیں:

یہ میمنوں کی مسجد ہے......

یہ گجراتیوں کی مسجد ہے......

یہ فلاں کی اور یہ فلاں کی مسجد ہے......

اندازہ کیجئے! خانہ خدا کو بھی قومیت کی بناء پر بنایا اور تقسیم کیا جا رہا ہے۔

محبت عصبیت نہیں

لیکن اس ضمن میں ایک وضاحت ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ خاندان سے محبت، قوم سے محبت، وطن سے محبت یہ عصبیت کے زمرے میں نہیں آتی۔

حرمین کے بعد پاکستان سے دلی محبت ہے

ہم حرمین جاتے ہیں تو وہاں سکون ملتا ہے، قلبی کیفیات کو ایمانی جلا ملتی ہے اس لیے کہ وہاں ہمارے آقا ﷺ کا روضہ ہے اور اس مبارک زمین پر میرے اور آپ کے بلکہ پوری کائنات کے محسن اعظم ﷺ کے مبارک قدم لگے ہیں اس لیے ہمیں اس قطعۂ ارض سے سب سے زیادہ محبت ہے اور اس

کے بعد اپنے وطن پاکستان سے محبت ہے۔ مجھے کچھ عرصہ قبل جنوبی افریقہ جانے کا اتفاق ہوا تو وہاں سے پیشکش ہوئی کہ آپ یہاں آجائیں۔ میں نے معذرت کی کہ بچے پاکستان میں ہیں اور میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتا انہوں نے کہا آپ کے بچوں کو بھی بلا لیتے ہیں تو میں نے پھر اپنے دلی جذبات کا اظہار کر ہی دیا کہ مجھے تو پاکستان کے علاوہ کہیں چین ہی نہیں آتا، کہیں دل ہی نہیں لگتا۔

رشتہ داروں کو دینے میں دوہرا ثواب

تو عرض یہ کر رہا تھا کہ قوم سے، وطن سے محبت عصبیت نہیں بلکہ ایک مسلمان تو اپنی قوم سے، اپنے وطن سے، خاندان سے اور کنبے قبیلے سے محبت کرنے والا ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو اسلام کی تو تعلیم ہی یہی ہے اسی لیے فرمایا کہ اگر تم نے صدقہ دینا ہو تو دور کے لوگوں کے بجائے قریبی رشتہ داروں کو دو۔ ان کو دینے میں دو ثواب ہیں:

ایک تو صدقہ کا ثواب اور دوسرا صدقہ کے ذریعے کی جانے والی صلہ رحمی کا ثواب۔

حضور ﷺ کی اپنے وطن سے محبت

اپنے وطن سے محبت تو میرے آقا ﷺ کو بھی تھی۔ جب آپ مدینہ ہجرت کر کے جانے لگے تو رات کی تاریکی میں آپ مکہ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مکہ! میرا جی تو نہیں چاہتا کہ تجھ سے دور رہوں مگر تیرے باسی اور مکین مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے۔

بلکہ ایک موقع پر تو خود خدا کے حکم سے نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا أَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

میں تم سے قرابت داری اور رشتہ داری کا سوال کرتا ہوں

اے قریشیو!

اے عربو!

اے میرے خاندان والو!

آخر تم تو رشتہ داریوں کا لحاظ رکھتے ہو، رشتوں کو اہمیت دیتے ہو تو میں بھی تو تمہارے خاندان سے ہوں، پھر میرے اوپر اتنا ظلم نہ کرو، میرے ساتھ اتنی نا انصافی تو نہ کرو۔ تو یہاں خاندانی رشتے کی جو محبت ہوتی ہے اس کا واسطہ دے کر سوال کیا گیا ہے پتہ چلا کہ خاندانی محبت، عصبیت میں داخل نہیں۔

رشتہ داری کا مقام

اور سورۃ النساء میں فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهٖ وَالْأَرْحَامَ ۗ (سورۃ النساء آیت ۱، پ ۴)

اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو جس نے تمہیں ایک نفس سے پیدا فرمایا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کر کے ان دونوں سے مرد اور عورتیں پھیلا دیے اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور رشتوں سے ڈرو۔"

اس آیت کریمہ میں جو یہ کہا گیا کہ ''رشتوں سے ڈرو'' تو اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ رشتوں کو توڑنے سے بچو، رشتوں کو توڑو نہیں، قطع رحمی نہ کرو ایک اور تفسیر بھی کی گئی ہے:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ

(سورۃ النساء آیت ۱، پ ۴)

کہ اللہ سے ڈرو اور رشتوں سے ڈرو جن رشتوں کے ذریعے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔

خاندانی محبت اور عصبیت دو الگ الگ چیزیں

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ اس دوسری تفسیر کے پیش نظر اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خاندانی محبت اور عصبیت دو الگ الگ چیزیں ہیں ہر قومی محبت عصبیت نہیں ہوتی۔ ایسا ہوسکتا ہے کہ قوم سے، وطن سے، خاندان سے محبت ہو لیکن اس میں عصبیت کا عنصر نہ ہو اور جو محبت عصبیت شمار ہوگی میرے آقا ﷺ نے اسے بھی واضح فرمادیا، سوال کیا گیا یارسول اللہ! عصبیت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا:

اَنْ تُعِیْنَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلْمِ

قربان جایئے! اس نبی اُمی پر جس نے کسی سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا لیکن کیا حکمت کی باتیں جاری ہوتی تھیں ان کی مقدس زبان پر، فرمایا کہ عصبیت یہ ہے کہ تمہاری قوم ظلم کرے اور تم اس کا ساتھ دو۔

جانتے ہو کہ خاندان جھوٹا ہے......

ناحق پر ہے......

ظلم پر ہے......

زیادتی کر رہا ہے......

وذسروں کے حقوق غصب کر رہا ہے......

لیکن اس کے باوجود خاندان کی محبت میں آ کر خاندان کا ساتھ دیتا ہے تو اسے عصبیت کہا جائے گا۔

لیکن اگر ویسے خاندان میں یتیم ہیں، بیوائیں ہیں، بے سہارا لوگ ہیں تو ان کی مدد کرنا عصبیت نہیں دین ہے۔

تو آقا ﷺ نے اتنی سختی سے تردید فرمائی عصبیت کی لیکن اُمت آج بھی اس بیماری میں مبتلا ہے اور اس کی پیشین گوئی بھی سرکار دو جہاں ﷺ نے فرما دی تھی۔

حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چار باتیں ایسی ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں تھیں لیکن میری اُمت کے بعض افراد میں بھی وہ موجود رہیں گی۔

جاہلیت کیا ہے؟

یہاں یہ بھی وضاحت کر دوں کہ جاہلیت کیا ہے؟

لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کا زمانہ ہی زمانہ جاہلیت تھا اور بس! نہیں! ہر وہ طرز زندگی جو وحی کو چھوڑ کر اختیار کیا جائے وہ جاہلیت ہے اس لیے ہم مغربی تہذیب کو جاہلیت کہتے ہیں......

ہندو تہذیب کو جاہلیت کہتے ہیں......

اس لیے کہ ان کی بنیاد وحی الٰہی پر نہیں ہے

آج یورپ والے کہتے ہیں کہ معاذ اللہ جاہلیت کا دور وہ تھا جب سائنسی علوم نہ تھے......

سائنسی ایجادات عام نہ تھیں، سائنسی ترقی نہیں تھی۔ ان کے فلسفہ کے مطابق معاذاللہ! نبی کریم ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا زمانہ جاہلیت کا زمانہ تھا۔

سب سے بہترین زمانہ

ہمارے نزدیک وہ زمانہ سب سے زیادہ ہدایت اور روشنی کا زمانہ تھا۔ فرمایا:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ (سب سے بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے)

آقا نے فرما دیا ہم نے آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیا کہ بے شک بہترین زمانہ آپ ﷺ کا زمانہ تھا۔

ایسا بہترین زمانہ نہ انسانیت نے پہلے دیکھا تھا اور نہ قیامت تک دوبارہ ایسے زمانہ کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔

سب سے بدترین زمانہ

اور بدترین زمانہ وہ زمانہ ہے جس میں خدا سے بغاوت کر کے زندگی گزاری جائے۔

چاہے اس زمانہ میں ایٹم بموں کے ڈھیر لگے ہوں......

چاہے اس زمانہ میں سورج اور چاند کی تسخیر ہو رہی ہو......
ستاروں پر کمندیں ڈالی جا رہی ہوں......
ایجادات کی کثرت ہو......

لیکن اگر وہ زمانہ خدا کا باغی ہے، وحی الٰہی کا باغی ہے تو وہ بدترین اور تاریکی میں ڈوبا ہوا زمانہ ہے۔

زمانہ جاہلیت کی چار برائیاں

تو عرض کر رہا تھا کہ چار باتیں زمانہ جاہلیت کی اس اُمت کے بعض افراد کے اندر بھی پائی جائیں گی!

اللہ اکبر! دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے دل سے ان چاروں باتوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائیں اور اگر ہمارے اندر ہیں تو ہمیں نکالنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

حسب ونسب پر فخر

آقا ﷺ نے فرمایا پہلی بات:

اَلْفَخْرُ فِی الْاَحْسَابِ

اپنے حسب نسب پر، اپنی قوم پر فخر ہوگا، اپنے خاندان پر فخر ہوگا

سوچیے! کیا آج کے دور میں امت اس بیماری میں مبتلا نہیں ہے؟

دوسروں پر طعن وتشنیع

وَالطَّعْنُ فِی الْاَنْسَابِ

یہ دوسری چیز ذکر فرمائی کہ اپنے حسب نسب پر تو فخر ہوگا اور دوسروں کے حسب نسب کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا جائے گا:

آپ نے سنا ہوگا لوگ لڑائی جھگڑے کے وقت کہتے ہیں

جانتا ہوں تو کون ہے......

تیرا والد کون تھا......

تمہارا خاندان کیسا ہے......

قوم، صوبے، زبان کا نام لے کر گالی دی جاتی ہے۔

ستاروں کو موثر سمجھنا

وَالِاسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ

تیسری بات فرمائی کہ ستاروں سے بارش طلب کریں گے، ستاروں کو مؤثر سمجھیں گے، آقا ﷺ کی زبان کی سچائی پر قربان جاؤں۔

آج نجوم کے ذریعے سے حال بتائے جا رہے ہیں، یہ ہفتہ کیسا رہے گا؟

ٹی وی اور اخبارات کے ذریعے یہ باتیں بتائی جا رہی ہیں۔

ستاروں کی چالوں پر نظر ہے، یہ ستارہ وہاں ہوگا تو سعادت والی گھڑی ہوگی، یہ ستارہ وہاں ہوگا تو منحوس گھڑی ہوگی۔

اور یہ باتیں اس مسلمان کو بتائی جا رہی ہیں جو سعادت اور نحوست کا مالک اللہ تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔

نوحہ، ماتم واویلا

چوتھی چیز جو زمانہ جاہلیت میں تھی اور اس امت میں رہے گی وہ ہے:

اَلنِّیَاحَۃُ

یہ وہ چار چیزیں ہیں جن کی پیشین گوئی آقا ﷺ نے چودہ سو سال قبل فرمادی تھی۔آج ہم کھلی آنکھوں ان ساری باتوں کا مشاہدہ کررہے ہیں۔

دشمنوں کی سازش نفرتیں پھیلانا

دشمنوں نے ہمیں ایسا تقسیم کیا کہ قوم و ملک کی بناء پر ایک دوسرے سے نفرت سے نفرت کی جارہی ہے۔

یہاں نفرت ہے:

پنجابی ہونے کی بناء پر......

سندھی ہونے کی بناء پر......

بلوچی ہونے کی بناء پر......

پٹھان ہونے کی بناء پر......

مہاجر ہونے کی بناء پر......

اور آگے چلیں تو ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے نفرت کررہا ہے،

پاکستانی ہونے کی بناء پر......

ہندوستانی ہونے کی بناء پر......

توقومیت پرستی نے ہمیں کھوکھلا کرکے رکھ دیا اور رہی سہی کسر فرقہ واریت نے نکال دی۔ پہلے عربوں کے ذہن میں عصبیت بٹھائی گئی!

وہ عرب جن کے ذہنوں سے ہادی اعظم ﷺ نے یہ بات کھرچنا چاہی کہ یہ قومیت پرستی کی بیماری میں مبتلا نہ ہوں،ان کے ذہنوں سے قومیت پرستی کا تصور

نکل جائے اور نکل گیا تھا لیکن وہ جاہلیت دوبارہ واپس آ گئی اور عربوں کے ذہن میں یہ بات بٹھائی گئی کہ عجمی سارے کے سارے گھٹیا ہیں اور تم اعلیٰ ہو۔

چنانچہ عربیت کی بناء پر ایک زمانہ میں قومیت پرستی کو بڑا فروغ دیا گیا کہ جو عربی ہے وہ ہمارا ہے، چاہے وہ یہودی ہو، یا عیسائی ہو!

لٹریچر کے ذریعے اس زہریلے نظریے کو خوب پروان چڑھایا گیا او پھر نتیجہ یہ نکلا کہ قومیت کی تقسیم کے بعد دشمنوں نے ایک ایک کر کے مسلمانوں کو مارنا شروع کر دیا۔

وہی نظریہ جو خود ان کے ذہنوں میں بٹھایا تھا کہ تم سب سے اعلیٰ ہو اسے نکالنا شروع کر دیا، دماغ درست کرنا شروع کر دیا۔

قومیت کے بعد فرقہ واریت

قومیت کے بعد ہمیں فرقہ واریت میں تقسیم کیا گیا۔

میں نہ محدث ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں......

نہ مفسر ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں......

نہ عالمی حالات پر گہری نظر رکھنے کا اور نہ تجزیہ نگار ہونے کا......

حقیقت یہ ہے میرے دوستو! کہ جب دیکھتا ہوں کہ مسلمان کافروں کی چالوں کو سمجھتے نہیں تو دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہے۔

مومن کی فراست

ارے مؤمن تو عقلمند ہوتا ہے، دانا اور صاحبِ فراست ہوتا ہے۔

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

اِتَّقُوْ فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ

مؤمن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے

اور آقا ﷺ نے فرمایا:

مؤمن ایک سوراخ سے دو بار نہیں ڈسا جاتا

ہم بار بار ڈسے جا رہے ہیں اور پھر بھی عبرت نہیں پکڑتے، نصیحت حاصل نہیں کرتے، یوں لگتا ہے جیسے دشمن نے ہمیں کھلونا بنا رکھا ہو۔

میڈیا کا جھوٹ

ہمیں دشمن کی تدبیروں اور سازشوں کو سمجھنا ہوگا میں اور آپ زیادہ سے زیادہ اخبارات کا مطالعہ کر لیتے ہیں، ریڈیو سن لیتے ہیں یا بعض لوگ ٹی وی پر تجزیے اور تبصرے سن لیتے ہیں لیکن اس وقت تمام میڈیا بشمول بی بی سی کے اکثر جھوٹ پھیلا رہا ہے۔

اور جھوٹ تو ایسی عام وبا بن چکی ہے کہ ہماری

تجارت میں جھوٹ......

معاشرت میں جھوٹ......

معیشت میں جھوٹ......

سیاست میں جھوٹ......

اخبارات ورسائل میں جھوٹ......

ریڈیو اور ٹی وی میں جھوٹ......

ہر طرف جھوٹ ہی جھوٹ ہے۔ اتنا جھوٹ کہ حقیقت چھپ کر رہ جاتی ہے۔

وقت کی اہم ضرورت

مسلمانوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے اس وقت اگر کوئی ضرورت ہے تو میری ناقص سوچ کے مطابق اس بات کی ہے کہ قرآن وحدیث کی دعوت کو عام کیا جائے۔

کاش! کوئی ایسی صورت بن جائے کہ ہم قرآنی دعوت کو، قرآنی افکار کو ایسے منظم اور بھرپور انداز سے پیش کریں کہ قرآن پر گولی چلانے والے قرآن کے محافظ بن جائیں،

علم کی بنیاد پر......

دلیل کی بنیاد پر......

قرآن کی آواز ہر جگہ پہنچائی جائے۔

پھر بھی قرآن کا حق تو ادا نہیں ہو سکے گا مگر ہمارا نام اس مقدس کتاب کے خادموں میں ضرور آجائے گا۔

اب تو فساد اور خون خرابہ دیکھ کر یہ یقین ہو گیا ہے کہ امت کی نجات قرآنی تعلیمات میں ہے، اس نور کو پھیلا دینے میں ہے، قرآنی تعلیمات کو زیادہ سے زیادہ عام کیجئے اور اس کے ذریعے ذہنوں اور دلوں کو بدلنے کی

کوشش کیجئے۔

اسی کتاب میں ہمارے تمام مسائل، تمام پریشانیوں اور ساری الجھنوں کا حل مضمر ہے۔قرآن ''حق بات'' کہنے کا درس دیتا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ حق بات کہو، اگرچہ اس کی زد میں تمہارے والدین، رشتہ دار یا عزیز آتے ہیں۔

آج کل دوسروں کے معاملات میں تو حق کہا جاتا ہے اور وہ بھی صرف اپنے مفاد کی خاطر لیکن اپنی ذات کے بارے میں کوئی حق سننے کو تیار نہیں۔

عرض یہ کر رہا تھا کہ قومیت پرستی اور عصبیت کا توڑ قرآنی تعلیمات ہی سے ممکن ہے، ورنہ یہ موذی مرضِ اسلامی بھائی چارے کو مٹا کر معاشرے کو فساد کی طرف دھکیل دے گا۔

اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو یہ توفیق عطا فرمائیں کہ ہم اپنی زندگی کے لیے قرآن اور سنتِ رسول اللہ ﷺ کو مشعلِ راہ بنائیں۔(آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قیامت کا زلزلہ
اور
اس کی ہولناکی

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع و ترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۞ ......قیامت کے مناظر کی جھلکیاں احادیث طیبہ کی روشنی میں۔

۞ ......وہ تین مقامات کون سے ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا؟

۞ ......اعضاء انسانی انسان کے اعمال کی گواہی کیسے دیں گے؟

۞ ......قیامت کے دن انسانوں کی کتنی قسمیں ہوں گی؟

۞ ......آخرت میں انسان کی کیا چیز کام آئے گی؟

۞ ......سورۂ زلزال سن کر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کیوں روئے؟

۞ ......اصلاح انسانی کی چند تدابیر۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط
اَمَّا بَعۡدُ:

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ﴿۱﴾ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ﴿۲﴾ وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ﴿۳﴾ یَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ﴿۴﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰی لَهَا ﴿۵﴾ یَوۡمَئِذٍ یَّصۡدُرُ النَّاسُ اَشۡتَاتًا ۬ لِّیُرَوۡا اَعۡمَالَهُمۡ ﴿۶﴾ فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَیۡرًا یَّرَهٗ ﴿۷﴾ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ﴿۸﴾

اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

فضائل سورت

یہ سورۂ زلزال مدنی سورت ہے اور اس میں آٹھ آیات ہیں۔ اس کی فضیلت کے بارے میں ترمذی شریف میں حضور اقدس ﷺ کا ارشاد منقول ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سورۂ اِذَا زُلۡزِلَت یہ نصف قرآن کے برابر ہے۔

علماء فرماتے ہیں کہ انسانی زندگی کے دو حصے ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت کی زندگی اوراس سورتِ مبارکہ میں اللہ پاک نے آخرت کی زندگی کا ذکرفرمایا ہے اس لئے آپ ﷺ نے اس کو آدھے قرآن کے برابر ٹھہرایا۔فرمایا:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ①

جب زمین میں زلزلہ برپا ہو جائے گا، جب زمین کو ہلا دیا جائے گا

قیامت کازلزلہ اوراس کی ہولنا کی

یہ قیامت کا تذکرہ ہے اوراس زلزلہ کا ذکر اللہ پاک نے سورۂ حج میں بھی فرمایا ہے سورۂ حج کی ابتداء ان آیات سے ہوتی ہے:

يَاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ① يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ ۔

اے لوگو! ڈرو اپنے پروردگار سے۔ بیشک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہے جس دن تم دیکھو گے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی

علماء کہتے ہیں دو لفظ ہیں ایک ہے مرضع اور دوسرا ہے مرضعہ ۔ مرضع کا معنیٰ مطلقاً دودھ پلانے والی خواہ اس وقت وہ دودھ پلا رہی ہو یا دودھ نہ پلا رہی ہو اور مرضعہ کا لفظ اس وقت بولا جاتا ہے کہ جب ماں دودھ پلا رہی ہو تو جس وقت ماں بچے کو دودھ پلا رہی ہوتی ہے اس وقت ماں کی محبت بچے سے زیادہ ہوتی ہے، اس محبت کے باوجود جب قیامت کا زلزلہ برپا ہو گا تو

وہ اپنے دودھ پیتے بچے سے غافل ہو جائے گی۔

وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

اور حمل والی کا حمل خوف اور دہشت کی وجہ سے گر جائے گا۔

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى

اور تم لوگوں کو دیکھو گے کہ وہ مدہوش دکھائی دیں گے،

جیسا کہ وہ اپنے آپ میں نہیں ہیں، جیسے دیوانے ہوتے ہیں، جیسے ان کے اندر عقل اور فکر نہیں ہے۔

وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲

حالانکہ وہ بے ہوش نہیں ہوں گے۔ لیکن اللہ کا عذاب بڑا سخت ہوگا۔

اسی طرح سورۂ واقعہ میں بھی فرمایا گیا:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝۱ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ۝۲

جب وہ واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی اس کے واقع ہونے میں کوئی جھوٹ اور غلط بیانی نہیں ہے۔

خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ ۝۳

وہ واقع ہونے والی یعنی قیامت کسی کو نیچے کر دے گی، کسی کو اوپر کر دے گی، کسی کو ذلیل کر دے گی اور کسی کو عزت والا بنا دے گی۔ کسی کو جہنم میں گرا دے گی اور کسی کو جنت کا حقدار بنا دے گی

اِذَا رُجَّتِ الْاَرْضُ رَجًّا ۝۴ وَّبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا ۝۵

جب زمین کو سخت حرکت دی جائے گی اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیئے جائیں گے۔

فَكَانَتْ هَبَآءً مُّنْۢبَثًّا ۝٦

پہاڑ بکھرے ہوئے، اڑتے ہوئے گرد و غبار کی طرح ہو جائیں گے۔

تو اس زلزلے کا اور قیامت کے منظر کا ذکر اللہ پاک نے قرآن کریم کی کئی آیات میں فرمایا ہے بلکہ اگر آپ قرآن پاک کا مطالعہ فرمائیں تو توحید کے بعد آپ کو قرآن کریم میں جو سب سے زیادہ مضمون ملے گا وہ قیامت اور آخرت کا مضمون ملے گا بالخصوص وہ سورتیں جو نبوت کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں ان میں آخرت کا اور قیامت کا کثرت کے ساتھ ذکر ہے اس لئے کہ قیامت پر اگر انسان کا یقین آجائے تو پھر اس کے لئے حرام سے، گناہ سے، اللہ کی نافرمانی سے، بغاوت اور سرکشی سے، جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں نیکی کی، اللہ کو راضی کرنیکی اور جنت میں لے جانے والے اعمال کی محبت اور شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے پہلے تو قیامت کا یقین دلوں میں پیدا کیا گیا جہنم کا خوف اور جنت کی طلب اور رغبت پیدا کی گئی۔ دلوں میں جب یقین پیدا ہو گیا تو اس کے بعد حلال اور حرام کے احکام نازل ہوئے۔

قرآن کریم کی کئی سورتوں میں بالخصوص جو آخری پاروں کی سورتیں ہیں جو کہ اگرچہ اس وقت موجودہ ترتیب میں تو آخر میں ہیں ان میں اکثر سورتیں نبوت کے ابتدائی زمانہ میں نازل ہوئیں تو ان میں قیامت کا، آخرت کا، وہاں کے مناظر کا، وہاں کی سختی کا اور وہاں کے عذابوں کا اور وہاں کے حساب کا، پکڑ دھکڑ کا اور انسان کی آپا دھاپی کا اور نفسا نفسی کا اضطراب اور

پریشانی کا بار بار تذکرہ آیا ہے۔

قیامت کے مناظر کی جھلک

اور خود حضور اقدس ﷺ نے قیامت کے منظر کی شدت کو متعدد احادیث میں بیان فرمایا ہے۔ مسلم میں ایک حدیث ہے کہ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا جب قیامت واقع ہوگی تو سورج مخلوق کے قریب آجائے گا اور اتنا قریب آجائے گا کہ صرف ایک میل کی مسافت کے قریب آجائے گا پھر انسانوں کو ان کے اعمال کے مطابق پسینہ آئے گا اتنا پسینہ آئیگا کہ کسی کا پسینہ اس کے ٹخنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کے گھٹنوں تک ہوگا، کسی کا پسینہ اس کے کولہوں تک اور کسی کا کمر تک ہوگا اور کئی ایسے بھی ہوں گے کہ انکا پسینہ ان کے منہ میں داخل ہورہا ہوگا۔

انسانوں کی تین قسمیں

ترمذی شریف میں ایک روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ قیامت میں انسانوں کو تین قسموں میں تقسیم کیا جائے گا کچھ وہ ہوں گے جو پیدل چل رہے ہوں گے، کچھ وہ ہوں گے جن کے لئے سواریوں کا انتظام کر دیا جائے گا اور کچھ ایسے بدنصیب ہوں گے جن کو ان کے چہروں کے بل گھسیٹا جائے گا اور چہروں کے بل چلیں گے پوچھا گیا اے اللہ کے نبی! ﷺ چہرے کے بل کوئی کیسے چل سکتا ہے؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ جو انسان کو پیروں پر چلا سکتا ہے وہ انسان کو منہ کے بل اور الٹا چلا سکتا ہے فرمایا کہ وہ

منہ کے ذریعہ سے ٹیلہ اور ہر کانٹے سے بچنے کی کوشش کریں گے۔

اور ابوداؤد میں ایک روایت ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے جہنم یاد آ گئی، جہنم کے عذاب یاد آ گئے اور جہنم کی تکلیف اور شدت یاد آ گئی اور اس کی تکلیف اور شدت کو یاد کر کے میں رونے لگی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے عرض کیا، اللہ کے نبی! جہنم کے عذاب کو یاد کر کے رو رہی ہوں، پھر میں نے سوال کیا کہ قیامت کے دن آپ اپنے اہل وعیال کو بھی یاد رکھیں گے۔

قیامت کے دن تین مقامات میں کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! قیامت کے دن تین مواقع اور تین مقام ایسے ہوں گے جن میں کوئی بھی کسی کو یاد نہیں کرے گا، سب رشتے بھول جائیں گے۔

۱)...... پہلا موقع وہ ہوگا جبکہ اعمال کا وزن کیا جا رہا ہوگا اس وقت تک وہ کسی رشتے کو یاد نہیں کرے گا جب تک یہ پتہ نہیں چل جائے گا کہ اس کا ترازو ہلکا ہے یا اس کا ترازو بھاری ہے:

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ ۝ وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ۝ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ۝

جس کے ترازو اور اعمال وزنی ہوں گے وہ من پسند زندگی میں ہوگا اللہ فرمائے گا قیامت کے دن تم دنیا میں قدم قدم پہ یہ سوچتے تھے کہ اللہ اس کام

سے راضی ہوتا ہے یا نہیں اور ہر کام کرتے وقت یہ سوچ لیا کرتے تھے کہ اللہ کی اس میں رضا ہے یا ناراضگی آج قیامت کے دن تم یہ نہیں سوچو گے کہ تم نہیں پوچھو گے کہ اے اللہ! اس کام میں آپ کی رضا ہے یا ناراضگی آج میں تم سے پوچھوں گا کہ میرے بندو!

تم بتاؤ کہ تم کس حالت میں راضی ہو؟ تم کیا چاہتے ہو؟

وَاَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ ﴿۸﴾ فَاُمُّهٗ هَاوِيَةٌ ﴿۹﴾

اور جن کے ترازو اور جن کے اعمال ہلکے ہوں گے جن کا ٹھکانہ هَاوِيَه ہوگا

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا هِيَهْ ﴿۱۰﴾ (لوگو! تمہیں کیا خبر کہ ھاویہ کیا ہے؟)

نَارٌ حَامِيَةٌ ﴿۱۱﴾ (وہ بھڑکتی ہوئی، بڑی شدید، مہلک اور تیز آگ ہے)

۲)...... دوسرا موقع اے عائشہ! وہ ہوگا جب اعمال نامے دیئے جائیں گے کسی کا اعمال نامہ اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا جو کہ اس بات کی نشانی ہے کہ یہ شخص کامیاب ہو گیا:

فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ ۙ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿۱۹﴾
(سورۃ الحاقۃ آیت ۱۹، پ ۲۹)

وہ خوشی کے مارے چلا چلا کے کہے گا لوگوں! آؤ میرا اعمال نامہ پڑھو، دیکھو آج میری زندگی کا نتیجہ کیا نکلا ہے

اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿۲۰﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۲۰، پ ۲۹)

مجھے یقین تھا کہ حساب ضرور ہوگا، زندگی کے پل پل کا حساب دینا ہوگا، کیونکہ مجھے یقین تھا اس لئے میں نے زندگی اس طریقے سے گزاری تھی کہ کل قیامت کے دن اللہ کو حساب دے سکوں

فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ ﴿٢١﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۲۱، پ ۲۹)

اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بھی من پسند زندگی گزارے گا جیسا چاہے گا ویسے زندگی گزارے گا

اور جس کا اعمال نامہ اس کے بائیں ہاتھ میں دیا گیا۔

فَيَقُولُ يَالَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ ﴿٢٥﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۲۵، پ ۲۹)

کہے گا ہائے کاش! مجھے میرا اعمال نامہ دیا ہی نہ جاتا

وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿٢٦﴾ (مجھے پتہ ہی نہیں چلتا کہ حساب کیا ہے؟)
(سورۃ الحاقۃ آیت ۲۶، پ ۲۹)

يَالَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ﴿٢٧﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنِّي مَالِيَهْ ﴿٢٨﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۲۷، ۲۸، پ ۲۹)

میرا مال اور دولت میرے کسی کام نہیں آیا

هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَهْ ﴿٢٩﴾ (سورۃ الحاقۃ آیت ۲۹، پ ۲۹)

میری عزت، میرا رعب، میرا دبدبہ، میری دنیا کی وجاہت، میری کرسی، میرا اقتدار، میری وزارت، میری بادشاہت، میری چوہدراہٹ، میری سرداری وہ کسی کام نہیں آئی سب ضائع چلا گیا۔

تو اے عائشہ! یہ دوسرا موقع ہوگا جبکہ کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ اس کا اعمال نامہ اس کے ہاتھ میں نہ دے دیا جائے، وہ یہ نہ جان لے کہ میرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا کہ بائیں ہاتھ میں۔

۳)......اور اے عائشہ! تیسرا مقام وہ ہوگا جبکہ لوگ پل صراط سے گزریں گے کچھ وہ ہوں گے جو گزرتے ہوئے جہنم میں گر جائیں گے اور کچھ وہ ہوں گے جو گزرتے ہوئے جنت میں داخل ہو جائیں گے جب تک وہ پل

کو پار نہیں کریں گے اس وقت تک کوئی کسی کو یاد نہیں کریگا۔ ہاں جب ان حالات سے فارغ ہو جائیں گے جنت والے جنت میں پہنچ جائیں گے پھر اپنوں کو یاد کریں گے اور اپنوں کے ساتھ محبت اور تعلق کا اظہار کریں گے۔

مجھے یہ بتانا تھا کہ خود قرآن میں بھی قیامت کے منظر کو بیان کیا گیا ہے اور اس کی شدت کو بتایا گیا ہے تا کہ بندے اس قیامت کے آنے سے پہلے اس کی تیاری کرلیں اور خود حضور اکرم ﷺ نے بھی قیامت کے مناظر کی سختی کو اور ہولناکی کو اور خطرناکی کو بیان فرمایا ہے یہاں فرمایا:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ﴿١﴾ (سورۃ الزلزال آیت ۱، پ ۳۰)

جب زمین ہلا دی جائے گی زمین میں زلزلہ برپا ہو جائے گا زمین کے خزانے ظاہر ہو جائیں گے۔

وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ﴿٢﴾ (زمین اپنے بوجھ باہر نکال دے گی)

اثقال ثقل کی جمع ہے زمین اپنا بوجھ باہر نکال دے گی، زمین کا بوجھ کیا ہے؟ زمین کا بوجھ ایک تو وہ انسان ہیں جو زمین میں دفن کئے گئے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اس دنیا کے آخری انسان تک جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَلَا یَعْلَمُ اِذَا بُعْثِرَ مَا فِی الْقُبُوْرِ ﴿﴾ (سورۃ العادیات آیت ۹، پ ۳۰)

کیا نہیں جانتا جب کہ نکالا جائے گا ان کو جو قبروں میں ہیں سب کو باہر نکال کر کھڑا کر دیا جائے گا۔

ایک دفعہ حکم ہوگا کھڑے ہو جاؤ اللہ کے حکم سے پھر کسی کی مجال نہ ہوگی وہ کھڑا نہ ہو۔ تو زمین کا بوجھ ایک تو وہ مردے ہیں جن کو زمین میں دفن کیا

گیا۔ زمین کا دوسرا بوجھ زمین کے خزینے، زمین کے دفینے، زمین کے اندر اللہ نے سونے چاندی کے انبار رکھے ہیں یہ سیال سونا، پیٹرول اور دوسری بہت سی معدنیات یہ سب زمین کے اندر ہیں زمین سب کچھ باہر نکال دے گی جیسا کہ فرمایا:

وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ ۞ (سورۃ الانشقاق آیت ۴، پ ۳۰)

جو کچھ زمین میں ہے باہر نکال دے گی، اور بالکل خالی ہو جائے گی

انسان اپنی نظروں سے دیکھے گا سونے کا ڈھیر لگا ہوا ہے، چاندی کا ڈھیر لگا ہوا ہے، ہیرے جواہرات کا ڈھیر لگا ہوا ہے، اور ہر ایک کہے گا یہ ہے وہ سونا چاندی جس کی خاطر میں نے انسان کا خون بہایا تھا میں نے کسی کو قتل کیا تھا دوسرا کہے گا یہ ہے وہ مال و دولت جس کی خاطر میں نے رشتے ناطے بھی توڑ دیئے تھے۔ بھائیوں تک سے تعلق ختم کر دیئے تھے۔ آپ اخبارات اٹھائیں ایسی ایسی مثالیں ملیں گی کہ ماں باپ تک کو قتل کر دیا زمین کی خاطر، پیسے کی خاطر اور تیسرا کہے گا کہ یہ ہے وہ روپیہ پیسہ جس کو میں نے چوری کیا، اس کی وجہ سے میرا ہاتھ کاٹا گیا:

وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا ۞ (سورۃ الزلزال آیت ۳، پ ۳۰)

انسان بڑے تعجب سے بدحواس ہو کر کہے گا ارے زمین کو کیا ہو گیا جو کچھ اس کے اندر ہے سب کو باہر نکالتی جا رہی ہے۔

اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تشریح یہ کی ہے کہ انسان کے اعمال انسان کے ساتھ چمٹ جائیں گے' واللہ اکبر' ہوسکتا ہے کہ اعمال کسی مخصوص

شکل میں ہوں اللہ زنا کو ایک مخصوص شکل میں، چوری کو ایک مخصوص شکل میں، بدکاری کو ایک مخصوص شکل میں، شراب نوشی کو ایک مخصوص شکل میں، نماز نہ پڑھنا اس کو ایک مخصوص شکل میں، زکوٰۃ نہ دینا ایک مخصوص شکل میں اور بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اعمال کسی نہ کسی شکل وصورت میں سامنے آئیں گے، چمٹے ہوئے ہوں گے انسان قیامت کے دن ان سے جان چھڑانا چاہے گا جیسے سانپ اور بچھو چمٹ جاتا ہے اور چھڑانا چاہتا ہے لیکن وہ نہیں چھوڑتے۔ تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کے اعمال اس کے ساتھ چمٹے ہوئے ہوں گے ان سے جان چھڑانا چاہیں گے لیکن وہ انہیں چھوڑیں گے ہی نہیں۔ تعجب سے کہے گا ارے کیا ہو گیا عجیب منظر ہے میرے اعمال میرے ساتھ چمٹ گئے۔ میں تو یہ سمجھتا تھا کہ وہ کیئے اور ختم ہو گئے۔

راز فاش ہو جائیں گے

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ﴿۴﴾ (سورۃ الزلزال آیت ۴، پ ۳۰)

جس دن کہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی

ترمذی میں روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا:

أَتَدْرُونَ مَا أَخْبَارُهَا (کیا تم جانتے ہو زمین کی خبریں کیا ہیں؟)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی عادت کے مطابق کہا:

اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ (اللہ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں)

کہ زمین کی کونسی خبریں ہیں جن کو وہ بیان کرے گی تو رسول اکرم

ﷺ نے فرمایا کہ زمین کے اوپر جو کچھ ہوتا تھا زمین وہ سب کچھ بیان کر دے گی جو زمین کی پشت پر اللہ کی نافرمانیاں کرتا تھا زمین اس کو بھی بیان کر دے گی، دوسرا جو سجدہ کرتا تھا اللہ کی فرمانبرداری کرتا تھا زمین اس کو بھی بیان کر دے گی۔ جیسے کوئی خفیہ ٹیپ لے کر کسی کے پاس بیٹھ جائے اور وہ لاپرواہ ہو کر بولتا رہے اور وہ سب باتیں اس کی ٹیپ کرتا رہے اور بعد میں جب وہ انکار کرے تو ٹیپ کا بٹن دبا دے کہ یہ سب باتیں تم نے کہی ہیں وہ حیرت زدہ رہ جائے یہ کیا ہوا کہ میری باتیں ٹیپ ہوتی رہیں۔ یا بہت سی جگہ پر خفیہ کیمرے لگے ہوئے ہوتے ہیں انسان کی ایک ایک حرکت محفوظ کی جا رہی ہوتی ہے کہاں جا رہا ہے؟ کیا پکڑ رہا ہے؟ کیا لے رہا ہے؟، آواز بھی ٹیپ ہو رہی ہے اس کی حرکات بھی محفوظ ہو رہی ہیں۔ اگر انسان اللہ کی دی ہوئی عقل کی بناء پر ایسے آلات ایجاد کر سکتا ہے انسان کی آواز کو، انسان کی حرکات کو محفوظ کر سکتا ہے تو اللہ بھی اس زمین کے اندر ایسے آلات رکھ سکتا ہے، جس سے سب کچھ محفوظ ہوتا رہے۔ ہم نے سمجھا کہ یہ زمین تو اندھی ہے، گونگی ہے، بہری ہے، بے جان ہے ہمیں کچھ پتہ نہیں لیکن اللہ نے اس کے اندر ایسی صلاحیت رکھی ہے کہ یہ انسان کی ساری زندگی کا ریکارڈ اپنے اندر محفوظ رکھ سکتی ہے۔

انسانی اعضاء کی گواہی

زمین بولے گی انسان کا بدن بولے گا، انسان کے ہاتھ بولیں گے، انسان کا چمڑا بولے گا۔ سورۂ حٰم سجدہ میں اللہ فرماتے ہیں:

وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا ؕ

(سورۃ حٰمٓ السجدۃ آیت ۲۱، پ ۲۴)

جب انسانوں کا چمڑا ہی ان کے خلاف گواہی دے گا تو وہ کہیں گے ارے تم نے کیوں گواہی دی؟ تم نے کیسے گواہی دی؟ تم کیسے بول رہے ہو؟۔

قَالُوْٓا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْٓ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ

(سورۃ حٰمٓ السجدۃ آیت ۲۱، پ ۲۴)

انسانی اعضاء بول پڑیں گے ہمیں قوت گویائی اس اللہ نے دی ہے جو اللہ ہر چیز کو بولنے کی قوت دے سکتا ہے۔

اگر وہ گوشت کے اس ٹکڑے میں جسے ہم زبان کہتے ہیں بولنے کی قوت دے سکتا ہے تو وہ اللہ ہاتھوں میں بھی بولنے کی قوت رکھ سکتا ہے۔ وہ چمڑے میں بھی بولنے کی قوت رکھ سکتا ہے۔

مسلم شریف میں ایک روایت ہے ایک بندہ اللہ کے سامنے پیش ہو گا اللہ اپنے احسانات کا تذکرہ فرمائیں گے ارے میں نے تمہیں عزت عطا نہیں کی تھی؟ میں نے تمہیں رزق عطا نہیں کیا تھا؟ تیری شادی بیاہ کا انتظام نہیں کیا تھا؟ میں نے تیرے لئے مختلف سواریوں کو مسخر نہیں کیا تھا؟ میں نے تجھے یہ اور یہ نعمت عطا نہیں کی تھی؟ اقرار کرے گا ہاں اللہ! تو نے سب کچھ عطا کیا تھا۔ اللہ پھر پوچھے گا کیا تمہیں یقین تھا کہ ایک دن میرے سامنے پیش ہونا ہے؟ کہے گا اللہ! نہیں مجھے یقین نہیں تھا۔ اللہ فرمائیں گے جیسے تو دنیا میں مجھے بھلا بیٹھا آج میں نے تمہیں آخرت میں بھلا دیا۔ دوسرا آئے گا اس سے

بھی یوں سوال کیا جائے گا وہ بھی یوں جواب دے گا اسے بھی اللہ یوں فرمائیں گے تم نے دنیا میں مجھے یاد نہ رکھا آج تم میری محبت اور رحمت کے قابل نہیں ہو۔ ایک اور تیسرا آئے گا وہ چالاک بننے کی کوشش کرے گا۔ جب اللہ سوال کریں گے تو کہے گا ہاں میں ایمان رکھتا تھا، میں تیری کتابوں کی تصدیق کرتا تھا، تیرے رسولوں کی اطاعت کرتا تھا، تیرے حکموں کی تعمیل کرتا تھا، اللہ فرمائیں گے جھوٹ مت بولو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے خلاف کوئی گواہی دینے والا موجود ہو، وہ دل میں سوچے گا کہ میرے خلاف گواہی دینے والا کون ہے جو یہاں گواہی دے سکے میں نے گناہ ایسی جگہ کیا جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں تھا، رات کا اندھیرا تھا، کمرے کی خلوت تھی، کوئی دیکھنے والا موجود نہیں تھا، کوئی گواہ وہاں پر موجود نہیں تھا۔ اللہ پاک اس کی زبان بند کر دیں گے اور اس کے منہ پر مہر لگا دیں گے اس کی رانیں بولیں گی، اس کا گوشت بولے گا، اس کی ہڈیاں بولیں گی، اس کے بارے یں گواہی دیں گی یا اللہ! زندگی بھر تیری نافرمانی کرتا رہا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ منافقین ایسی حرکت کریں گے کہ اللہ اس دن زمین کو بولنے کی طاقت عطا کرے گا:

بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝٥

زمین کیوں بولے گی اس لئے کہ اسے اللہ نے بولنے کا حکم دیا ہوگا۔

اللہ اگر جامد کو بولنے کا حکم دے تو وہ بولتا ہے، اللہ اگر انسان کو بولنے کی اجازت نہ دے تو یہ نہیں بولتا، جو ہمارے بھائی گونگے ہوتے ہیں بول نہیں

سکتے بظاہر ان میں سے بہت سارے جسمانی صحت کے اعتبار سے صحیح سالم نظر آتے ہیں اور ان کے منہ کے اندر بھی زبان ہے لیکن بول نہیں سکتے اللہ نے ان کی زبان کے اندر قوت گویائی نہیں رکھی تو اللہ اگر حکم دیں تو پہاڑ بول سکتے ہیں، زمین بول سکتی ہے۔ درخت بول سکتے ہیں، انسان کے پاؤں بول سکتے ہیں، انسان کے ہاتھ بول سکتے ہیں اور اگر اللہ بولنے کی اجازت نہ دے اور بولنے کی صلاحیت نہ رکھے تو زبان بھی نہیں بول سکتی۔

گروہ در گروہ ہونے کا مطلب

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۞

جس دن کہ لوگ گروہ در گروہ ہو جائیں گے تا کہ ان کے اعمال ان کو دکھا دیئے جائیں

دو طرح معنیٰ کیا گیا وہ دن کہ جس دن لوگ الگ الگ نکلیں گے، اکیلے اکیلے نکلیں گے کوئی ساتھ نہیں ہوگا، نہ خاندان، نہ جماعت، نہ رشتے دار ،اکیلا ہر کوئی پیش ہوگا۔ سورۂ مریم میں فرمایا:

وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا

(سورۃ المریم آیت ۹۵، پ ۱۶)

ان میں سے ہر ایک قیامت کے دن اللہ کے حضور اکیلا اکیلا پیش ہوگا۔

سورۂ انعام میں فرمایا:

وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ

(سورۃ الانعام آیت ۹۴، پ ۷)

تم ہمارے پاس اکیلے آؤ گے جیسا کہ ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

بالکل اکیلے خاندان، جماعت، رشتے دار، دوست احباب بھی ساتھ نہیں ہوں گے۔ اور مال ومتاع اور ظاہری اسباب وہ بھی ساتھ نہیں اکیلے، یہاں تک کہ بدن پر کپڑا تک نہیں ہوگا، الگ الگ آئیں گے اور اکیلے اکیلے آئیں گے۔

اور دوسرا مطلب یہ بیان فرمایا گیا:

يَوْمَىِٕذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۬

لوگوں کے مختلف گروہ ہو جائیں گے۔

یہ کافروں کا گروہ ہے، یہ مشرکوں کا گروہ ہے، یہ بدعتیوں کا گروہ ہے، یہ زانیوں کا گروہ ہے، یہ شرابیوں کا گروہ ہے، یہ ڈاکوؤں کا گروہ ہے، یہ ظالموں کا گروہ ہے، یہ غیبت کرنے والوں کا گروہ ہے، یہ حسد کرنیوالوں کا گروہ ہے، تو گناہوں کے اعتبار سے انسانوں کی درجہ بندی اور تقسیم کردی جائے گی۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۝۵۹

(سورۃ یٰسٓ آیت ۵۹، پ۲۳)

اعلان ہوگا کہ آج تم میرے بندوں سے جدا ہو جاؤ، دنیا میں تو تم ملے جلے رہتے تھے نیک اور بد اکٹھے، منافق اور مسلمان یکجا لیکن آج ایسا نہیں ہوگا الگ الگ ہو جاؤ۔

جو کچھ وہ کرتے رہے ان کے سامنے لایا جائے۔

اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا

توجہ کیجئے گا یہ آخری آیات بڑی عجیب ہیں۔

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

جس نے رائی کے برابر نیکی کی ہوگی وہ بھی اس کو دیکھ لے گا۔ اور جس نے رائی کے دانے کے برابر بھی برائی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن کریم میں سب سے محکم آیات یہ ہیں اور حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں، زبور میں اور انجیل میں اور دوسرے صحیفوں میں جو مضامین موجود تھے وہ سارے مضامین اللہ پاک نے ان دو آیات میں جمع فرما دیئے ہیں اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں فرمایا:

هٰذِهِ الْاٰيَةُ الْجَامِعَةُ الْفَا (یہ منفرد اور جامع ترین آیت ہے)

جو کچھ کیا ہوگا اس کو دیکھ لے گا۔ وہ عدل کا دن ہوگا، کامل عدل کا دن اس دن کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ اور عدل کے لئے ضروری ہے کہ انسان نے جو کچھ کیا ہو اس کے سامنے پیش کر دیا جائے اللہ نے قرآن میں بھی یہ مضمون بیان فرمایا: سورۂ انبیاء میں ہے کہ:

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ

(سورۃ الانبیاء آیت ۴۷، پ ۱۷)

ہم قیامت کے دن عدل کے ترازو رکھیں گے، کسی پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا

وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ

اگر کسی نے رائی کے دانے کے برابر بھی کوئی نیکی یا بدی کی ہوگی ہم اس کو بھی لے آئیں گے۔

وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ۝ (اور ہم کافی ہیں حساب کرنے والے)

سورۂ کہف میں فرمایا:

وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (اعمال نامہ سامنے رکھ دیا جائے گا۔)

فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ

تم مجرموں کو دیکھو گے ڈر رہے ہو گے اور جب دیکھیں گے اعمال نامے کو تو بڑے دکھ سے کہیں گے۔

وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا (ہائے ہماری کم بختی)

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ

اس رجسٹر نے ہمارے کسی عمل کو نہیں چھوڑا، نہ چھوٹے عمل کو، نہ بڑے عمل کو سارے اعمال اس کے اندر آ گئے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان کردہ عجیب نکتہ

اور قرآن مجید میں جو الفاظ آئے وہ یوں ہیں مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ توجہ کیجئے گا! بعض حضرات نے ایک عجیب بات لکھی ہے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عربی قاعدے کے مطابق ما کو الگ ہونا چاہیے تھا اور لِهٰذَا الْكِتٰبِ کو الگ لام کو هٰذَا کے ساتھ جوڑ امَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ یوں لکھا جاتا لکھنے کا قاعدہ یہ ہے کہ جب آپ قرآن پڑھیں گے تو مال یہ لام الگ لکھا ہوا ہے اور هٰذَا الْكِتٰبِ الگ اللہ اکبر! اللہ قرآن کے خادموں کی قبروں کو اپنے نور سے بھر دے اور اپنی رحمتوں کی بارش ان پر برسائے کیا کیا نکتے سوچ سمجھ کر نکالتے ہیں۔ حضرت امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم نے قیامت کے اس

پورے منظر کو ذکر کیا کہ یہ جب اعمال نامے کو دیکھے گا تو اٹک اٹک کے کہے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ الگ الگ لفظ توڑ کر بولے گا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ ارے یہ کیسی کتاب ہے۔ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً چونکہ لفظوں کو توڑ توڑ کر بولے اس لئے قرآن کریم میں بھی جو لکھا گیا وہ بھی توڑ توڑ کر مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً یہ تو کسی عمل کو نہیں چھوڑتی اس کتاب نے ہر عمل کو ذکر کر دیا چاہے چھوٹا تھا یا بڑا۔

انسان کا ہر ہر عمل محفوظ ہے

اللہ نے انسان کے ہر عمل کو محفوظ کر رکھا ہے۔ کوئی عمل بھی انسان کا ضائع نہیں جاتا بہت سی نیکیاں ایسی ہوں گی جو انسان بھول چکا ہوگا لیکن اللہ یاد فرمائے گا تم نے یہ نیکی بھی کی تھی، تم نے یہ نیکی بھی کی تھی۔ ان ساری نیکیوں کو جمع کر لیا جائے گا اور بہت سی برائیاں بھی ہوں گی جو اسے یاد نہیں ہوں گی لیکن اللہ پاک اسے اس کے سامنے کر دیں گے اسی لیے کہا گیا ہے کہ کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھا جائے اور کسی گناہ کو معمولی نہ سمجھا جائے اس لیے کہ ہر چیز محفوظ ہو رہی ہے نیکی کے کسی عمل کو حقیر مت سمجھیں، اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا عمل کیوں نہ ہو خواہ تم نے اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ محبت کے ساتھ گفتگو کی ہے، مسکرا کر ملے ہو، مصافحہ کیا ہے، سلام کیا ہے، تعزیت کی ہے، محبت کے دو بول بولے ہیں، راستے سے کانٹا ہٹا دیا ہے، کسی دکھی کے کام آگئے ہو، کسی کو اللہ کی رضا کے لیے خوش کر دیا، تو فرمایا کسی بھی عمل کو حقیر مت سمجھو۔

آخرت میں صرف اعمال چلیں گے

یہ حدیث بخاری اور مسلم میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! تم میں ہر ایک آدمی اللہ سے بات کرے گا، نہ کوئی بیچ میں ترجمان ہوگا، نہ کوئی بیچ میں حجاب اور رکاوٹ ہوگی پھر دائیں دیکھے گا تو اعمال نظر آئیں گے، سامنے دیکھے گا تو اعمال نظر آئیں گے، بائیں دیکھے گا تو اعمال نظر آئیں گے صرف اعمال ہی اعمال اور کچھ نہیں، دائیں جانب جماعت اور پارٹی نہیں ہوگی بائیں جانب خاندان اور رشتے دار نہیں ہوں گے سامنے کرسی، اقتدار، عزت وجاہت نہیں ہوگی ہر طرف اعمال ہی اعمال ہوں گے، لہٰذا فرمایا: اِتَّقُو النَّارَ جب اعمال ہی کام آنے والے ہیں تو پھر جہنم کی آگ سے بچو۔ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ اگرچہ کسی غریب کو ایک کھجور کا ٹکڑا ہی دے کر سہی، اس کو بھی حقیر مت سمجھو۔

اصلاحِ انسانی کے لیے چند تدابیر

حدیث :...... مسلم میں روایت ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَحْقِرَنَّ مِنَ الْمَعْرُوْفِ شَیْئًا

نیکی کے کسی بھی کام کو حقیر مت سمجھو، حقیر سمجھ کر مت چھوڑو کہ میں ذرا سا نیکی کا کام کروں گا۔

اللہ کو راضی رکھنے کا عزم کر لیجئے

ارے جتنی بھی اللہ توفیق دے تہیہ کرلو، ارادہ کرلو مجھے تو صبح سے شام تک

اس طریقے سے زندگی گزارنی ہے کہ میرا اللہ مجھ سے راضی ہو جائے صبح اٹھا ہے تو اس کے رجسٹر میں نیکیوں کا اندراج شروع ہو گیا، پہلے تو نیت اچھی کی اور اس کے بعد وضو کیا، بچوں کو اٹھایا، خود نماز کے لیے چلا، تلاوت کی، دن بھر رزق حلال کماتا رہا، ایک ایک عمل نیکیوں میں شمار ہو رہا ہے اور لکھا جا رہا ہے اللہ کے ہاں کوئی عمل بھی ضائع نہیں جا رہا۔

تصحیحِ نیت

علماء فرماتے ہیں اپنی اصلاح کے لیے چند چیزیں ضروری ہیں پہلی چیز ہے کہ نیت کر لیں مجھے اللہ کی رضا کے مطابق پوری زندگی گزارنی ہے ایک تو یہ کہ پوری زندگی کی نیت کر لیں، ایک یہ کہ پورے سال کی نیت کر لیں، ایک یہ کہ پورے مہینے کی نیت کر لیں اور ایک یہ کہ ہر دن کی نیت کر لیں ارے نیت کرنے میں کیا حرج ہے۔ اے اللہ کے بندو! اصل میں ہم چاہتے ہی نہیں کہ اللہ کی رضا کے مطابق زندگی گزرے، سال گزرے، آج کا دن گزرے صبح اٹھتے ہی اور رات کو سوتے ہوئے بھی برائی کے منصوبے بنا رہا ہے اور صبح کو اٹھتے ہی پھر ان کے مطابق عمل شروع ہو گیا ہم چاہتے ہی نہیں، ارے نیت کر لو، نیت کرنے میں کیا جاتا ہے، کیا خرچ ہوتا ہے، کون رکاوٹ ڈالتا ہے اور نیت ایک ایسا عمل ہے جو صرف بندے کے درمیان اور اللہ کے درمیان ہے کسی کو کچھ پتہ نہیں ہے کیا سوچ رہا ہے۔ تو سب سے پہلے نیت کر لیں، شرط لگا لیں آج کا دن تو اللہ کی رضا کے مطابق گزاروں گا پھر اپنے

اوپر نظر بھی رکھے کہ واقعی پورا دن اللہ کی رضا میں گزر رہا ہے اور شام کو سوتے وقت ذرا پورے دن کا حساب بھی کرے ارے ایک دوکاندار حساب کرتا ہے آج کا دن کیسا گزرا؟ یہ مہینہ کیسے گزرا؟ یہ سال کیسا گزرا؟ تو ایک مومن بھی اسی طریقے سے حساب کرلے دوکانداروں اور تاجروں کو تو حساب کرنے کے لیے منشی رکھنے پڑتے ہیں، بعض اوقات حساب کے لیے باہر سے لوگ لانے پڑتے ہیں لیکن یہاں تو کسی کی بھی ضرورت نہیں ہے خود ہی بیٹھ کر حساب کرے کیسے دن گزارا، دو منٹ لگیں گے۔

کوتاہی کی صورت میں اپنے اوپر جرمانہ عائد کریں

ایک چوتھی چیز یہ کہ نیت کرلے کہ آج اتنی تلاوت کروں، اگر کوئی گناہ ہوجائے تو جرمانہ لگالے تو انشاء اللہ العزیز بتدریج اصلاح ہوجائے گی، اگر واقعی ہم اپنی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ تو عرض یہ کر رہا تھا فرمایا کسی بھی نیکی کے عمل کو حقیر مت سمجھو کیونکہ اللہ کے ہاں ہر عمل محفوظ ہو رہا ہے چاہے وہ نیک عمل ہو یا کہ برا عمل ہو۔

قیامت کے دن نیک اور بد حسرت کریں گے

اور اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے آپ کو ملامت کرے گا نیک بھی ملامت کرے گا اور بد بھی ملامت کرے گا بد تو ملامت کرے گا اس لیے کہ میں گناہوں سے باز کیوں نہ آیا اور نیک ملامت کرے اس لیے کہ میں تو اور نیکی کر سکتا تھا میں نے اور نیکی کیوں نہ کی اور کر

سکتا تھا آج جب قدر ہوئی۔ آپ جانتے ہیں ایک شخص نے پندرہ سال، سولہ سال اسکول کالج میں پڑھا اب پڑھنے کے بعد وہ اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے کہ میں نے بہت دن ضائع کیے اور محنت کر لیتا۔

سورۂ زلزال سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا رونا

فَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ خَيۡرًا يَّرَهٗ ۝٧ وَمَنۡ يَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٨

جس نے ایک رائی کے دانے کے برابر بھی عمل کیا ہو گا وہ اس کو دیکھ لے گا، رائی کے دانے کے برابر برائی کی ہو گی وہ اس کو دیکھ لے گا

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی ہے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سورۂ اذا زلزلت نازل ہوئی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اس سورت کو سنا تو رونے لگے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابو بکر! رضی اللہ عنہ کیوں رو رہے ہو؟ عرض کیا اے اللہ کے نبی! مجھے اس سورت نے رلا دیا ہے اللہ کہہ رہا ہے قیامت کے دن سارے اعمال سامنے آجائیں گے نیک بھی اور بد بھی اگر بڑے اعمال ہمارے سامنے آگئے تو ہماری مغفرت تو نہیں ہو سکے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دی کہ اے ابو بکر! رضی اللہ عنہ انسان سے گناہ بھی ہوتے ہیں لیکن گناہ کرنے کے بعد اگر توبہ کر لے تو اللہ پاک اس کی مغفرت فرما دیتے ہیں، اگر تم سے کوئی گناہ نہ ہوتا اور تم اللہ سے مغفرت طلب نہ کرتے تو اللہ تمہیں ختم کر دیتا

اور کوئی ایسی مخلوق پیدا کرتا جس سے گناہ ہوتے اور وہ اللہ کے سامنے روتی، گڑگڑاتی اور توبہ کرتی تو اللہ پاک اس کو معاف کر دیتا اے ابوبکر! یہ مت سوچو کہ تم سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا یا کسی انسان سے کوئی گناہ نہیں ہوسکتا۔ اور اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسان برے اعمال دیکھے گا، تو مؤمن بھی پھنس جائیں گے نہیں ایک مومن کے پاس نیکیاں بھی ہوں گی برائیاں بھی ہوں گی اس کی نیکیاں برائیوں کے لیے کفّارہ بن جائیں گی اور ایک کافر کے پاس نیکیاں بھی ہوں گی برائیاں بھی ہوں گی لیکن چونکہ ایمان نہیں تھا اس لیے اس کی نیکیاں اس کے کسی کام نہیں آئیں گی۔

میرے بزرگو اور دوستو!

اسی آخری آیت کریمہ میں جو بات بیان فرمائی گئی اس بات کو پلے باندھ کر اور ذہن میں بٹھا کر زندگی گزاری جائے:

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝

ہمیں قیامت کے دن اپنے سارے اعمال کو دیکھنا ہوگا نیک اعمال کو بھی اور برے اعمال کو بھی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ اللہ پاک ہمیں ایسی زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے کہ قیامت کے دن ہمیں اللہ پاک کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہونا پڑے۔ (آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

ایک نفسیاتی بیماری
اور
اس کا علاج

از افادات

داعی قرآن، مفسرِ قرآن

حضرت مولانا محمد اسلم شیخوپوری رحمۃ اللہ علیہ

جمع وترتیب

مولانا اشفاق احمد

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبہ عمر فاروق

۞......انسان کو کون سی نفسیاتی بیماری لاحق ہوتی ہے؟

۞......کیا مال و دولت کمانے سے اسلام نے منع کیا ہے؟

۞......کیا مال و دولت کمانا بھی عبادت بن سکتا ہے؟

۞......دل کی سختی کیسے دور ہو سکتی ہے؟

۞......علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین کیا ہے؟

۞......کیا انعامات الہیہ کے متعلق باز پرس ہوگی؟

۞......ایک حیرت انگیز سوچ اور اس کی اصلاح کی ضرورت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ ط اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ۙ﴿۱﴾ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ؕ﴿۲﴾ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ۙ﴿۳﴾ ثُمَّ كَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ؕ﴿۴﴾ كَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡيَقِيۡنِ ؕ﴿۵﴾ لَتَرَوُنَّ الۡجَحِيۡمَ ۙ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيۡنَ الۡيَقِيۡنِ ۙ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ يَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِيۡمِ ﴿۸﴾

صَدَقَ اللّٰہُ الۡعَظِیۡمُ

میرے محترم بزرگو اور دوستو! میری ماؤں، بہنو اور بیٹیو!

اس سورت کا نام سورۂ تکاثر ہے اس لیے کہ اس کی پہلی آیت کریمہ میں تکاثر کا لفظ آیا ہے اَلۡهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ اس میں آٹھ آیات ہیں۔

تکاثر کا معنی کیا ہے؟

اس سورت میں انسان کی ایک نفسیاتی بیماری بیان کی گئی ہے جو بعض انسانوں کو لاحق ہو جاتی ہے اور اس بیماری کا نام تکاثر ہے۔ تکاثر کا معنٰی کیا ہے؟ کثرت کی طلب، کثرت کی خواہش یعنی دنیا کی ہوس، مال اور دولت

کے اعتبار سے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ، معیارِ زندگی کی بلندی اور بلندی مکان میں، گاڑی میں، مسابقت شادی بیاہ کی رسموں میں، مسابقت زندگی کا معیار بلند کرنے میں، مسابقت یعنی ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کا جذبہ اور مزید در مزید مال کمانے کی ہوس یہ تکاثر کا معنیٰ ہے۔

حصولِ رزق حلال بھی عبادت ہے

ویسے تو آپ سنتے رہتے ہیں، اکثر عرض کرتا رہتا ہوں کہ مال و دولت کمانے سے اسلام نے منع نہیں کیا بلکہ بعض صورتوں میں تو ترغیب دی گئی ہے تجارت کر کے محنت و مزدوری کر کے، ملازمت کر کے بیوی بچوں، والدین اور دوسرے قریبی رشتوں داروں کے حقوق ادا کرنا لازم ہے اور جب نیک نیتی کے جذبے سے بندہ محنت کرے گا، رزق حلال کمائے گا، چوکیداری کرے گا، ٹوکری اٹھائے گا، ٹھیلہ لگائے گا، دوکان کھولے گا، کوئی ملازمت کرے گا، کوئی صنعت اور فیکٹری لگائے گا تو یہ کام اللہ کے ہاں دین شمار ہوں گے، نیکی شمار ہوں گے اس پر بھی اس کو صلہ اور اجر ملے گا۔ تو ضروریات زندگی پوری کرنے کے لیے اور واجب حقوق ادا کرنے کے لیے مال کمانا اور چیز ہے اور مال کی حرص میں مبتلا ہو جانا اور چیز ہے۔

مال کی ہوس نے کس چیز سے غافل کیا؟

تو یہاں حرص اور ہوس کو بیان کیا گیا ہے

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ① (تمہیں تکاثر نے غافل کر دیا ہے۔)

کثرت کی طلب نے اور مال کی ہوس نے تمہیں غافل کر دیا، فرائض سے غافل کر دیا، حقوق سے غافل کر دیا، نماز سے غافل کر دیا، اللہ کے ذکر سے غافل کر دیا، آخرت کی زندگی سے غافل کر دیا۔

حرص کی بیماری بڑھتی ہی رہتی ہے

اور جن لوگوں کو یہ بیماری لاحق ہو جاتی ہے تو پھر ان کا علاج بڑا مشکل ہوتا ہے ایسا نہیں کہ ان کو زیادہ مل جائے تو ان کی حرص اور ہوس ختم ہو جائے گی اور اس بیماری کا علاج ہو جائے گا یہ تکاثر کی بیماری ان کے اندر سے ختم ہو جائے گی۔ نہیں جتنا مال بڑھتا چلا جاتا ہے اتنی ہی یہ بیماری بڑھتی چلی جاتی ہے جیسے کہ ایک بیماری ہے جس کو جُوْعُ الْبَقَرِ کہتے ہیں جُوْعُ الْبَقَرِ کا معنیٰ ہے گائے جیسی بھوک، جن انسانوں کو یہ بیماری لگ جائے وہ جتنا بھی کھاتے ہیں پیٹ نہیں بھرتا، بعض لوگوں کو پیاس کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے وہ جتنا بھی پیتے رہیں پیٹ پھٹنے کو آجاتا ہے لیکن پیاس کی بیماری ختم نہیں ہوتی ہے۔ تو ایسے ہی وہ لوگ جن کو مال کی حرص لگ جاتی ہے تو پھر جتنا بھی زیادہ آجاتا ہے تو یہ بیماری بڑھتی ہی چلی جاتی ہے گھٹتی نہیں ہے۔

ابنِ آدم کی حرص

بخاری شریف کی ایک حدیث ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَوْ كَانَ لِابْنِ آدَمَ وَادِيًا مِّنْ ذَهَبٍ أَحَبَّ أَنْ يَكُوْنَ

لَهٗ وَادِيَانِ
اگر انسان کو سونے کی ایک وادی مل جائے پہاڑوں کے درمیان جو وادی ہوتی ہے پوری وادی سونے کی بھری ہوئی مل جائے تو اسے خواہش ہوگی۔ کاش دو وادیاں مل جائیں۔

وَلَنْ يَمْلَأَ فَاهُ إِلَّا التُّرَابُ
اس کے منہ کو، اس کے پیٹ کو قبر کی مٹی کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں بھر سکتی۔
وَيَتُوبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَاءُ (اللہ جسے چاہے اس بیماری سے بچالے۔)

ورنہ مال و دولت کی کثرت اس بیماری کا علاج نہیں ہے اور جسے اللہ توفیق دے اس کے پاس بقدر ضرورت ہوگا لیکن وہ اپنے دل کے اندر ایک اطمینان محسوس کرے گا، قناعت محسوس کرے گا۔

اصل مال داری کیا ہے؟

اسی بات کو ایک دوسری حدیث میں بیان فرمایا وہ بھی بخاری شریف کی حدیث ہے:

لَيْسَ الْغِنٰى عَنْ كَثْرَةِ الْعَرَضِ وَتَكُوْنُ الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ
مال و دولت کی کثرت کا نام غنیٰ اور مالداری نہیں ہے بلکہ غنیٰ کا تعلق تو انسان کے نفس کے ساتھ ہے۔

بعض لوگوں کے پاس بہت تھوڑا مال ہوتا ہے لیکن وہ دل کے غنی ہوتے ہیں ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ دل کے غنی تھے ایسا بھی ہوتا تھا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں، پکانے کو کچھ نہیں، کئی کئی دن سے فاقے پڑ رہے

ہیں لیکن آپ ﷺ ضرورت مندوں، فقراء اور غرباء کے کام کر رہے ہوتے تھے۔ تو دل کا غنیٰ جس کو حاصل ہو جائے تو وہ اس بیماری سے بچ سکتا ہے لیکن اگر دل کا غنیٰ حاصل نہ ہو تو پھر اس بیماری کا علاج نہیں ہو سکتا۔

پچھلی امتوں والی بیماریاں

احیاء العلوم میں امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل کی حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ عنقریب میری امت کو بھی وہ بیماری لاحق ہو جائے گی جو بیماری پہلی امتوں کو لاحق ہوئی، پوچھا گیا یا رسول اللہ! پہلی امتوں کی بیماری کون سی تھی؟ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا:

اَلْحَسَدُ وَالْبَطَرُ وَالتَّكَاثُرُ وَالتَّنَافُسُ فِي الدُّنْيَا

پہلی امتوں کو جو بیماری لاحق ہوئی وہ ہے آپس میں حسد کی بیماری، اکڑنے کی بیماری، تکاثر یعنی مال کی طلب کی بیماری، دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی بیماری۔ اور جب یہ بیماری ہوئی تو پھر وہ ایک دوسرے پر زیادتیاں کرنے لگے، پھر ان کے درمیان قتل وقتال کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

اِن روحانی بیماریوں کا نتیجہ

اگر آپ غور کریں تو حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث ہمارے حالات پر بالکل صادق آ رہی ہے اکڑنے کی بیماری، تکبر کی بیماری، حسد کی بیماری، ایک

دوسرے سے زیادہ مالدار ہونے کی بیماری اور دنیا میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی بیماری اور اس بیماری نے ہمیں سرکشی، چوری، ڈاکے، ایک دوسرے کے حقوق غصب کرنے، ایک دوسرے کے حقوق دبا لینے اور پھر ایک دوسرے کی جان کے ساتھ کھیل لینے تک پہنچا دیا۔

مال کی محبت

ایک اور روایت ہے ترمذی میں حضرت مطرف رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو آپ سورۂ تکاثر پڑھ رہے تھے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ①

پھر فرمایا کہ انسان کہتا ہے

مَالِیْ مَالِیْ (میرا مال، میرا مال،)

میری کوٹھی، میرا بنگلہ، میری دکان، میری فیکٹری، میرا خزانہ، میرا بینک بیلنس، مَالِیْ مَالِیْ اپنے مال کو بڑا یاد کرتا ہے اپنے مال پر بڑا فخر کرتا ہے۔

انسان کا ذاتی مال

لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَهَلْ لَّكَ مِنْ مَّالِكَ اِلَّا مَا تَصَدَّقْتَ

تیرا مال وہ ہے جو تو نے اللہ کے راستے میں صدقہ کر دیا۔

اللہ کے راستے میں دے دیا، یہ تمہارے ایسے اکاؤنٹ میں جمع ہو گیا جہاں بڑھوتری تو ہے لیکن گھاٹا اور نقصان نہیں ہے

اَوْ اَکَلْتَ فَاَفْنَیْتَ (یا تمہارا مال وہ ہے جو تم نے کھالیا اور ختم کر دیا۔)

اَوْ لَبِسْتَ فَاَبْلَیْتَ (یا تمہارا مال وہ ہے جو تم نے پہن لیا اور پرانا کر دیا۔)

باقی تو تمہارے ورثاء کا ہے اور ورثاء تمہارے مال سے کیا کریں گے؟ ممکن ہے کہ یہ مال ان کو آپس میں لڑا دے، یہ مال ان کے درمیان نفرتیں پیدا کر دے، ممکن ہے کہ یہ مال ان کے اندر بے دینی پیدا کر دے، ان کے اندر فحاشی اور عریانیت پیدا کر دے باپ کا محنت سے کمایا ہوا مال تھا لاپرواہ اور بگڑی ہوئی اولاد کے ہاتھ آیا وہ فحاشی اور عریانیت کے راستے پر چل پڑی اور چند برسوں میں اڑا کر کنگلے اور فقیر ہو گئے۔ تو فرمایا کہ تمہارا مال تو یہ نہیں ہے جس مال پر تم فخر کرتے ہو تمہارا مال تو وہ ہے جو تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو یا تم جو کھا لیتے ہو یا جو تم پہن لیتے ہو باقی مال تمہارا نہیں ہے۔

کثرتِ مال کی طلب دین کی تباہی کا ذریعہ

عرض یہ کر رہا تھا کہ یہ تکاثر کی بیماری، کثرت مال کی طلب کی بیماری جس کو لاحق ہو جائے تو اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے بسا اوقات اس بیماری میں مبتلا انسان اپنے خونی رشتوں کو بھلا دیتا ہے، یہ بیماری اس کی دینداری کو تباہ کر دیتی ہے آپ اخبارات اٹھا کر دیکھئے سگے بھائیوں کے خون سے ہاتھ رنگتے ہیں، سگی بہنوں کو قتل کرتے ہیں، بعض اوقات اس مال کی خاطر ماں باپ کو قتل کر دیا جاتا ہے، تو یہ بیماری انسان کے لیے ایسی نقصان دہ ہے کہ اس کے دین کو تباہ کر دیتی ہے۔

ترمذی شریف کی ایک روایت ہے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا دو بھوکے بھیڑیے اگر بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا نقصان نہیں کرتے جتنا کہ مال و دولت کی حرص انسان کے دین کا نقصان کرتی ہے، جب مال و دولت کی حرص میں مبتلا ہو گیا تو پھر وہ جائز ناجائز، حلال اور حرام کے تقاضوں کو فراموش کر دیتا ہے

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ ①

اے انسانو! تمہیں ہلاکت میں ڈال رکھا ہے کثرت کی طلب نے، کوئی حد ہی نہیں کہ ایک حد ہو کہ یہاں تک مجھے مل جائے تو صبر آ جائے، نہیں! مزید درمزید کی خواہش میں مبتلا ہے اور مال گویا کہ ضروریات کے لیے حاصل نہیں کر رہا بلکہ مال برائے مال صرف نام ونمود کے لیے، ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کے لیے حاصل کر رہا ہے۔

کثرت مال کی طلب کی جائز صورت

ہاں ایک صورت ہو سکتی ہے کہ مال و دولت کماتا ہے اور دل میں آرزو یہ رکھتا ہے، ارادہ یہ رکھتا ہے کہ اللہ کے دیے ہوئے مال کو اللہ کے غریب بندوں پر خرچ کروں گا، بیواؤں پر خرچ کروں گا، یتیموں پر، مسکینوں پر، آفت زدہ انسانوں پر، اپنے غریب رشتے داروں پر، اپنے کمزور و قریبی عزیزوں پر خرچ کروں گا، اس مال کو مسجد بنانے کے لیے خرچ کروں گا، مدرسہ بنانے کے لیے خرچ کروں گا، دین کی اشاعت کے لیے خرچ کروں گا

،کفر کے توڑ کے لیے خرچ کروں گا، اللہ کے نام کی سربلندی کے لیے خرچ کروں گا، کافروں کی سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لیے خرچ کروں گا۔ تو پھر جتنا بھی کما لے تو اس کا کمانا عبادت بن جائے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مال داری کا مقصد

ایک نیک مقصد سامنے ہو وہ مقصد جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا تھا بہت بڑے مالدار انسان تھے، لاکھوں کروڑوں کے مالک تھے، بڑے بڑے تجارتی قافلے لگے بندھے آتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مطالبہ کرتے اللہ کے دین کے۔ لیے، مجاہدین کی تیاری کے لیے، مال کو وقف کر دیتے اگر یہ نیت نہیں ہے محض دنیا پر فخر اور دوسروں پر اپنی برتری جتلانا مقصود ہے تو پھر مال میں آگے بڑھنا تباہی اور بربادی کا ذریعہ ہے۔ آگے فرمایا:

حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝٢ (یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچو۔)

قبر میں پہنچنے تک یہ بیماری ساتھ لگی رہتی ہے، جوانی سے بڑھاپے پر آجاتا ہے لیکن یہ بیماری ساتھ نہیں چھوڑتی بلکہ اور بڑھتی جاتی ہے۔

دو چیزیں ہمیشہ جوان رہتی ہیں

ایک حدیث میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن دو چیزیں اس میں جوان ہو جاتی ہیں اور وہ دو چیزیں کون سی ہیں؟ ایک مال کی حرص اور دوسری لمبی لمبی امیدیں اور منصوبے اور لمبی زندگی کا ارادہ یہ دو چیزیں جوان ہو جاتی ہیں، بڑھاپے میں بھی یہ بیماری ختم نہیں

ہوتی بلکہ اس وقت تک یہ بیماری ساتھ لگی رہے گی جب تک کہ یہ قبر میں نہیں جا پہنچتا اور آپ جانتے ہیں کہ قبر میں یہ مال و دولت ساتھ نہیں جائے گا بلکہ قبر میں تو اعمال و ایمان ساتھ جائیں گے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت کے ساتھ تین چیزیں جاتی ہیں دو چیزیں واپس آ جاتی ہیں اہل وعیال، رشتے دار، دوست واحباب اور مال، اور ایک چیز اس کے ساتھ جاتی ہے اور وہ ہیں اس کے اعمال۔

زیارت قبور کے شرعی احکام

یہاں مفسرین نے زیارت قبور کی بھی بحث کی ہے قبروں کی زیارت کرنا اس کا کیا حکم ہے؟ تو جواب یہ ہے کہ قبروں کی زیارت جائز ہے جبکہ شریعت کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے اور قبروں کی زیارت کو ایک تفریح جشن اور فیشن نہ بنا لیا جائے جیسا کہ بعض لوگ کرتے ہیں خاص مہینوں میں، شعبان کے مہینے میں جا رہے ہیں، ایک جشن کی سی صورت ہے، بے پردہ عورتیں بھی جا رہی ہیں، مرد بھی جا رہے ہیں، ہنستے کھیلتے قبروں کی طرف جا رہے ہیں اور ہنستے کھیلتے آ رہے ہیں۔

تو قبروں کی زیارت سے جو مقصد تھا وہ مقصد ہی پیش نظر نہیں ہوتا بلکہ ایک دکھلاوا سا، ایک تفریح سی ہے سب جا رہے ہیں کہ چلو ہم بھی جاتے ہیں کسی ایک کی آنکھوں میں آنسو نہیں ہیں، کسی ایک کے دل میں موت کا خوف

نہیں ہے، کسی ایک کے چہرے پر غم کے آثار نہیں ہیں، کس منزل کو دیکھ کر آیا ہوں کس جگہ کو دیکھ کر آیا ہوں، جہاں مجھے بہر صورت جانا ہے وہ چیز ہی پیش نظر نہیں ہے۔

ایک واقعہ

کہا جاتا ہے ایک اللہ والے، سادہ، درویش انسان تھے کسی نے ان کی چادر چوری کر لی وہ قبرستان میں جا کر بیٹھ گئے کسی نے کہا کہ عجیب آدمی ہو چور کو جا کر آبادی میں تلاش کرو تم یہاں ویرانے میں آ کر بیٹھ گئے ہو! اس نے کہا کہ میں اس لیے یہاں بیٹھا ہوں کہ کہاں چور کو تلاش کرتا پھروں گا یہاں تو ہر ایک کو آنا ہے چور بھی یہیں آئے گا۔

تو یہ نیت پیش نظر نہیں ہوتی کہ میں قبروں کی زیارت اس لیے کروں کہ میرا دل نرم ہو جائے مجھے اپنی آخری اور حقیقی منزل یاد آ جائے جس کی وجہ سے میں گناہوں سے رُک جاؤں، میرے دل میں موت کا خوف پیدا ہو جائے، آخرت کا خوف پیدا ہو جائے، وہ چیز ہی پیش نظر نہیں ہوتی اس طریقے سے قبرستان جانا اور اس کو جشن بنانا اور خواتین کا بے پردہ نا اور گناہوں کا ارتکاب کرنا یہ تو ناجائز ہے لیکن اگر شریعت کے آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو پھر قبروں کی زیارت کرنا سنت ہے۔

زیارتِ قبور کی اجازت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُوْرِ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ

میں تمہیں پہلے قبروں کی زیارت سے، قبرستان جانے سے منع کیا کرتا تھا لیکن اب تمہیں اجازت دے رہا ہوں قبرستان جایا کرو۔

ممانعت کی وجہ

پہلے حضور اکرم ﷺ کیوں منع کرتے تھے اس لیے کہ دلوں کے اندر جو شرکیہ عقائد جمے ہوئے تھے اللہ کے نبی ﷺ یہ چاہتے تھے کہ ان کی صفائی ہو جائے۔ قبر والوں سے امیدیں باندھتے تھے، ان سے مانگتے تھے، سجدے کرتے تھے، اور نذر و نیاز وہاں چڑھاتے تھے تو اللہ کے نبی ﷺ چاہتے تھے کہ شرکیہ عقائد کی نفرت دلوں میں بیٹھ جائے، عقیدہ توحید دلوں کے اندر جم جائے اور جب دیکھا کہ واقعی عقیدۂ توحید دلوں کے اندر جم گیا ہے اللہ کے ماسوا سے امیدیں دل سے نکل گئی ہیں، بتوں سے امیدیں دل سے نکل گئیں، قبر والوں سے امیدیں دل سے نکل گئی ہیں، غیر اللہ کی امیدیں دل سے نکل گئیں۔ کیسے نکلیں؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا موحدانہ نظریہ

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا وہ قول آپ نے سنا ہوگا جو انہوں نے حجرِ اسود کے سامنے کھڑے ہو کر کہا تھا اے حجرِ اسود! میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے

تو نہ نفع دے سکتا ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور میرے دل میں پتھروں کی ایسی نفرت بیٹھ گئی ہے کہ اگر میں نے حضور اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا لیکن میں اس لیے تجھے بوسہ دے رہا ہوں کہ میں نے اپنے آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ تجھے بوسہ دے رہے تھے وگرنہ میں اس لیے تجھے بوسہ نہیں دے رہا کہ تو مجھے کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے یا نفع پہنچا سکتا ہے، حجرِ اسود کو خطاب کر رہے ہیں جو کہ جنت کا پتھر ہے کہ تجھ سے بھی مجھے نفع و نقصان کی کوئی امید نہیں ہے۔ تو پہلے تو اللہ کے نبی ﷺ نے منع فرما دیا قبرستان جانے کی اجازت نہیں۔ بہت سی چیزیں ایسی تھیں کہ دلوں میں نفرت بٹھانے کے لیے ان سے منع کیا گیا مثال کے طور پر جن برتنوں میں شراب پی گئی ہو ان برتنوں کو استعمال کرنے سے منع فرما دیا کہ پاک کر کے، دھو کر کے بھی ان برتنوں کو تم استعمال نہیں کر سکتے آپ چاہتے تھے کہ دلوں کے اندر شراب کی خوب نفرت بیٹھ جائے جس برتن کو شراب لگ گئی اب اس برتن کو دھو کر بھی استعمال کرنا جائز نہیں ہے لیکن جب نفرت بیٹھ گئی تو اب اجازت دے دی گئی کہ برتن کو پاک کر کے دھو کر استعمال کیا جا سکتا ہے تو یوں ہی آپ ﷺ نے قبروں پر جانے سے منع کر دیا لیکن پھر آپ ﷺ نے اجازت دے دی اور ساتھ ہی مقصد بیان کر دیا:

فَإِنَّهَا تُزْهِدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

اس لیے کہ جب قبروں کو دیکھا جاتا ہے تو دنیا سے بے رغبتی دل میں پیدا ہوتی ہے اور آخرت کی یاد دل میں پیدا ہوتی ہے

قساوت قلب کا علاج

بعض علماء نے کہا ہے کہ دل کی سختی کے علاج کے لیے تین چیزیں مناسب ہیں:

۱۔ایک تو اللہ کی اطاعت کرنا۔

۲۔دوسری موت کو کثرت سے یاد کرنا۔

۳۔اور تیسری یہ کہ مسلمانوں کی قبروں کی زیارت کرنے سے دل کی سختی کا علاج ہوگا، دل کی قساوت کا علاج ہوگا، غفلت کا علاج ہوگا کہ میری بھی یہی منزل ہے، بالآخر مجھے بھی یہیں آنا ہے کب تک بچوں گا۔وہ کسی نے کہا۔

بچ گئے تو کہا کہ مر مر کے بچے
تو اس نے کہا کہ ہاں بچ بچ کے مریں گے

بھائی! کتنا عرصہ انسان بچے گا بالآخر موت ہے اس سے تو کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔تو قبروں کی زیارت اس لیے کرے کہ دل میں نرمی پیدا ہو، آخرت کی فکر پیدا ہو اور یہ تو اللہ والوں نے اپنا تجربہ لکھا ہے اور یہ تین چیزیں دل کے علاج کے لیے بتائیں ہیں۔

ہسپتالوں کا چکر اور نعمتوں کی قدردانی

میں ایک اور چیز کا اضافہ کرتا ہوں ظاہر ہے کہ یہ اضافہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ کوئی کہے کہ میں نے فرائض و واجبات میں اضافہ کر دیا ہے میرا ذاتی

تجربہ ہے کہ: کبھی کبھی ہسپتالوں کا بھی چکر لگانا چاہیے، ہسپتالوں میں پڑے ہوئے بیماروں کو دیکھنا چاہیے، ہسپتالوں کا چکر لگانے سے بھی اللہ یاد آتا ہے اور دل نرم ہوتا ہے اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے کی توفیق ہوتی ہے میں دو ٹائم کھا رہا ہوں لیکن کچھ نہیں سمجھتا کہ کتنی بڑی اللہ کی نعمت ہے، اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ رہا ہوں آپ مجھے دیکھ رہے ہیں، میں اپنی اولاد کو دیکھتا ہوں تو میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں، میرے دل کو سکون ملتا ہے میں ان آنکھوں سے اللہ کی کتاب کو دیکھتا ہوں، میں ان آنکھوں سے اللہ کے قدرتی نظارے دیکھتا ہوں، آسمان کو دیکھتا ہوں، ستاروں کو دیکھتا ہوں، چاند کو دیکھتا ہوں، سورج کو دیکھتا ہوں، زمین کو دیکھتا ہوں، دوست اور دشمن کو دیکھتا ہوں، نیک لوگوں کے چہرے کو دیکھتا ہوں، لیکن مجھے کبھی احساس نہیں ہوتا کہ آنکھیں اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہیں۔ چلتا پھرتا ہوں، خود لیٹرین میں جاتا ہوں، وضو خود کرتا ہوں، رکوع کرتا ہوں لیکن ہسپتال میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کی آنکھیں نہیں ہیں، ایسے لوگ بھی ہیں جو کئی کئی سالوں سے بستر پر پڑے ہیں، بستر پر لیٹے لیٹے جسم گل گئے، سوراخ ہو گئے، کروٹ نہیں بدل سکتے، پیشاب پاخانے سے عاجز ہیں، لیٹرین میں نہیں جا سکتے، چاہتے ہیں سجدہ کرنا لیکن سجدہ نہیں کر سکتے، چاہتے ہیں رکوع کرنا لیکن رکوع نہیں کر سکتے، چاہتے ہیں عبادت کرنا لیکن نہیں کر سکتے ایسی بیماری میں مبتلا ہیں، ایسی تکلیف میں مبتلا ہیں تو کبھی کبھی ہسپتالوں کا بھی چکر لگایا کریں ان میں سے جو دکھی اور بے سہارا لوگ ہیں ان کے کام آیا کریں، ان کے دکھ درد میں

شرکت کیا کریں۔

دل سوز واقعہ

کچھ عرصہ قبل عباسی ہسپتال (کراچی) میں جانے کا اتفاق ہوا اور بھی مریض تھے میں تو ایک خاص مریض کی عیادت کے لیے گیا تھا ایک نوجوان خوبصورت لڑکا، کسی بدبخت نے اس کے چہرے پر تیزاب ڈال دیا، آنکھوں کی بینائی بھی ختم ہوگئی، چہرے کی حالت بھی بگڑ گئی، وہ جو یاقوتی لب تھے وہ نیچے لٹک گئے، بدصورت بن گیا، اس کی عیادت کے لیے گیا، ہمارے محلے کا وہ غریب سا بچہ تھا تو پتہ چلا کہ ساتھ ہی قریب والے کمرے میں ایک بچہ تین سال سے پڑا ہوا ہے کسی پکوڑے والے کی دوکان پر کام کرتا تھا اتفاق سے نیچے جھکا چولہا سیدھا کرنے کے لیے تو کھولتا ہوا تیل اس کے جسم پر گر گیا اور جسم جل گیا اور ٹانگیں آپس میں ایسے جڑ گئیں جیسے ایک ٹانگ ہوتی ہے اور خودغرضی کی انتہاء دیکھئے کہ پتہ چلا کہ اور تو رشتے دار اس کی عیادت کے لیے کیا آئیں گے ماں باپ بھی صرف دو یا تین بار آئے ہیں دگرنہ کوئی پوچھتا ہی نہیں ہے۔

مقام شکر

تو بھائی! ان چیزوں کو دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کیا جائے، میں بیمار ہو گیا ہوں، کوئی تکلیف ہوگئی، میری بیوی میرے درد میں شریک ہے، میری والدہ میرے درد میں شریک ہے، میری اولاد میرے درد میں شریک ہے، میرے

دوست احباب میرے درد میں شریک ہیں کتنے ایسے بھی ہیں جن کے درد میں کوئی بھی شریک نہیں ہے تو ایسے لوگوں کے درد میں شریک ہوا جائے۔

مسلمانوں کا احساس پیدا کیجئے

پچھلے دنوں اخبار میں پڑھا آج حال یہ ہے بعض لوگ مجبوری کی بناء پر اپنا خون تک بیچ رہے ہیں، اپنا گردہ تک بیچ رہے ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ اس میں بہت سے ہیرونچی اور نشے کرنے والے افراد بھی ہیں لیکن ایسے بھی ہیں جو اپنی مجبوریوں کی بناء پر ایسا کر رہے ہیں، کوئی شادی بیاہ کی رسمیں سرانجام دینے کے لیے، کوئی ناک اونچی رکھنے کے لیے، کوئی معاشرے میں اپنا سر اونچا رکھنے کے لیے گردہ بیچ رہا ہے، خون بیچ رہا ہے، تاکہ جہیز کا کہیں نہ کہیں سے انتظام کر سکوں۔ تو اللہ کے بندو! ہم تو مسلمان ہیں اللہ کے نبی ﷺ نے ہمیں ایک جسم کی طرح قرار دیا ہے جسم کے ایک حصے میں درد ہو تو سارا جسم اس میں مبتلا ہوتا ہے کیا وجہ ہے کہ ہمارے بہت سارے بھائی درد میں مبتلا ہیں لیکن ہمیں ان کے درد کا احساس نہیں ہوتا، عرض یہ کر رہا تھا کہ علماء نے دل کے علاج کے لیے یہ تین چیزیں بتلائی ہیں اللہ کی اطاعت، موت کو کثرت سے یاد کرنا، اور قبروں کی زیارت کرنا، فرمایا کہ یہ تین طریقے اختیار کیے جائیں تو دل کی قساوت اور غفلت دور ہوتی ہے، اللہ یاد آتا ہے اور دنیا کے مزے اور لذتیں ہیچ پڑ جاتی ہیں۔

بعض خوش نصیب ایسے بھی ہیں

آج ایک عجیب بات ذہن میں آرہی تھی وہ عرض کردوں یہ جو فرمایا تمہیں تکاثر نے غفلت میں ڈال رکھا ہے دنیا کی کثرت کی طلب نے تم کو دین سے غافل کر دیا ہے۔ لیکن بعض ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں جن کو دین کی کثرت کی طلب، نیکیوں کی کثرت کی طلب، اللہ کی رضا کی طلب اور آخرت کی تیاری کی فکر دنیا سے غافل کر دیتی ہے ایسے خوش نصیب بھی ہوتے ہیں اور بعض لوگ ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں تو ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس کام میں لگے ہوئے ہیں؟ اس کا کیا فائدہ یہ جو دین میں لگے ہوئے ہیں، دین کی دعوت میں لگے ہوئے ہیں، یہ دین کی تبلیغ میں لگے ہوئے ہیں، دین کی فکر میں لگے ہوئے ہیں۔ اس کا کیا فائدہ؟ وہ اس کو بے فائدہ اور فضول کام سمجھتے ہیں بعض لوگوں کی عقل تو ایسے جواب دے جاتی ہے وہ معاذ اللہ! سمجھتے ہیں کہ یہ جو دین کا کام کررہے ہیں یہ سب یہودیوں اور غیر ملکی سرمایہ سے کام کررہے ہیں۔

ایک حیرت انگیز سوچ

پچھلے دنوں نمازِ جمعہ کے موقع پر ایک صاحب نے پرچہ بھیجا اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہ جو تبلیغی جماعت والے ہیں ان کو امریکہ امداد دیتا ہے اور اس کے سرمائے سے یہ ملک اور بیرون ملک تبلیغ کے لیے جاتے ہیں۔ اللہ اکبر یعنی

ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی شخص اپنی جیب سے روپیہ لگا کر اللہ کے دین کے لیے جا سکتا ہے، ارے یہودیوں اور عیسائیوں کی لیٹرینیں صاف کرنے کے لیے، ان کی گاڑیاں صاف کرنے کے لیے، ان کی سڑکوں پر جھاڑو دینے کے لیے، ان کے کتوں کو ناشتہ کرانے کے لیے اور غلیظ لوگوں کی خدمت کے لیے اور ان کے بوٹ پالش کرنے کے لیے تو جا سکتے ہیں یہ بات تو ان کی سمجھ میں آتی ہے لیکن یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی کہ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ کی رضا کے لیے جاتے ہیں یہ بات مسلمان کی سمجھ میں نہیں آتی۔ آج دنیا مسلمان کے ذہن پر اتنی چھا گئی ہے کہ وہ سمجھتا ہے کہ جو دین کا کام کر رہا ہے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کوئی اللہ کی رضا کے لیے کر رہا ہو، یہ غیر ملکی سرمائے سے کر رہے ہیں، مجاہدین شہید ہو رہے ہیں کہتے ہیں کہ یہ غیر ملکی سرمائے سے چل رہے ہیں ارے اللہ کے بندے! اس مجاہد نے جان دی ہے ایک لاکھ لے کر دو لاکھ لے کر؟ بے وقوف! میں تجھے پانچ لاکھ دیتا ہوں تو بھی گولی کھا کر دکھا پتہ چلے کہ واقعی چند روپوں کی خاطر اپنی جان دی جا سکتی ہے۔

آج بھی مخلص لوگ موجود ہیں

الحمدللہ آج بھی لوگ موجود ہیں جو اللہ کا دیا ہوا سرمایہ اللہ کی رضا کے لیے اللہ کے دین پر خرچ کر رہے ہیں۔ اگر ایسے لوگ بالکل ختم ہو جاتے تو قیامت آ جاتی۔ ہاں الحمدللہ آج بھی یہ مسجدیں آباد ہیں، ایک سے بڑھ کر ایک مسجد تعمیر ہو رہی ہے حکومت مدرسے بند کرنا چاہتی ہے اور ہر سال سینکڑوں

مدرسے اور کھل جاتے ہیں الحمد اللہ دین کی دعوت پھیلتی چلی جارہی ہے اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیسے ہو رہا ہے اللہ دلوں میں پیدا کر رہا ہے، خدا کی قسم! اللہ دلوں میں پیدا کر رہا ہے یہ میرے اور آپ کے بس کی بات نہیں ہے کہ کسی کے دل میں جذبہ پیدا کر دیں اس لئے کہ اپنے خون پسینے کی کمائی کی حرص وہوس دین سے غافل کر دیتی ہے اور بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو نیکیاں کمانے کی طلب اور آخرت میں مرتبہ اور مقام حاصل کرنے کی فکر اور اللہ کی رضا کا جذبہ دنیا سے غافل کر دیتا ہے۔ آگے فرمایا:

كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞

ہرگز نہیں عنقریب جان لوگے۔

ارے احمقوں! زندگی یہی نہیں جو تمہیں نظر آرہی ہے اصل زندگی تو ایک اور ہے جو اس زندگی کے اختتام پر آنے والی ہے۔ اگر تم نے اپنی روش نہ بدلی تو اس دنیا میں بھی دیکھ لوگے اور آخرت میں تو دیکھ ہی لوگے۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞

پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان لوگے۔

دومرتبہ کہنے کی وجہ

بعض نے کہا کہ یہ جو دومرتبہ فرمایا:

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۞ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ۞

پہلے کا تعلق دنیا کے ساتھ ہے عنقریب تم اسی دنیا میں دیکھ لو گے کہ یہ تکاثر کی بیماری، یہ کثرت کی طلب کی بیماری تمہیں فائدہ نہیں دے گی یہ تمہیں نقصان دے گی اس کا انجام اچھا نہیں ہوگا۔

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾

پھر آخرت میں بھی جان لو گے، اور بعض حضرات نے کہا کہ یہ تاکید کے لئے فرمایا ہرگز نہیں عنقریب تم جان لو گے عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا۔

یقین کی کمی

كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ﴿۵﴾

اگر تم یقین کے ساتھ جانتے ہوتے تو یہ کثرت کی طلب تمہیں دین سے غافل نہ کرتی، یہ کثرت کی طلب تمہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور آخرت سے غافل نہ کرتی۔ لیکن چونکہ یقین کی کمی ہے اس لئے تم غفلت میں پڑ گئے۔

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ﴿۶﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ ﴿۷﴾

تم ضرور جہنم کو دیکھو گے، پھر کہہ رہا ہوں تم ضرور جہنم کو دیکھو گے اور عَيْنَ الْيَقِيْنِ کے ساتھ دیکھو گے۔

یاد رکھیئے کہ دنیا میں عِلْمُ الْيَقِيْنِ تو ہوجائے گا لیکن عَيْنُ الْيَقِيْنِ اور حَقُّ الْيَقِيْنِ نہیں ہوگا۔ عَيْنُ الْيَقِيْنِ اور حَقُّ الْيَقِيْنِ تو آخرت میں ہی ہوگا۔

حَقُّ الْیَقِیْنِ اور عَیْنُ الْیَقِیْنِ کیا ہے؟

مثال کے طور پر سمجھاتا ہوں کہ ایک شخص نے مکہ اور مدینہ نہیں دیکھا دوسرا شخص اس کو بتاتا ہے کہ اس دنیا میں مکہ اور مدینہ نام کے دو شہر ہیں وہاں اللہ کا گھر ہے، حضور اکرم ﷺ کا روضہ ہے یہ باتیں سن کر اس کے دل میں یقین آجاتا ہے یہ تو عِلْمُ الْیَقِیْنِ ہوگیا اور ایک وہاں چلا جاتا ہے اور اپنی آنکھوں سے جا کر اللہ کے گھر کو دیکھ لیتا ہے، حضور اکرم ﷺ کے روضے کو دیکھ لیتا ہے یہ عَیْنُ الْیَقِیْنِ ہوگیا۔

اسی طریقے سے آگ کی مثال دی جاتی ہے کوئی ہمیں بتاتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے ہمیں اس کی خبر پر یقین ہے یہ علم الیقین ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا آگ جلا رہی تھی تو یہ عین الیقین ہے اور اللہ نہ کرے ہم نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا اور ہاتھ ڈالنے سے ہمارا ہاتھ جل گیا یہ حق الیقین ہے۔

آخرت کے جو معاملات ہیں دنیا میں ان کا یقین تو حاصل ہوسکتا ہے لیکن عین الیقین اور حق الیقین وہیں پر حاصل ہوگا، جب ہم اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے یہ جہنم ہے یہ جنت ہے، جہنم میں جلایا جارہا ہے، جنت میں نعمتیں عطا کی جارہی ہیں، جہنم میں طرح طرح کے عذاب ہیں اور جنت میں طرح طرح کی نعمتیں مہیا ہو رہی ہیں تو یہ عین الیقین اور حق الیقین وہاں پر ہمیں حاصل ہوگا لیکن دنیا میں اگر علم الیقین حاصل ہو جائے تو پھر دنیا کی طلب

انسان کو آخرت سے غافل نہیں کرتی، معلوم ہوا کہ ہم میں سے بہت سارے ایسے ہیں کہ جن کو علم الیقین بھی حاصل نہیں ہے بظاہر تو ہم کہتے ہیں کہ ہمیں جنت پر یقین ہے، جہنم پر یقین ہے اور ایمان اور عمل صالح کے اچھے نتائج پر یقین ہے اور بدکاری اور کفر وفسق کے برے نتائج کا یقین ہے لیکن ہمارے رویہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمیں علم الیقین بھی حاصل نہیں ہے اگر علم الیقین ہوتا تو ہم آخرت سے غافل نہ ہوتے۔

ہر شخص سے پانچ سوال ہوں گے

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَىِٕذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ﴿۸﴾

پھر اس دن تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا

اللہ قیامت کے دن اپنی نعمتوں کے بارے میں سوال کریں گے میں نے نعمتیں عطا کی تھیں ان نعمتوں کا تم نے کیا حق ادا کیا؟

ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرمایا کہ قیامت کے دن انسان کو قدم اٹھانے کی اجازت نہیں دی جائے گی جب تک کہ پانچ سوالوں کا جواب نہ دے دے اللہ سوال کریں گے۔ عَنْ عُمُرِهٖ فِيْمَا اَفْنَاهُ میں نے تمہیں عمر کی نعمت عطا کی تھی، زندگی کی نعمت عطا کی تھی زندگی کو کہاں خرچ کر کے آئے ہو؟ میری اطاعت میں یا معصیت میں؟ میری رضا میں یا میری نافرمانی میں؟

وَعَنْ شَبَابِهٖ فِيْمَا اَبْلَاهُ میں نے تمہیں جوانی کی نعمت عطا کی تھی تم نے

جوانی کہاں گزاری؟ مجھے راضی کرنے والے کاموں میں یا ناراضگی والے کاموں میں؟ میرے دین کی سربلندی کے لیے تم نے جوانی کو خرچ کیا یا کہ فحاشی اور عریانیت میں اپنی جوانی کو خرچ کیا:

وَعَنْ مَالِهٖ مِنْ اَیْنَ اِکْتَسَبَهٗ وَفِیْمَا اَنْفَقَهٗ

مال کے بارے میں سوال ہوگا کہاں سے کمایا تھا؟ کہاں خرچ کیا؟ کیا کماتے وقت جائز اور ناجائز کو ملحوظ رکھا تھا؟ کیا خرچ کرتے وقت یہ ذہن میں رکھا تھا کہ کس مصرف پر خرچ کرنا چاہیے اور کہاں نہیں خرچ کرنا چاہیے؟

وَعَنْ عِلْمِهٖ مَاذَا عَمِلَ بِهٖ

اور علم کے بارے میں سوال ہوگا کہ علم پر کتنا عمل کیا تھا؟ کیا علم حاصل کیا؟ دنیا میں شہرت کے لیے، مال کمانے کے لیے، دکھاوے کے لیے یا علم پر عمل بھی کیا تھا؟ ہر شخص ان پانچ سوالوں کا جب تک جواب نہیں دے گا فرمایا اس وقت کسی کو قدم اٹھانے کی اجازت نہیں ہوگی۔ کیسے خوش نصیب ہوں گے جو ان سوالوں کا جواب مثبت دے کر جنت کے حق دار ہوں گے۔ اے اللہ! تو نے عمر عطا کی تھی وہ تیری اطاعت میں گذار دی، اے اللہ! تو نے جوانی عطا کی تھی جوانی عفت وعصمت کے ساتھ گذار دی، اے اللہ! تو نے مال عطا کیا تھا میں نے مال تیری رضا کے مطابق خرچ کیا اور اے اللہ! تو نے علم عطا کیا تھا میں نے علم کے تقاضوں کے مطابق عمل کیا۔ اور کتنے بدنصیب ہوں گے جو ان سوالوں کا مثبت جواب نہیں دیں گے۔

نیک اور بد سے سوال کی وجہ مختلف ہے

علماء فرماتے ہیں کہ یہ سوال تو مومن سے بھی ہوگا اور کافر سے بھی ہوگا، یہ سوال اللہ کے اولیاء سے بھی ہوگا اور یہ سوال اللہ کے دشمنوں سے بھی ہوگا لیکن اللہ کے اولیاء سے جو سوال ہوگا ان کی عزت بڑھانے کے لیے، تشریف اور تکریم کے لیے اور اللہ کے دشمنوں سے جو سوال ہوگا ان کی تذلیل اور تحقیر کے لیے۔ اللہ اپنے نیک بندوں سے سوال کریں گے یہ نہیں کہ اللہ جانتے نہیں ہیں۔ جانتے ہیں کہ میرے اس بندے نے ساری زندگی میری اطاعت میں گذاری، جوانی میرے دین کے لیے قربان کردی، مال میرے دین کی سربلندی کے لیے خرچ کرتا رہا اللہ جانتا ہے لیکن اللہ سوال کرے گا سارے لوگوں کے سامنے اس کی عزت کو بڑھانے کے لیے، لوگوں کو دکھانے کے لیے کہ دیکھو! یہ میرا بندہ ہے اس نے کس طریقے سے زندگی گذاری، اور اپنے نافرمانوں سے جو سوال کرے گا وہ تذلیل اور تحقیر کے لیے، ان کو ذلیل کرنے کے لیے، سب کے سامنے رسوا کرنے کے لیے۔

قرآن پاک اور نبی پاک ﷺ کے بارے میں بھی سوال ہوگا

امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جن نعمتوں کے بارے میں قیامت کے دن سوال ہوگا ان میں قرآن بھی ہے، حضور اکرم ﷺ کی ذات مبارکہ بھی ہے۔ اللہ فرمائیں گے میں نے تمہیں قرآن جیسی نعمت عطا کی تھی، قرآن

جیسی عظیم کتاب عطا کی تھی تم نے اس کے حقوق کہاں تک ادا کیے؟ اور تمہیں میں نے کائنات کے سردار محمد ﷺ کی غلامی کا شرف عطا کیا تھا، ان کی امت میں تمہیں پیدا کیا تھا تم نے امتی ہونے کا حق کہاں تک ادا کیا؟ فرمایا کہ ان دو نعمتوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

انعاماتِ الٰہیہ کے متعلق باز پُرس

ساری چھوٹی اور بڑی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جب یہ آیت کریمہ اتری جس میں یہ فرمایا گیا کہ قیامت کے دن تم سے نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اے اللہ کے رسول!

اَیُّ نَعِیْمٍ نُسْئَلُ عَنْهُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ!

اے اللہ کے رسول! ہم سے کون سی نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا؟

حالت یہ ہے کہ ہمیں ہمارے گھروں سے نکال دیا ہے، ہم سے ہمارے اموال چھین لیے گئے، بعض اوقات کھانے کو بھی نہیں ہوتا تو کون سی نعمتیں ہیں ہمارے پاس جن کے بارے میں سوال ہوگا اللہ کے نبی نے فرمایا کہ

ظِلَالِ الْمَسَاكِنِ وَالْاَشْجَارِ وَالْاَخْبِيَةِ

فرمایا کیا تمہیں مکان کا سایہ میسر نہیں ہے؟ کیا تمہیں درختوں کا سایہ میسر نہیں ہے؟ کیا تمہیں ایسے خیمے میسر نہیں جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتے ہیں اور گرمی کے دنوں میں کیا تمہیں ٹھنڈا پانی میسر نہیں ہے؟ ان نعمتوں کے

بارے میں سوال ہوگا۔ صحابہ میں جو فقراء اور غرباء تھے اللہ کے نبی ﷺ ان کو یہ نعمتیں بتا رہے ہیں تمہیں چھت کا سایہ میسر ہے، خیمے میں تم رہتے ہو جو تمہیں گرمی اور سردی سے بچاتا ہے اور تمہیں درخت کا سایہ میسر ہے، تمہیں گرمی میں ٹھنڈا پانی مل جاتا ہے یہ اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

قابلِ فکر بات

لیکن میں اور آپ ذرا سوچیں! کہ ہمیں اللہ کی کون کون سی نعمت میسر نہیں ہے۔ صحابہ کو تو صرف درختوں کے سائے اور چھت کے سائے اور خیمے کی رہائش اور گرمی میں ٹھنڈا پانی، اور ہم سب صبح آنکھ کھولنے سے لے کر شام تک اللہ کی کتنی نعمتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں؟ اگر اللہ نے ہم سے ان نعمتوں کے بارے میں سوال کرلیا کہ میں نے تمہیں اتنا نوازا تھا

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

تم اللہ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

اکتیس بار ایک ہی سوال

سر سے لے کر پاؤں تک تم اللہ کی نعمتوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ ایک نعمت ہو تم اس کو جھٹلا دو، دس نعمتیں ہوں تم ان کو جھٹلا دو، اکتیس بار اللہ نے سورہ رحمٰن میں سوال کیا ہے:

فَبِأَيِّ آلَاءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ○

تم اللہ کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟

بعض حضرات نے یہ سوال کیا ہے اس چھوٹی سی سورت میں اکتیس بار یہ آیت آئی ہے اور یہ سوال آیا ہے:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ○

لیکن میں اپنی ناقص سوچ کے مطابق جب سوچتا ہوں تو میرا جی چاہتا ہے کہ اللہ کو اکتیس مرتبہ نہیں اکتیس ہزار مرتبہ سوال کرنا چاہیے تھا:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ○

تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اگر اکتیس ہزار مرتبہ بھی یہ سوال کرے تو یہ سوال کرنا مناسب ہے اللہ نے ہمیں اتنی نعمتوں سے نواز رکھا ہے۔

دنیا کی ساری نعمتیں

ایک حدیث میں آیا رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے اپنے گھر میں امن وسکون کے ساتھ صبح کی اور اس کو جسمانی صحت حاصل ہے اور اس کے پاس ایک دن کا کھانا موجود ہے وہ ایسا ہے گویا کہ اس کو دنیا کی ساری نعمتیں میسر ہیں امن اور سکون ہے، جسمانی صحت ہے، ایک دن کا کھانا ہے۔فرمایا کہ تمہیں تو اللہ کی ساری نعمتیں میسر ہیں اور کیا چاہتے ہو؟

میرے محترم بزرگوں اور دوستوں!

ہمیں تو سالوں کا کھانا میسر ہے، ہم نے تو سالوں کا انتظام کر رکھا ہے،

صدیوں کا انتظام کر رکھا ہے، لیکن پھر بھی ہم ناشکرے ہیں، شکوہ کرنے والے ہیں، ہر وقت پریشانی کا رونا دھونا ہے۔

دو عظیم نعمتیں اور انسانوں کی غفلت

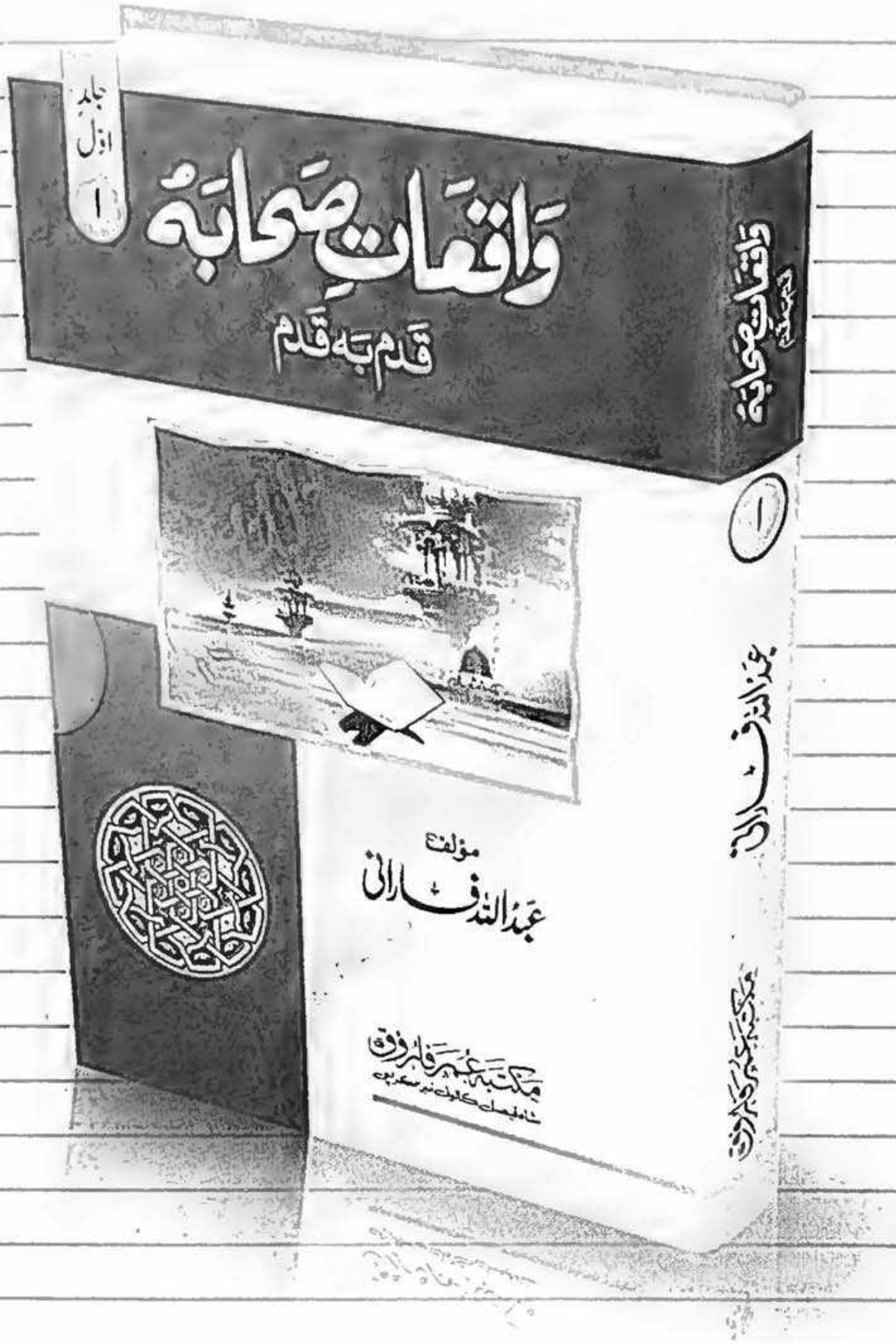
ایک حدیث میں رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دو نعمتیں ایسی ہیں کہ ان میں اکثر انسان خسارے میں ہیں یہ کون سی دو نعمتیں ہیں؟ ایک صحت و تندرستی اور دوسری فراغت یہ دو نعمتیں ایسی ہیں فرمایا کہ اکثر انسان ان کے متعلق خسارے میں ہیں صحت اور تندرستی اللہ عطا کرتا ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ خوب اللہ کو راضی کرنے والے کام کرتا، اپنی صحت کو اللہ کی رضا میں، اللہ کی اطاعت میں لگا دیتا، لیکن صحت کو اس نے عیاشی میں لگا دیا، صحت کو اس نے بدکاری میں لگا دیا، صحت کو اللہ کی نافرمانی میں لگا دیا، صحت کو اس نے شیطان کی غلامی میں لگا دیا، اور کچھ وقت فارغ تھا چاہیے تو یہ تھا کہ وقت فارغ ہے مصروف ہونے سے پہلے کچھ نیک اعمال کر لیتا مگر اس فراغت کو اس نے اللہ کی نافرمانی میں ضائع کر دیا تو فرمایا کہ؛

ثُمَّ لَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ ۝٨

پھر اس دن، (قیامت کے دن) تم سے اللہ کی نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا اللہ پاک مجھے اور آپ کو اس طریقے سے زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرمائے کہ قیامت کے دن جب اللہ ہم سے اپنی نعمتوں کے بارے میں سوال کرے تو ہم عرض کر سکیں کہ اے اللہ! آپ نے ہمیں بے

شمار نعمتیں عطا کی تھیں اور ہم نے ان نعمتوں کو آپ کی اطاعت میں خرچ کیا ہے معصیت اور نافرمانی میں خرچ نہیں کیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ



مکتبہ عمر فاروقؓ

4/491- شاہ فیصل کالونی کراچی

Tel: 021-34604566 Cell: 0334-3432345

Designed & Printed by: Luminar Graphics Ph: 021 32727728